٩٩٤

مصباح البدایت

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ رسالۂ شریفہ دجالیۂ منیفہ

مشتمل بر انکشاف حالات جدیدہ مع حوالجات عدیدہ

رسالہ نمبر ۲۹

المسمےٰ بہ

مصباح الہدایت

حصہ دوم

مؤلفہ

جناب مستطاب حاجی حرمین الشریفین حاجی شہزادہ سلطان علی صاحب درانی

بفرمائش جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور

بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۲۳ء

بغرض افاضۂ مومنین و افادۂ مسلمین

[illegible] سٹیم پریس لاہور میں باہتمام میاں [illegible] الدین پرنٹر چھپا

JAFRIAH ... LAHORE

نصرت دین کا زرّین موق

برادران ایمانی واخلاص روحانی! آپ کئی سال سے بلاحظ
رہے ہیں۔ کہ آپ کی یہ ناچیز انجمن کس طرح آپ حضرات کی امد
اعانت سے تبلیغ اور اشاعت مذہب حقہ کے کام میں مصروف
خصوصاً اس کی گذشتہ تین سال کی کارروائی ایسی نہیں جو کس
سے پوشیدہ و مخفی ہو۔ بیسیوں کتب و رسائل طالبان حق کو مف
تقسیم کئے گئے۔ اور نتیجہ آپ جانتے ہی ہیں۔ آپ نے سن لیا
اور دیکھ لیا ہے۔ طالب سعادت اثر پذیر ہوئے ہیں۔ اور انشاء ا
ہونگے۔ لیکن اب ضرورت ہے کہ حضرات مومنین زیادہ توجہ سے
اپنی انجمن کی امداد میں مصروف ہوں۔ قریباً ہر شہر اور ہر قصبہ میں
اس کے ممبر بنائیں۔ رسائل آپ پڑھیں اور غیروں کو پڑھائیں
جہاں کسی طالب حق کو مفت رسالہ دینے کی ضرورت ہو۔ ٹکٹ
بھیجکر رسالہ منگالیں۔ اور صلح و آشتی سے تہذیب و متانت سے
اشاعت حق میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ چونکہ انجمن کا عملہ اعزازی ہے
اسلئے برادران دینی سے التماس ہے کہ حتے الامکان چندہ خود
منی آرڈر بھیجدیں۔ اور جہاں چند ممبر ایک ہی محلہ میں ہوں وہاں
ایک صاحب تمام کا چندہ وصول کرکے منی آرڈر کردیا کریں۔ تاکہ
انجمن کے عملہ پر زیادہ بار نہ پڑے۔ اور انجمن اپنا وقت اشاعت حق
میں لگاسکے

آپ کے ناچیز خدام

ارکین جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم واٰلہ
الطاھرین المعصومین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم وغاصبی حقوقھم اجمعین
الی یوم الدین۔ اما بعد حقیر بہ تقصیر غلام آل علی شاہزادہ سلطان علی درانی محمدزئی خلف
مرحوم مغفور حاجی شہزادہ سلطان محمد جمال الدین صاحب رئیس شہر لاہور عرض پرداز ہے کہ از ابتدائے اسلام
سے اس وقت تک باب مناظرہ میں کبھی مذہب حقہ اثنا عشریہ کی جانب سے ابتدا نہیں کی گئی اس
باب خاص میں ہمیشہ برادران اہلسنت مبتدی ہوئے اور فرقہ شیعہ بغرض دفاع۔ ہاں اگر کسی نے بغرض تحقیق حق
کچھ دریافت کیا تو بلا کم و کاست کتب اہلسنت سے اظہار امر حق کر دیا حضرات سنیہ ہمیشہ سے زیر اثر سلاطین
جور بہ اعانت و حمایت خلفاء انکے زنگ عیوب کو صیقل تحریر و تقریر سے صاف کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا حضرات
شیعہ بامر مجبوری جواب میں ایسا تیزاب استعمال کرتے ہیں جس سے رنگ ملمع دور ہو کر حضرات خلفاء کا اصلی
و پیدائشی اندام نظر آجاتا ہے اگر حضرات امامیہ سکوت اختیار کریں تو حضرات خلفاء کا جسم صاف جو چرک مطاعن
و شناعت سے سر تا پا آلودہ ہے بنظر ظاہر مثل خم چڑھے کپڑے کی طرح دکھائی دے جاوے چنانچہ جب
ہندوستان میں ابتدائے حکومت انگلشیہ کے باعث ہوائے آزادی نے جھوم جھوم کر ہر غنچہ پژمردہ کو کھلانا
شروع کیا۔ مظلوم شیعوں کے قالب بیجان نے نسیم آزادی سے کلبلاہٹ شروع کی۔ بغرض حفظ ناموس
وہاں جہاں جو سادات و مومنین سنی معاویہ شاہی نے مٹا دیئے تھے ایکدم دم پنجتن یا علی مدد پکار اٹھے
جب حضرت عمر حملہ جی علی خیم العالی جو بیعت غدیریہ کو یاد دلانیوالا ترانہ سن سکے۔ اسے
آنوان سے نکالدیا۔ تاکہ واقعہ غدیریہ کسی کو یاد نہ دلاوے تو بھلا آپکے متبعین یہ کب گوارا کر سکتے تھے
انکی عقل چکر میں آگئی۔ کہ یہ کیا ہوا حکومت انگریزی کے ایک ہی جھونکے نے شیعہ مذہب کے حق کیا
بادبہاری کا کام کیا۔ آپس میں صلاح و مشورے ہونے لگے کہ کیا انتظام کیا جاوے۔ تاکہ لوگوں کا میلان
تشیع کی جانب سے رک جاوے۔ بعد اجماع قرعہ شاہ عبدالعزیز کے نام کا نکلا۔ انکے سر پر نیابت عمریہ
بہ تخلف مرتضویہ کی پگڑی باندھی گئی۔ شاہ صاحب نے بیڑہ اٹھایا کہ میں لوگوں کی طبائع کو مذہب
شیعہ سے نفرت دلانے میں سعی بلیغ کر کے غائبانہ روک دونگا۔ چنانچہ اس نالائق مقصد کے پورا کرنے کی
غرض سے کمر ہمت چست باندھکر بیلچہ قلم سے نخل شیعہ اکھاڑنا چاہا۔ اور ایک کتاب مسمی بہ تحفہ بتالیف
کر کے اشاعت دی چنانچہ دیباچہ تحفہ میں ترقی مذہب شیعہ کو سبب تالیف قرار دیتے ہیں۔ انکی

اقتدا میں مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام شائع کی۔ مولوی ابوالقاسم الہ آبادی نے اپنا رنگ جمایا۔ جہانگیر خاں اکبرآبادی و محسن الملک و مرزا حیرت دہلوی وغیرہ نے بھی روپ بدلے۔ کہیں حضرت سو نے جامۂ رسوائی زیب بدن فرمایا۔ کہیں عبدالشکور لکھنوی النجم کے ذریعہ نحوست پھیلانے لگے۔ اب صاحبان بصیرت و معرفت غور فرماویں کہ جب ایسے ایسے کوہ پیکر دیووں نے اکھاڑے میں لنگوٹ باندھے ہوئے کود کر چادر ہلائی تو کیا شیعہ اس کا جواب دینے و دفعیہ کرنے سے معطل رہکر الزام پنبہ دہنی و کوتاہ دستی اٹھاتے۔ اگرچہ مذہب حقہ شیعہ میں فی الحال جہاد جائز نہیں۔ مگر دفاع کا حکم تاکیدی وارد ہوا ہے۔ حاملان مسئلہ دفاع ایسے بے غیرت و بے حمیت تھے کہ مجادلین اہلسنت کے واروں کو نہ رد کرتے۔ پرچم مرتضویہ کے سایہ میں یا حیدر کرار کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان مقابلہ میں آکودے کرار غیر فرار کے متبعین نے وہ دندان شکن جواب دیئے کہ مخالفین کو چھٹی کا دودھ اگلنا پڑا۔ اور بہ اتباع اسلاف سوائے فرار کوئی مفر نہ دیکھا۔ چنانچہ اجوبۂ تحفہ و منتہی الکلام و ہدیۃ الشیعہ و آیات بینات و مطرقۃ الکرامہ وغیرہ کا اب تک لاجواب پڑا رہنا صاف اس امر کا شاہد صادق ہے۔ کہ شیران نیستان کلام کے ڈکارنے نے مخالفین کا پتہ پانی کر دیا۔ اور اپنے دشمنوں کے منہ پر ایسا دھپڑ رسید کیا کہ آج تک مکھڑا سیدھا نہ ہو سکا۔ آج کل لاہور میں مذہب حقہ کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھکر متبعین یزید و ولید کو عمر عاص و بشر ارطاط کی طرح سخت اضطراب پیدا ہوا جس کا اندازہ نہیں اندر ہی اندر یہ مواد فاسد پکتا ہوا جراثیم طاعونی کی شکل میں بنام نہاد دائرۃ الاصلاح وغیرہ نمودار ہو کر ذرہ وجود غیر یزیدیہ سے چست و چالاک ہو کر اس امر پر آمادہ ہوئے کہ جس طرح ہو سکے تعزیہ داری امام مظلوم سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روکیں۔ چنانچہ تین سال کامل سے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں ہلال ذو الحجۃ الحرام نمودار ہوا۔ ان موسمی جراثیم نے بھی سر ابھارا۔ اور جہاں تک ہو سکا فرقہ شیعہ کی دل آزاری اور جناب آئمہ کی ہر ایک طرح سے سوء ادبی کرنا شروع کیا۔ دو برس کامل صبر و تحمل سے کام لیا۔ تاکہ ایسے وقت میں جبکہ ریفارمران قومی اتفاق و اتحاد کی صدائیں ہر طرف سے بلند کر رہے ہیں۔ ہم باعث نفاق و موجب افتراق نہ ہوں۔ مگر ہمارے مخالفین نے اس صبر و تحمل سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا اور بہ زعم فاسد خود سمجھے کہ شیعیان لاہور مرعوب ہو گئے۔ آؤ انکو دباتے چلے جاؤ

لہٰذا بامر مجبوری نیزۂ قلم کو ہاتھ میں لے کر یا حیدر کہتے ہوئے اس معرکہ میں ہل من
مبارز کہتا ہوں امید واثق ہے کہ جہاں سیف مرتضویہ و رمح حیدریہ کا صاف بھرپور ہاتھ
پڑ گیا اس وقت معاندین کو سوائے حیلہ عمرو عاصی و مکر بشری صورت مفر دکھائی نہ دیگی
و لئیم مدبرین کی تقلید کرتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح پشت دکھائیں گے۔ چنانچہ رسالہ
ہذا کا پہلا حصہ موسوم بہ مصباح الہدایت بحمدہ و منہ شائع ہو کر ناظرین کرام کے مطالعہ میں
آچکا ہے اب حسب الوعدہ حصہ دوم جلد اول موسوم بہ ضرب ولایت علےٰ بغض اہل الضلالت والغوایت
پیشکش کرتا ہوں جس میں رسالہ الصدیق و فاروق اعظم و شہادت عثمانی و ثمرۂ ایمان و نعرۂ
حیدریہ پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے اور صاحبان معرفت و بصیرت و ناقدان فراست
و حکمت پر واضح و لائح کر دیا ہے۔ کہ مؤلفین رسالہ ہائے مذکورہ نے عوام اہل اسلام کو
بظاہر دھوکا اور فریب دینے میں کہاں تک سعی و کوشش کی ہے اور باطناً حسب اتباع
معاویہ و یزید توہین و تذلیل اہلبیت نبوی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی۔ چونکہ اس رسالہ و نیز
وجیزۂ کاملہ میں مخالفین رسالت و معاندین ولایت کا مکمل انکشاف کیا جاویگا۔ اور تمام
واقعات مسطورہ کے اسناد و حوالہ جات کتب معتبرہ سنیہ سے لکھے جاویں گے۔ تاکہ انہیں
یارائے دم زدن باقی نہ رہے انشاء اللہ العزیز بہ برکت نظر فیض اثر اہلبیت اطہار سلام
اللہ علیہم اجمعین اسم بامسمےٰ ثابت ہو کر باعث سرور مومنین و ہدایت ضالین ہوگا۔ مگر
امید رکھتا ہوں کہ مطالعہ کنندگان رسالہ ہذا کی نگاہ میں اگر کوئی نقص یا غلطی نظر آئے
بنظر اصلاح قلم عفو سے اُسے درست فرما کر دعائے خیر سے یاد کریں۔ کیونکہ میں محض
ایک بےعلم شخص ہوں کسی طرح کا دعوےٰ نہیں رکھتا۔ البتہ علمائے جلیل و فضلائے عدیل
کا خوشہ چین ہوں۔ لہٰذا امید واثق ہے کہ جو کچھ میرے قلم سے نکلیگا بہ برکت نفوس قدسیہ
متکلمین محققانہ ضرور ہوگا ہمارے مخاطبین کی طرح بلا سند و حوالہ چیستان کا حکم نہ
رکھے گا۔ یا کسی کذاب و وضاع کی سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر کے رقمطراز نہ کیا
جاویگا۔ و حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولےٰ و نعم النصیر۔

اصحاب ثلاثہ کا قومی اقتدار اور اُن کی شرافت نسبی

قبل ازیں اگرچہ بغرض آگاہی ناظرین ان حضرات کا نسب نامہ دکھلا کر بعض باتوں

کا انکشاف کروں۔ یہ دکھلانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ ان کا اقتدار قومی اور انکی عزت و شرافت نسبی کا مجملاً ذکر کردوں۔ تاکہ نسب نامہ دیکھنے کے وقت زیادہ تلاش کی ضرورت نہ پڑے اور یہ بھی ظاہر ہو جاوے کہ اگر ان میں سے کسی صاحب کو اسلام لانے سے کوئی ظاہری ذلت و تکلیف پہنچی تو اس سے انکی کسرشان ہوئی یا نہیں۔ حضرت ابوبکر قبیلہ بنی تیم اور حضرت عمر قبیلہ بنی عدی۔ اور حضرت عثمان قبیلہ بنو امیہ سے تھے۔ علامہ ابن قتیبہ معارف میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ ہشام بن مغیرہ بنی تیم و بنی عدی کے قبائل کا افسر تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونو بزرگوار اپنے قبیلہ میں سردار نہ تھے نہ کوئی خاص شرافت وجاہت انکو اپنے قبیلے میں حاصل تھی اور نہ یہ بزرگوار اس شاخ میں تھے۔ کہ جس شاخ میں افسر قبیلہ تھا۔ چنانچہ شجرہ نسب کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ ابن خلدون کی تحقیق ہے کہ عبداللہ ابن جدعان افسر قبیلہ بنی تیم تھا اور ابوبکر اُس شاخ میں نہ تھے۔ دیکھو عسر ابن خلدون صـ ۳۲۶ مطبوعہ مصر صاحب شرح طوالع شمس الدین اصفہانی اور فاضل روزبہان کی تحقیق ہے کہ قبیلہ بنی تیم اور بنی عدی قبائل قریش میں سے گھٹیل تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کے والد بزرگوار ابو قحافہ کو جب کسی سے خبر ملی کہ ابوبکر خلیفہ ہو گئے۔ تو انہوں نے سخت تعجب کیا اور اس خبر دینے والے سے کہا کہ کیا یہ امر درست ہے بنی عبد مناف اور بنی مغیرہ اس کی امارت پر رضامند ہو گئے۔ اُس نے کہا ہاں۔ تب ابو قحافہ نے کہا جس کو خدا بلند کرے۔ اُسے کوئی پست نہیں کر سکتا۔ اور جسکو وہ پست کرے۔ اسکو کوئی بلند نہیں کر سکتا۔ دیکھو صواعق محرقہ صـ ۷ مطبوعہ مصر و براہین قاطعہ صـ ۲۱ مطبوعہ لاہور۔ ابو قحافہ کی اس رائے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے قبیلہ کو بمقابلہ بنی ہاشم و بنی مغیرہ کم رتبہ جانتے تھے۔ ابو قحافہ چڑی ماری کا پیشہ کر کے پیٹ پالتے تھے۔ جانوروں کو پکڑ کر ذوالحلیفہ میں بیچ آتے بعد کو جب نابینا ہو گئے۔ اور اپنے اس پیشہ سے معذور ہو گئے تو عبداللہ بن جدعان جو اُنکے قبیلہ کا رئیس تھا اور بڑا سخی اور مالدار تھا۔ اس کا دستر خوان ہر وقت و صبح و شام بر کھلا رہتا تھا۔ اس نے ابو قحافہ کو مہمانوں کے بلانے کیواسطے نوکر رکھ لیا۔ چنانچہ وہ آوازیں دے کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلاتے۔ اور اس کی اُجرت میں آپ کو بچا کھچا کھانا ملجاتا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ میں خوردے کے علاوہ ایک درہم بھی روزانہ پاتے تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ابو قحافہ منادی گری

بزازی کرتے تھے ۔ اور ابو بکر کھانا پکانے پر ۔ مگر بعض نے حضرت ابو بکر کا پیشہ معلمی اطفال بیان
کیا ہے اور بقول اول خیالی اس کے بعد بزازی سے بسر اوقات کرتے تھے چنانچہ منصب
خلافت پر فائز ہوتے ہی کپڑوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے بازار کی طرف بیچنے چلدیئے
چنانچہ حضرت عمر خطاب حضرت ابو عبیدہ نے خلاف شان خلافت سمجھکر اس سے روکا۔ روضۃ
الاحباب میں ہے کہ جب امر خلافت ابو بکر پر قائم ہوا تو اس کے دوسرے روز بازار کو چلے
کہ بدستور معہود کپڑا بیچیں ۔ حضرت عمر و ابو عبیدہ راستہ میں ملے ۔ کہا اب تم مسلمانوں کے سردار
ہو مناسب نہیں کہ پہلے کی طرح سودا بیچتے پھرو فرمایا عیال کو کیا کھلاؤں ۔ انہوں
نے دوسروں کے مشورہ سے کھانا کپڑا انکا اور انکے عیال کا بیت المال سے مقرر کردیا۔
اور حاشیہ زین العرب مشکوٰۃ سے منقول ہے کہ ابو بکر سے بیعت ہوئی ۔ تو دیکھا گٹھا کپڑوں کا
سر پر رکھے ہوئے جارہے ہیں مسلمانوں کو یہ سخت ناگوار ہوا انہوں نے کہا مال خدا اور ہمارے
اموال موجود ہیں اس میں سے جتنا چاہو لے لو اور اس کام سے باز رہو ۔ نیز انکا خاندان
یعنی قبیلہ تیم عرب میں کوئی نامی قبیلہ نہ تھا ۔ انکے درمیان کبھی کوئی سردار مشہور و تاجر
معروف نہیں گزرا ۔ چنانچہ جریر شاعر کہتا ہے (ویقضی الامر دون رجال تیم
ولا یستاذنون وھم مشھود) یعنے کاروبار بلا شرکت مردان بنی تیم طے ہوتے
تھے ۔ اور ہر چند وہ حاضر ہوتے تھے پر کسی بات میں دخل نہ دے سکتے تھے ۔ اور لکھتے ہیں دغل
نسابہ آپ کے خلیفہ پنجم معاویہ سے قبائل عرب کا حال بیان کرتے ہوئے جب بنی
تیم کے ذکر پر آیا تو کہا کہ وہ ایک جماعت ہے کہ فحش و زنا انکے قرابت میں ظاہر و فاش
ہے (ان شبعوا شعوا وان افتقروا الحوا) ۔ انکی خصلت ہے کہ جب سیر
ہوتے ہیں بخل کرتے ہیں اور فقر و احتیاج میں بالحاح و سماجت پیش آتے ہیں مروج
الذہب مسعودی میں لکھا ہے ۔ کہ ابو بکر کو ابو سفیان کی طرف سے کوئی بات پہنچی ۔ اسے
بلوایا اور اس پر خفا ہونے لگے ۔ ابو سفیان تملق کی باتیں کرتا تھا ۔ اتنے میں ابو قحافہ
تشریف لے آئے ۔ ابو بکر کی چیخیں سنکر پوچھا میرا لڑکا کس پر خفا ہو رہا ہے ۔ جس
نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا کہا ابو سفیان پر ابو قحافہ نے ابو بکر کے پاس جاکر کہا ۔
اے عتیق تم اپنے طور و طریق پر نہ رہے ۔ اور اپنی مقدار سے تجاوز کر گئے ۔ اپنے
آپ کو نہیں دیکھتے ۔ اور ابو سفیان سے اس طرح پیش آتے ہو ۔ یہ سنکر حضرت ابو بکر و دیگر

صحابہ تھے پھر حضرت ابوبکر نے کہا (ان اللہ قد رفع بالاسلام قوماً واذل بہ اخرین)
اے پدر بزرگوار حق تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے پست مرتبہ لوگوں کو بلند کردیا اور بلند مرتبہ لوگوں کو
پست فرمایا)۔ فی الواقع آپ نے راست بیانی سے کام لیا آپ انہیں میں سے تھے۔ جو پستی سے بلندی پر
پہنچے تھے۔ نہ معلوم ہمارے مخاطبین صاحبان نے کہاں سے آپ کا اقتدار قومی ثابت کیا ہے چنانچہ
لکھنے کو لکھدیا کہ آپ مقدمات قوم قریش فیصلہ فرماتے تھے۔ اور بڑے مالدار اور مشہور روزگار
تاجر تھے۔ الحمدللہ ہمارے احباب کو جو دسوال کے بعد کوئی خاص تاریخ دستیاب ہوئی ہے جس کا
نام وحوالہ دینا آپ مناسب نہیں سمجھتے۔ مگر یاد رکھیں کہ ہم ضرور پتہ لگا کر چھوڑیں گے جو حال حضرت
ابوبکر کے قبیلہ کا ہے۔ اوس کے قریب قریب بلکہ اوس سے بہتر وبرتر حال بنی عدی خلیفہ ثانی
کے کنبہ کا ہے۔ خود حضرت عمر اور انکے پدر بزرگوار خطاب محنت مزدوری کرکے لکڑیوں کا گٹھا
اپنے سروں پر لاتے تھے جب بسر اوقات ہوتی تھی عقد ابن ربہ میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر
نے عمرو عاص کا مال جرمانہ کرکے ضبط کرلیا۔ تو اوس نے کہا (قبح اللہ زماناً یعمل فیہ
عمرو ابن العاص لعمر ابن الخطاب) برا ہو اوس زمانہ کا جس میں عمرو عاص عمر خطاب کے
بیٹے کا عامل بنے واللہ انی لاعرف یحمل علی راسہ حزمۃ خطب وعلی ابیہ
مثلہا (قسم بخدا مجھ کو یاد ہے کہ وہ پشتہ ہیزم اپنے سر پر لاد کر لاتا تھا۔ اور نیز اس کے باپ خطاب
کے سر پر ویسا ہی گٹھا ہوتا تھا۔ حالانکہ میرا باپ عاص بن وائل لباسہائے ابریشمی پہنتا اور عیش
وعشرت میں بسر کرتا اب وہ خلیفہ ہے اور مجھ کو اس کا تابع وعامل بننا پڑا) کبھی کبھی جب عمر کو اپنا
ابتدائی حال اور پہلی باتیں یاد آتیں تو فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں خطاب کی
بکریئیں چرتا۔ اگر اوس میں غفلت ہوتی تو وہ مجھ کو مارتا تھا۔ یا اب میں ہوں کہ مجھ میں اور خدا
میں کوئی تیسرا نہیں جس سے میں خوف کروں مروی ہے کہ آخری حج میں جس کے بعد آپ نے
کوئی حج نہیں کیا۔ واپس آتے ہوئے جب وادی ضجنان میں پہنچے۔ تو اپنی پچھلی کیفیت یاد کرکے
فرمانے لگے (الحمدللہ لا الہ الا اللہ یعطی من یشاء ما یشاء) ترجمہ
خدا کا شکر ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے قسم بخدا کہ میں
اس جنگل میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ فظ غلیظ یعنے تند خو بد مزاج تھا۔ کام
کرتا تو تعب میں ڈالتا۔ کوتاہی ہوتی تو مارتا (ولقد اصبحت وامسیت ولیس بینی
وبین اللہ احد اخشاہ الا اللہ) ابن اثیر نہایہ میں لفظ حبط کے معنوں میں لکھتا

ہے کہ وہ ورق شجر یعنے برگ درخت ہے چنانچہ حضرت عمر کے قول میں ہے (لقد رأیتنی فی ھذا الجبل احتطب مرۃ واختبط اخری) کہ میں نے اپنے تئیں اس پہاڑ میں دیکھا ہے کہ کبھی سوکھی لکڑیاں چنتا تھا اور کبھی درختوں سے پتے جھاڑتا تھا۔ یہ آپ کے ابتدائی حالات تھے جب بڑے ہوئے۔ تو ولید مخزومی کے یہاں نوکر ہو کر اس کے اونٹ چرانے اور بوجھ کی نگہبانی کی۔ اس سے ترقی کی تو بازاروں میں دلالی کا پیشہ شروع کیا چنانچہ کتاب حیات الحیوان میں دمیری لکھتے ہیں (فقال کان ابوبکر الصدیق بزازا وکذالک عثمان وطلحہ وعبد الرحمن ابن عوف وکان عمر دلالا یسعی بین البایع والمشتری) چنانچہ جب آپ عکاظ کے بازار میں دلالی کرتے تھے اس وقت آپکو لوگ حقارت سے عمیر پکارتے۔ چنانچہ صاحب استیعاب امام ابن عبد البر اور امام ابن ربہ کتاب عقد فرید میں حضرت عمر کے نام کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ کہ ایک روز حضرت عمر اپنی خلافت کے زمانہ میں چلے جاتے تھے کہ ایک عورت خولہ بنت حکیم اتفاقیہ راہ میں ملی حضرت عمر نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کے جواب میں کہا کہ اے عمر ٹھہر جا میں تجھ کو خوب پہچانتی ہوں تیرا نام عکاظ کے بازار میں عمیر تھا تھوڑے دنوں کے بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہیں ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا۔ اس اختلاف نام کو ہمارے عصر کے مورخ مہاجدین مولف سیرۃ الفاروق نے بھی تعجب کی نظر سے دیکھا ہے۔ لیکن وجہ کوئی نہیں بتلائی۔ میرے خیال میں چونکہ آپ کسی معزز قبیلہ کے نہ تھے اور نہ خود کوئی ذاتی وقعت اور وجاہت اپنے قبیلے میں رکھتے تھے اس سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائی حالت میں انکو لوگ عمیر محاورۂ عرب کے بموجب تحقیر و تصغیر سے پکارتے ہوں اس وجہ سے کہ آپ کوئی ذی وقعت و عزت نہ تھے کہ تکلف و عزت سے آپ کا نام لیا جاتا۔ گو آپ کا اصلی نام عمر ہی سہی۔ مجھے یہاں پر ایک ھندی مثل پر سو پر سا پر س رام کی تطابق میں یاد آگئی۔ سچ ہے جب انسان دنیاوی وجاہت پیدا کر لیتا ہے۔ پھر اسے لوگ عزت سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی اصلیت لوگوں کے دلوں سے محو نہیں ہوتی۔ مگر اس کے روبرو اسے عزت سے پکارتے ہیں۔ خیر آمدم بر سر مطلب خولہ کا بازار عکاظ کا پتہ دینا اس روایت کا مصدق ہے جس کا میں ذکر کر آیا ہوں کہ آپ دلالی کیا کرتے تھے یہ امر بھی ظاہر کرنے کے قابل ہے کہ یہ خولہ بنت حکیم مشاطہ تھی جس نے آنحضرت کا نکاح عائشہ سے کرایا تھا۔ جیسا کہ ہم آگے مفصل لکھیں گے۔ اس مقام

پر ہم کو یہ دکھلانا ہے کہ مشاط عام طور پر لوگوں کے حسب نسب سے اور چال و چلن و طرز معاشرت سے واقفیت رکھتی ہے اور اس وجہ سے وہ ان ذات شریف کے بھی حسب و نسب سے ضرور آگاہی رکھنے والی تھی۔ تبھی حضرت عمر نے سلام کرنے میں سبقت کی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ سلام کے جواب میں کیا ایسے تمکا جواب اس بڑھیا نے دیا مثل ہے۔ مار گھٹنا پھوٹے آنکھ کچھ شک و شبہ نہیں کہ اس تمام واقعہ سے جو مذکور ہوا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ میں ذی عزت و ذی وجاہت تھے نہ انکی حالت ایسی تھی جسپر فخر کیا جاوے اگرچہ آپ کی شدت مزاج کے بہت سے قصے مشہور و معروف ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر عورتوں کو رجم کا حکم دیا جاتا تھا۔ مگر خولہ جو انکے کچے چٹھے سے خوب واقف تھی اور یہ بھی اسے جانتے تھے ایسے مرعوب ہوئے کہ اسے جھک جھک کر سلام کیا اور وہ بھی ایسی نڈر تھی اور جانتی تھی کہ میری اس تقریر پر حضرت کان نہ ہلائیں گے۔ جو چاہا کہا اب ذرا تفصیل سے ان بزرگواروں کے نسب کا نقشہ دکھلاتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو اچھی طرح سے علم حاصل ہو جاوے۔ مگر قبل ازیں کہ ان کا نسب نامہ دکھلاؤں۔ لگے ہاتھوں مختصراً حضرت عثمان کا بھی کچھ چٹھہ دکھلا دوں۔ حضرت عثمان قبیلہ بنی امیہ سے تھے اور اس قبیلہ نے جو سلوک پیغمبر اور اس کی آل اطہار سے کیا ہے وہ میرے بیان کا محتاج نہیں۔ گو اس سلوک کو ہمارے مخاطبین خصوصاً حضرت نامی و مسٹر مظہر جو پکے معاویہ شاہی ہیں بری نظر سے نہ دیکھیں مگر ان واقعات سے انکار نہیں کر سکتے کہ جو اس قبیلے کے ہاتھوں آنحضرت اور آنحضرت کی آل اطہر پر گذرے ہیں اور جن واقعات کا آپ نے رسالہ ثمرۂ ایمان میں انکار کیا ہے۔ انشاء اللہ اس رسالہ کے جلد سوم میں ایسا ثابت کروں گا۔ کہ دروغ گو را تا بخانہ اش باید رسانید کی مثل صادق آجاوے گی۔ حضرت عثمان کی ذات شریف کا پتہ حضرت ام المسلمین عائشہ کے اس ارشاد سے بھی ملسکتا ہے (اقتلوا نعثلاً فقد کفر قتلہ اللہ) دیکھو انسان العیون ونہایہ ابن اثیر تحت لفظ نعثل وکامل ابن اثیر اب ذرا آپ ہی اس تحریر کا جو رسالہ ثمرۂ ایمان میں صفحہ ۲۰ سطر ۱۴ میں ارقام فرمایا ہے (ایمان کوئی کچا تاگا نہیں ہے کہ ذرا سی کشیدگی سے ٹوٹ جاوے۔ سب سے بڑا گناہ کفر و شرک ہے اور توبہ سے وہ بھی معاف ہو سکتا ہے۔ یہ باہمی لڑائیاں مومنوں کو کافر نہیں بنا سکتیں۔ مگر رافضیوں اور خارجیوں کا دماغ بغض و تعصب کی آگ سے جو انکے سینوں میں جھنجھی شعلے

مار رہی ہے سوختہ ہو چکا ہے۔ لہذا انکو سوائے ظلمت کے کچھ نظر نہیں آتا) ملاحظہ کریں
اور حضرت ام المومنین کے اس فرمان کو دیکھیں ام المسلمین تو گروہ روافض سے نہیں
نہ عبد اللہ ابن سباء ملعون کی چیلی ہیں۔ اُنکے دماغ میں کونسی بغض و تعصب کی آگ تھی۔
جو اُنکے سینۂ مبارک میں شعلہ مار رہی تھی۔ کہ انکو بھی سوائے ظلمت کے کچھ نظر نہ آیا۔ اور
جناب خلافت مآب کی نسبت کفر کا فتوی دے کر انکے قتل کا حکم دیدیا۔ خیر اگر آپ حضرت
ام المسلمین کو گروہ خوارج کا رائس رئیس کہدیں تو اسپر ہم کو اعتراض نہیں۔ کیونکہ ابو الفتح
محمد ابن عبد الکریم ابن احمد شہرستانی کتاب ملل و نحل میں خوارج کی تعریف میں رقمطراز
ہیں (کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیا)
ترجمہ جو شخص کہ امام برحق پر خروج کرے اور وہ ایسا امام ہو جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا
ہو اسیکو خارجی کہتے ہیں اور یہ وہ مسلمہ عالم ہیں جس کو علمائے متاخرین نے امام المتکلمین
کا معزز خطاب دیا ہے اور اس کی تحقیقاتوں کو اپنی تالیفات کا سرمایہ سمجھا ہے اور اُن سے بہت
کچھ لیا ہے دیکھو تاریخ مراۃ الجنان مؤلفہ علامہ یافعی و تاریخ علامہ ابو الفدا و تاریخ علامہ
ابن خلکان وغیرہ وغیرہ اب آپ مختار ہیں چاہے ام المومنین کو خارجیہ کہکر حضرت خلافت
مآب کو کفر سے بری فرمادیں اور حضرت ام المسلمین کو انہیں تعریفوں کا مستحق سمجھیں جو خوارج
کے لیئے آپ نے ارقام فرمائی ہیں یا حضرت ام المسلمین کی تصدیق فرماکر حضرت عثمان کو
انکے حکم کے مطابق واجب القتل و کافر قرار دیں۔ ایک تیسری شق بھی ہے اور وہ
یہ ہے کہ علامہ شہرستانی کی تحقیقات کے مطابق اول حضرت عائشہ پھر   سعادیہ
جن کے آپ بڑے دلدادہ ہیں اور جن کی محبت میں آپ نے اپنے برادران اہلسنت کو
جنہوں نے کسی قدر انصاف سے کام لیا ہے۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھنے سے ذرا تامل
نہیں کیا اور   طلحہ و زبیر   عمرو عاص   عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب
وغیرہ اصحاب کو جنہوں نے حضرت علی پر خروج کیا۔ اسی تعریف کا مستحق قرار دیں۔ جو علامہ
نے خوارج کی تعریف میں فرمایا ہے۔ آمدم برسر مطلب ابو المنذر ہشام ابن محمد سائب
الکلبی اپنی کتاب مثالب میں تحریر فرماتے ہیں (وعفان ابن ابی العاص ابن امیہ
ممن کان یتخنث ویلعب بہ) یعنے حضرت عفان ان سے لوگ مخنث ہونیکا کام لیتے
تھے اس روایت سے حضرت عفان کی حالت مخفی نہیں رہسکتی اور اسی طبیعت کا یہ اثر تھا

کہ ان کا بلند اقبال نور نظر مردانہ وار جنگ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا۔ اور کارزار کے وقت پیٹھ دکھاتا تھا۔ اس میں ذرا شک و شبہ نہیں کہ مردی نامردی نسل میں بذریعہ وراثت کے مورث ہوتی ہے - کیا خوب استاد نے کہا

درختے کہ تلخ است ویرا سرشت — گرش در نشانی بباغ بہشت
ور از جوئے خلدش بہنگام آب — بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بہ بار آورد — ہماں میوہ تلخ بار آورد!

اور یہ مقولہ تو زبزد خاص و عام ہے **الولد سر لابیہ**

سوانح صدیق میں جو حضرت منظہر صاحب نے حضرات ثلاثہ کا شجرہ نسب دکھایا ہے وہ قریباً درست و صحیح ہے۔ اس میں جو کھانے کی بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بڑی جانکاہی سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر قرابت رکھتا ہو ممکن نہیں کہ وہ ایمان سے بے بہرہ ہو کیونکہ آپ نے شجرہ نسب ابوبکر کیا تھا آنحضرت کا بھی شجرہ طیبہ دکھایا ہے۔ تاکہ عوام کالانعام بسبب قرابت نبوی یہ ہو کے میں پڑ جاویں۔ جناب من یہاں ایمان شرط ہے نہ قرابت۔ چنانچہ ابولہب کو آنحضرت کے چچا ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ ہمراہی آپکے خلیفہ ششم کی پھپھی کے تبت یدا ابی لہب کی سورۂ مبارکہ خداوند تبارک کو نازل فرمانی پڑی۔ دوم حضرت عائشہ زوجہ پیغمبر بنت ابوبکر ام المسلمین حفصہ بنت حضرت عمر کی شان میں خدا نے (فقد صغت قلوبکما)۔ یعنے تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ فرمایا اس سے بالاتر یہاں تک فرمایا کہ اگر میرا حبیب تم کو طلاق دیکر گھر سے نکال دے تو (خیرا منکن)، یعنے تم دونوں سے بہتر اس کو بی بیاں عطا کروں گا۔ جو صاحب اسلام وایمان وغیرہا ہونگی۔ وہ عورتیں جنہیں خدا نے اپنے حبیب کو بعوض عائشہ وحفصہ دینا تجویز فرمایا ہے۔ اُن میں آٹھ صفات حسب صراحت سورہ تحریم قائم فرمائی ہیں جن میں اول درجہ اسلام وایمان ہے اس سے سمجھ لیں کہ یہ کیسی تھیں بلکہ انکو ازواج نوح علیہ السلام و لوط علیہ السلام سے جو کہ کافرہ محض تھیں۔ تمثال فرمایا ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر و تفسیر بیضاوی وغیرہ اگر یہ تفاسیر میسر نہ ہوں تو ملاحظہ فرمائیے وہ قرآن مجید مترجم جسے مولوی ممتاز علی صاحب سنی المذہب نے میرٹھ میں حمائل رنگ دیکر بار ترجمہ چھپوایا ہے اسمیں سورۂ تحریم کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ جن ازواج نبی پر الزام افشائے راز نبی قائم ہوا ہے۔ وہ

وہ حفصہ اور عائشہ ہیں دوسری صاحبزادی آپ کی اسماء ذات النطاقین ہیں۔ جنکے ساتھ زبیر ممبر مجوزہ عشرہ مبشرہ نے متعہ کیا اور عبداللہ ابن زبیر جنکے وجود ذی جود کے باعث کعبہ معظمہ کی حرمت آپکے پنچایتی خلیفہ ہفتم عبدالملک کے حکم سے حجاج کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ دیکھو کتاب التاریخ طبری و اخبار الزمان مسعودی و تاریخ ابن اثیر جزری مگر مجھے یہاں ایک خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں آپ مطابق تحریر رسالہ ثمرۂ ایمان اللہ میاں کو بھی رافضی خارجی نہ کہہ دیں۔ اور یہ حکم لگا دیں کہ خداوند تبارک و تعالے کو بھی معاذ اللہ سوائے ظلمت کے کچھ نظر نہ آیا۔ اب رہے حضرت عمر انکے عالی خاندان ہونے کا حال کتب معتبرہ اہلسنت سے کچھ مجملاً عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس کے مفصل عرض کرنے سے مجھے سخت الجھن ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انکے اظہار نسب میں اعلے درجہ کے محاسب کی ضرورت ہے۔ تین پشت تک کچھ ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ میرے جیسا کم علم بمشکل انکو صاف کرکے بتلا سکتا ہے۔ کہ خلیفہ صاحب اپنے والدین کے مقابلہ میں کیا کہلوانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

میں نے چونکہ پٹواری کا کام نہیں کیا اور نہ کبھی شجرہ نسب بنایا ہے۔ لہذا حسابی قاعدہ سے متعذر ہو کر کتب معتبرہ اہلسنت میں جو حضرت عمر کا نسب نامہ لکھا ہے پیش کرتا ہوں۔ خود ملاحظہ فرما کر نوعیت نسب قائم فرمالی جاوے۔ کتاب معارف تاریخ ابن کثیر شامی مثالب کلبی۔ روض الانف ملاحظہ فرمالیں۔ سارا پتہ چل جاوے گا۔ میرے مخاطبین چونکہ حضرت عمر کو اپنا پیشوائے دین جانتے ہیں اور سب سے زیادہ انکی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ بنا بریں مجھ کو تہذیب اجازت نہیں دیتی کہ اُنکے نسب کے کچے سوت کو عوام میں جولاہا بنکر سلجھاؤں۔ ولیکن بطور معما جسے صاحبان عقل و فراست سمجھ لیں۔ کچھ اشارہ دیتا ہوں۔ خالد بن ولید جنکو ہمارے مخاطبین مسلمانوں کا پہلوان بلکہ اس سے بڑھکر سیف اللہ جانتے ہیں اسلام خوب یاد آیا جنہوں نے مالک بن نویرہ صحابی رسول خدا کو بالزام ارتداد قتل کرکے بلا انتظار عدت اُسی شب کو اس کی زوجہ سے ہم بستری کی تھی۔ حضرت عمر کو ابن حنتمہ کہا کرتے تھے۔ باپ کا نام چھوڑ کر کسی شخص کو ماں کے نام سے بین العوام والخواص پکارنا پتے کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً چمبیلی یا بہاردیا بالی یا دل پسند کا بیٹا جب کسی کو کہا جاوے گا۔ تو فوراً سننے والا بات کی تہ کو پہنچ جائیگا۔ اور کمال نسب کو تاڑ جائے گا۔ پس حضرت سیف اللہ کا ایسے ذی عزت شخص کو جو کہ سلطنت اسلام کا زبردست مالک تھا حنتمہ کے نام سے پکارنا۔ ان واقعات کا موید

ہے جو کتب مذکورہ بالا میں لکھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ازالۃ الخفاء مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب
کے صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے۔ کہ عمرو ابن عاص وزیر معاویہ حضرت عمر کی طہارت
ولادت میں قدح کیا کرتے تھے یہ بات کالشمس فی النہار روشن و مبرہن ہے کہ اپنے جنس کے
آدمی کو ہر شخص اچھی طرح جانا پہچانا کرتا ہے۔ خیریت ہے یہ بزرگوار بھی ابن کثیر تھے۔ ہر شخص
گو کیسا ہی جاہل ہو اپنی دو تین پشت تک کا پتہ اوپر چلا سکتا ہے۔ مگر حضرت عمر کچھ ایسے بھولے
بھالے اور سادہ طبیعت واقع ہوئے تھے۔ کہ عند الاستفسار اہل ما کچھ اوپر تک اپنا نسب نامہ
نہ بتا سکے۔ ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا صفحہ ۲۱۵ قطع نظر ان سب باتوں کے ایک اور بات ایسی ہے
جس سے مجھ کو کیا ہر سننے والے کو بڑا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے اور ان سب واقعات کی بخوبی تائید ہو سکتی
ہے جن کو بعد ملاحظہ کتب ناظرین معلوم کر سکتے ہیں وہ بات یہ ہے کنز العمال کے باب الحدود
میں صفحہ ۲۳۹ پر لکھا ہے۔ کہ ابوہریرہ نے حدیث بیان کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ولد الحرام
شر الثلاثۃ ہوتا ہے یعنی زانیہ و زانی سے یہ تیسرا نتیجہ زنا بدتر ہوتا ہے شیخ عبد اللہ ابن حضرت
عمر یہ سنکر گھبرا گئے اور چیں بجبیں ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ یہ حدیث غلط ہے۔ بلکہ زنا زادہ
خیر الثلاثۃ ہوتا ہے میں سمجھ نہیں سکتا کہ بمخالفت ابوہریرہ تکذیب حدیث نبوی کر کے
عبد اللہ ابن عمر کیوں ولد الزنا کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے جسکی برائی پر تمام عالم کو
اتفاق ہے۔ ضرور ہے کہ ولد الحرام کے اچھا سمجھنے میں انکے لئے کوئی نہ کوئی اچھا و عمدہ
پہلو نکلتا ہوگا ورنہ ایسی بات پر جسکی برائی مسلمات عالم سے ہے کبھی اظہار نہ فرماتے معلوم
ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص کو جن کو تمام عالم برا جانتا ہے اچھا سمجھنے میں مدعیان کا کوئی خاص
فائدہ ہے۔ امام راغب اصفہانی۔ کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں کہ حلالی سے حرامی نجیب تر
ہوتا ہے۔ اور نیز اس کے قوائے بدن چاق و درست و مضبوط ہوتے ہیں۔ بایں وجہ کہ جب
آدمی منکوحہ عورت سے گرم مباشرت ہوتا ہے تو بوجہ مشق روزانہ چونکہ طبیعت سیر ہوتی ہے
نطفہ پورا نہیں ہوتا۔ کچھ اپنی خواہش کچھ گھر والی کی خاطر داری سے گھس پھس کر لیا جاتا ہے
اسی وجہ سے بچہ کمزور اور رنج لیجا ہوتا ہے۔ اور جو بروی زنا اولاد ہوتی ہے سبحان اللہ اس
کا کیا کہنا بوقت مجامعت جانبین کا اشتیاق نہ بدل پر ہوتا ہے۔ نیز ادھر ادھر ہو کے
سے گھڑی دو گھڑی ملنے کا اتفاق بہم پہنچتا ہے۔ عالم جوش میں بشدت انتشار نطفہ سے
رگیں کھنچتی پڑتی ہیں۔ فرط شوق و ذوق سے نہایت چستی و تیزی کر کے نطفہ داخل رحم ہوتا

ہے۔ اس کیساتھ جو ہر بدن متحرک ہو کر مل ملا کر جاتا ہے۔ جس سے بچہ قوی اور عقیل و نجیب حاصل
ہوتا ہے۔ عبارت ہادی مضمون بالا متعلق یہ ہے (قال قد اثبتہ اولاد الزنا انجب لان
الرجل یزنی بشہوۃ ونشاط فیخرج الولد کاملاً وما یکون علی الحلال فمن تصنع
الرجل الی المراۃ) علامہ قطب الدین شیرازی نے تو عقل و دانش کو حرامی کی ذات سے
مخصوص کر دیا ہے چنانچہ کتاب احقاق الحق میں بحوالہ منزہۃ القلوب لکھا ہے کہ معاویہ علیہ عمرو
عاص کو جو حدت ذہن و ذہانت عقل و ذکا طبیعت در مادہ متانت و فطانت حاصل تھا۔
اسکی وجہ یہی ہے کہ دونو بزرگوار زنے ہی تھے عبارت یہ ہے (قال قد اثبتہا اولاد الزنا
نقد انجب لان الرجل یزنی بشہوۃ النشاۃ فیخرج الولد کاملاً وما یکون من
الحلال فمن تصنع الرجل الی المراۃ ولہذا کان عمر ابن العاص ومعاویہ
من دہاۃ الناس ثم ساق الکلام فی بیان نسبہا علی وجہ ذکر فی کتاب ربیع
الابرار ثم زاد علی ذالک وقال منہم زیاد بن ابیہ بقول الشاعر ؎

(الا ابلغ معاویہ بن حرب   مغلغلۃ من الرجل الیمانی
اتغضب ان یقال ابوک عفیف   وترضی ان یکون ابوک زانی)

ان معاملات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے مدعیان کو ایسے لوگوں کیساتھ کوئی ایسی خصوصیت
تھی کہ جس سے بدلائل فلسفی انکے فضائل چھانٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ تاکہ ٹکسالی بچوں
کو عام نگاہوں میں وقعت حاصل ہو جاوے۔ اور افواج روسیہ کی طرح سے سب موٹے تازے جیت
و قوی بن جاویں۔ کوئی اسکو بقاعدہ تثلیث خیر الثلاثہ کہتا ہے۔ کوئی صاحب ولد الحلال سے
افضل بلکہ نجیب تر فرماتے ہیں۔ ایک حضرت عقل و دانش اسی کی ذات سے جب بیان کرتے
ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے الٹ پھیر والے خوش نسب کی اس ترکیب سے عیب پوشی
منظور ہے عمرو عاص و معاویہ کو جو دہاۃ الناس یعنے عاقل و فرزانہ محض بوجہ متذکرہ بالا
بیان کیا گیا ہے اس کی کوئی خاص بات ہم معلوم نہیں ہوتی کہ دونوں غیر معمولی مولود نے
ایسا کیا نمایاں کام کیا ہے جس سے امتحان عقل و دانش میں تعریف کیا تھا یا س حاصل کیا
ہے۔ سوچتے سوچتے ایک بات کا پتہ لگا ہے کہ ان ہر دو بزرگوار نے دو زیرے جفن شہریار سے
چنان) بنگر خلندان رسول سے آئی ہوئی حکومت کو نکالا علانیہ ممبر و نیز حضرت امیر کو برا کہا
اور کہلوایا سہزاروں حدیثیں اپنی اور اپنے محسنوں کی تعریف میں بنوائیں سبط اکبر رسول کو حضرت

ابی بکر کی ہمشیرزادے کے ذریعہ زہر دغا بلوایا۔ انکے مرنے کی خبر سنکر خوشی کی تکبیریں کہیں
چنانچہ مولانا ابو الکلام آزاد صاحب الہلال مطبوعہ ۱۲ار فروری ۱۹۱۳ء کالم ۲ سطر ۲۷
صد ۹ پر قمطراز ہیں دفن تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے
بڑا قومی اثر حکومت کا ہوتا ہے مسلمانوں کو ہمیشہ اس بات کا فخر حاصل رہیگا کہ ان کا قلم
تلوار سے نہیں دبا۔ حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کی زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے نوّے برس
تک سندھ سے ایشیا کو چک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ پر تبرا کہلایا یعنکڑوں
ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوامیہ عباسیوں کے زمانہ میں ایک
ایک خلیفہ کے نام پیشینگوئیاں حدیثوں میں داخل ہوگئیں لیکن نتیجہ کیا ہوا عین اُسی زمانہ
میں محدثین نے علانیہ منادی کردی کہ یہ سب جھوٹی روائتیں ہیں۔ آج حدیث کا فن اس
خس و خاشاک سے بالکل پاک ہے اور بنوامیہ و عباسیہ جو ظل اللہ و جانشین پیغمبر بنے تھے
اسی مقام پر نظر آتے ہیں۔ جہاں انکو ہونا چاہئے تھا۔ نامی صاحب فرمایئے اب بھی آپ معاویہ
کو اس جرم سے بری فرماکر دعوی کریں گے کہ یہ باتیں رافضیوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ ان کی
اصلیت بخوبی معلوم آپکو معاویہ کی محبت کہاں پہنچا کر رہے گی۔ ہر چند کہ خلیفہ دوم بھی جن
کی نسبت یہ بحث پیش ہے اہلسنت کے نزدیک باوصف طول قامت اعلے درجہ کے مدبرین
میں محسوب ہیں مگر ابن عاص و معاویہ کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس کے چند وجوہ ہیں اول یہ
کہ عمرو عاص کثیر التعداد اشخاص کا نطفہ تھا اور حضرت عمر خواہ شخص واحد کے ثابت ہوئے
ہیں ابن کثیر و ابن قلیل میں ضرور کچھ فرق ہونا چاہئے۔ دوم عمر ابن عاص بقول صاحب
تحفہ مندرجہ باب دہم ابوبکر و عمر کا اُستاد تھا شاگرد اور استاد میں امتیاز ہونا ضروری ہے
سوم حضرت عمر نے جناب امیر کو انکے خداداد حق پر قبضہ کرنے نہ دیا۔ بلکہ اپنی عقلمندی و
دانائی سے پہلے ایک ورق سادہ یعنے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور خود وزیر بنکر جو چاہا
اہلبیت اطہار کے حق میں کیا بالآخر بروئے استخلاف خود بادشاہ بن گئے۔ معاویہ و
عمرو عاص نے بڑھی ہوئی کارروائی کی کہ قبضہ پائی ہوئی خلافت و حکومت کو بزور تدبیر
و جدال و قتال حضرت علیؑ کے دست تصرف سے نکالا۔ پس کسی شخص کو اس کی چیز
پر قبضہ نہ دینا اتنا قابل تعریف و تحسین نہیں۔ جتنا کہ جمی ہوئی سلطنت سے قبضہ اُٹھا
دینا داخل عقلمندی سمجھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کارگزاریوں کے لئے عقل و تمیز

کا مبران و بزرگوار و پر ڈالا گیا۔ فردوسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں

نباشد جز از بے پدر دشمنش   کہ یزداں بسوزد بہ آتش تنش

یا عبد الرحیم خانخاناں فرماتے ہیں۔ شعر

محبت شاہ مرداں مجو ز بے پدرے   کہ دست غیر گرفت است پائے مادرِ او

حافظ علیہ الرحمہ کا ایک شعر اور سن لیجیے۔ شعر

حرامزادہ و بدکیش و شوم و بے بنیاد   بہ دوستی علیؑ کے کجا کند اقرار

اگرچہ یہاں پر مجھ کو شرافت نسبی و اقتدار قومی حضرات ثلاثہ کا دکھانا منظور تھا۔ مگر اس ضمن میں تھوڑا سا سامنا مخالفت اہلبیت بھی آگیا۔ جسے اپنے موقعہ پر مفصل ذکر کروں گا۔

حضرات ثلاثہ کا ظاہری ایمان اور انکا بحالت اسلام کفار قریش سے تعلق

ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کے کاہنوں نے شیخین کو خبر دی تھی۔ کہ تم ایک مدعی نبوت کے جانشین ہو کر لذائذ حکومت سے بہرہ یاب ہو گے۔ اسی طرح عبد الحق صاحب محدث دہلوی تکمیل المومنین میں رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ایک خواب دیکھا اسکی تعبیر ایک راہب سے دریافت کی۔ راہب نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ کہا مکہ کا اس نے کہا تیرا قبیلہ کونسا ہے کہا بنی تیم۔ کہا تیرا پیشہ کیا ہے۔ کہا تجارت راہب نے کہا تیرے زمانے میں ایک شخص محمدؐ امین نام نکلیگا اور وہ قبیلہ بنی ہاشم سے ہو گا۔ اگر تو اس پر ایمان ظاہر کرے گا تو تجھے دنیاوی اعزاز حاصل ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب حضرت عمر کا حال سنیئے مورخین لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بوجہ عداوت قلبی جو ان کو آنحضرتؐ سے تھی تلوار لے کر بارادہ قتل آنحضرت گھر سے نکلے جب آنحضرتؐ کے مکان پر پہنچے تو حضرت حمزہؓ رسولؐ خدا کے چچا جناب امیرؑ و دیگر صحابہ بیت الشرف نبوت پر تشریف فرما تھے۔ عمر کو دیکھ کر آپس میں تکرار ہونے لگا۔ یہاں تک کہ جناب فخر عالمؐ نے سنا باہر تشریف لائے۔ اور عمر کو دیکھ کر اسے گریبان سے پکڑا اور ایسا زور سے جھٹکا کہ آپکے رستم دستاں عمر ابن الخطاب منہ کے بل آرہے حضرت نے فرمایا اے عمر تو اپنی حرکات سے باز نہیں آتا۔ اگر تیری یہی شورش رہی تو میں خدا سے دعا کروں گا۔ کہ جن لفظوں میں ولید بن مغیرہ کو اس نے رسوا فرمایا ہے انہیں الفاظ میں تجھ کو عامۃ الناس کی نگاہوں میں ذلیل و خوار

فرمایئے۔ دیکھو صواعق محرقہ ابن حجر مکی و تاریخ الخلفا سیوطی و روضۃ الاحباب شیخ جمال الدین
محدث و دلائل النبوۃ امام بیہقی آپ کی طمانیت مزاج کے لیئے سوائے دلائل النبوۃ جو میرے
پاس نہیں ہے بقیہ ہر سہ کتب کی عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ آپ پر اتمام حجت کردوں کیا عجب
ہے کہ ان واقعات کے دیکھنے سے آپ شاہراہ ہدایت پر چلنے کی توفیق پائیں جس طرح بیان نورالدین
ساکن ٹپیار کی ہدایت کا سبب یہی بحث میر سجاد حسین صاحب مرحوم بارہوی کے ہاتھوں ہوئی
وما توفیقی الا باللہ۔

عبارت صواعق محرقہ

ینزل اللہ بک عن الخزی والنکال ما انزل بالولید ابن المغیرۃ ترجمہ آنحضرتؐ نے
عمر کو مخاطب کر کے فرمایا اے عمر خدا تجھ پر وہ ذلت و خواری رسوائی نازل کرے گا جو ولید ابن مغیرہ
پر وارد ہوا ہے عبارت تاریخ الخلفاء سیوطی ان النبی مخاطباً لعمر ما انت بہ منتہ
یا عمر حتی ینزل الیہ بک من الخزی والنکال ما انزل بالولید ابن مغیرہ ترجمہ
حسب بالا عبارت روضۃ الاحباب عمر در خانہ حمزہ رسید کوفت وے بیرون آمد دید کہ عمر شمشیر بردوش
نہادہ گفت اے عمر طمع داری کہ بر محمدؐ دست یابی و حالانکہ ما جماعتے ایم از فرزندان عبدالمطلب
این حکی کے بہم میرسد کہ تو ارادہ آن داری چون رسولؐ خدا نام عمر را شنید بیرون آمد و گفت اے عمر
مسلمان نشو والا حق تعالے برتو بفرستد آنچہ بفرستاد خدا ولید بن مغیرہ را عمر چون از
حضرتؐ این سخن بشنید از ہیبت بند بندش بلرزید و شمشیر از دست وے بیفتاد و بسر در پیش
افکند و گفت اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

میں یہاں پر حضرت عمر کی تعریف کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ انہوں نے اپنی ذاتی حالات پر نظر
کر کے فوراً سے بھی پیشتر بخوف رسوائی کلمہ پڑھ لیا ورنہ ولید کی طرح انکی شان میں بھی کوئی آیہ نازل
ہوتی جو ہمیشہ تراویح میں پڑھی جاتی۔ اصل مطلب کی وضاحت کے لیئے وہ آیہ مبارکہ جو بحق
ولید نازل ہوئی ہے۔ اور جس سے حضرتؐ نے عمر کو ڈرایا قلمبند کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کرام
اس آیہ مبارکہ کو تلاوت فرما کر خود اندازہ لگالیں کہ حضرت عمر کو ولید سے کن امورات
میں مشابہت ہے۔ وہو ہذا۔

سورہ نون والقلم

ولا تطع کل حلاف مہین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل

لعد ذالک زنیم ان کان ذا مال و بنین اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین
سنسمہ علی الخرطوم) ترجمہ اے محمدؐ کسی مان ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل و غیبت کنندہ
و چغلخور و مانع امر خیر اور حد و الیہ سے باہر جانیوالے اور بد خو سخت کلام و نطفہ حرام کا۔
فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ہشتم مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۲۶۵ و صفحہ ۲۶۶ میں صاحب تفسیر
مدارک و تفسیر حسینی نے لکھا ہے کہ آیۂ مذکورہ بالا ولید کے حق میں نازل ہوئی۔ آیۂ موصوف
الصدر میں ولید کے دس عیبوں کا ذکر ہے۔ از ان جملہ سب سے آخر حرامزدگی کا ذکر ہے۔ اگر
جناب ثانی اس وقت ہم مرتبہ ولید نہ ہوتے۔ تو مخبر صادق کبھی ایسی دھمکی نہ دیتے کبھی اور قسم
کا خوف دلاتے یا ڈالتے مگر ولید کا ہمراز و ہمنوا بتلاتے۔ اگر حضرت عمر اس خوف سے ایمان
نہ لے آتے۔ تو ضرور تھا کہ حسب عادت آنحضرت ولید کی طرح خلاق عالم حضرت عمر کو بھی اس
خلعت فاخرہ سے سرفراز و ممتاز فرماتے۔ جو انکے پیر بھائی ولید کو عطا ہوا تھا۔
حضرت عمر چونکہ اپنی حالت سے بالنسبت دیگر اشخاص کے زیادہ عالم تھے۔ لہذا آپ ڈر گئے
کہ اگر میں اسلام قبول نہیں کرتا تو داخل شدہ مثل دفتر سے برآمد ہو کر عوام الناس کی واقفیت
کا سبب ہو جاوے گی۔ لہذا انہوں نے دائرہ اسلام میں قدم رکھکر پچھلی نازیبا حالت نسبی پر
پردہ ڈال دیا۔ حضرت عثمان اس خاندان عالی میں سے ہیں۔ اور بقول حضرت نامی ابوبکر کے
کہنے سے مسلمان ہوئے ہیں۔ جسے جناب احدیت نے قرآن مجید و فرقان حمید میں شجرۂ ملعونہ
کے نام نامی سے یاد فرمایا ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر و بیضاوی مگر یہاں پر مجھے صرف حضرت
عثمان کا ایک قول اور لکھنا ہے۔ علامہ ابن اثیر اس موقع پر جبکہ معاویہ نے جناب
امیرؑ و طلحہ و زبیر سے بیعت کے لئے کہا۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے بیعت سے انکار
فرمایا۔ اور کہا تجھے خلافت سے کیا تعلق ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ بتائید فرزند جگر خوارہ
حضرت عثمان نے فرمایا کہ ہاں ہاں میرا بھتیجا سچ کہتا ہے۔ میں تم سے اپنی خلافت کا
حال کہتا ہوں مجھ سے پیشتر جو دو شخص خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے نفس پر ظلم
کیا اور ان لوگوں پر بھی جو انکے عزیز تھے۔ رسول خدا بھی اپنے عزیزوں کو دیا کرتے تھے
(وان فی رھط اہل عیلہ و قلۃ معاش) یعنی میں ایسے گروہ میں ہوں جو اہل فقر و قلت
معاش ہیں۔ میں نے اب اپنے ہاتھوں کو کچھ فراخ کیا ہے۔ اس امر میں اگر خطا سمجھتے ہو۔ تو
اس مال کو واپس لے لو۔ ملاحظہ ہو تاریخ کامل جزو ثالث صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر مجھے ان تمام

واقعات کی نسبت کسی طرح کی رائے دینے کی ضرورت نہیں وہ خود صاف و صریح ہیں حضرات ثلاثہ کیا بہ حیثیت غرافت قبیلہ اور کیا بہ حیثیت نسب و حسب اور کیا بہ حیثیت اقرار حضرت عثمان کے جب وہ خلیفہ ہوئے اور بیت المال پر قبضہ پایا اور ہاتھ فراخ ہوا تو خاطر خواہ اپنے قبیلہ والوں کو دیا - آپ خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ ان حضرات کا اسلام حقیقی تھا یا ظاہری +

حضرات ثلاثہ کے تعلقات کفار قریش کیساتھ بعد قبولیت اسلام ظاہری

اب میں ذرا اس امر کو توجہ کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ ان حضرات پر عزیز و اقارب کی مفارقت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں اور دوسرے اس امر کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان حضرات نے پیغمبر کا اس وقت ساتھ دیا جبکہ اُن کا کوئی رفیق و غمگسار نہ تھا؟

عزیز و اقارب کی جدائی کا اطلاق اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اُن سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے ورنہ اسے مفارقت نہیں کہتے کہ تعلقات تو بدستور قائم ہوں محض کاہنوں کی پیشینگوئیوں کے ظہور کے منتظر رہنے یا اپنے ذاتی اغراض کے لئے مفارقت کی جاوے جس طرح کوئی سوداگر بغرض منافع اپنے شہر کو چند روز کے لئے چھوڑتا ہے چنانچہ آپ کو دکھلائینگے کہ ان حضرات نے کہاں تک تعلقات کو چھوڑ کر مفارقت اختیار کی تھی صاحب روضۃ الاحباب جو اکابر و اعاظم علمائے اہلسنت ہیں اور شیخین دہلوی یعنے عبدالحق و عبدالعزیز کے مشیخ ہیں - متعلق عقد عائشہ آخر سال دہم نبوت میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مشاطہ جو زوجہ عثمان بن مطعم تھی اور اسکا نام خولہ بنت حکیم تھا - جن کا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے جس سے حضرت عمر نے اسلام کرکے بیٹے تکا سا جواب پایا تھا - پیغمبرخدا سے جا کر عرض کیا کہ آپ عقد کیوں نہیں فرماتے - آپ نے کہا کس سے خولہ نے عرض کیا کہ اگر باکرہ چاہیں تو ابوبکر کی قرۃ العین موجود اور اگر زن بیوہ کی خواہش ہو تو سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لائی ہے آنحضرت نے دونوں کی سلسلہ جنبانی کو کہا وہ پہلے ابوبکر کے گھر آئی اور انہیں پیغام دیا - جواب ملا کہ میں بہ حیثیت اسلام آنحضرت کا بھائی ہوں - کس طرح حضرت بھتیجی سے عقد کریں گے خولہ نے واپس آنکر آنحضرت سے یہ عذر بیان کیا - آپ نے کہا کہ ابوبکر صاحب میرے رضاعی اور نسبی بھائی نہیں - ابوبکر کو مشاطہ نے واپس آن کر مطمئن کیا - مگر کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ

میں تو اپنی لڑکی کا خطبہ مطعم ابن عدی کے لڑکے سے کر چکا ہوں اور اب خلاف وعدہ کیسے کیا
جاوے۔ آخر کار مشاط کو اپنے گھر چھوڑا اور خود مطعم کے گھر گئے۔ زوجہ مطعم آتے دیکھکر دور
ہی سے چلائی کہ تو جس غرض سے آتا ہے وہ مراد پوری نہ ہوگی۔ تو چاہتا ہے کہ بیٹی دے
کر ہم کو ہمارے دین سے پھیرے یہ کبھی نہ ہوگا۔ ابوبکر یہ سنکر مطعم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے
بھی اپنی زوجہ کی تائید کی۔ ابوبکر واپس آئے اور مشاط سے حقیقت ظاہر کی وہ پیغمبر خدا کے
پاس آئی اور عائشہ سے آنحضرت کا عقد ہوا۔ دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۰۵ کیا یہ واقعہ اس امر کی
دلیل بین نہیں۔ کہ بعد اسلام ابوبکر کے تعلقات کفار قریش سے برابر جاری و ساری تھے
بہرحال انکی نسبت یہ دعوے کرنا سراسر فضول ہوگا کہ انہوں نے مفارقت عزیزاں گوارا کی
ترک وطن کو مفارقت عزیزاں نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اگر اپنا وطن نہ چھوڑا جاوے اور عزیزوں سے
قطعی منہ موڑا جاوے۔ اسی کا نام مفارقت عزیزاں ہے۔ ایک اور واقعہ حضرت ابوبکر کا
دکھلاتا ہوں جس سے آپ کا گہرا تعلق کفار قریش سے ثابت ہوگا۔

صاحب روضۃ الاحباب رقمطراز ہیں کہ ابوبکر بھی حسب الاجازہ پیغمبر ہجرت حبش کے لئے
روانہ ہوئے تھے۔ راستہ میں آپ سے ابن الدغنہ جو سردار قبیلہ قارہ تھا اور بروایت معارج
النبوۃ صفحہ ۲۴ مطبوعہ بمبئی حارث ابن زید کہ سردار قبیلہ بنی بکر تھا۔ ملا دریافت پر ابوبکر کو اپنی
پناہ میں لیا۔ چنانچہ کفار قریش نے آئندہ ان سے کہ وہ ایک سردار قبیلہ کی منجملہ کفار قریش
پناہ میں ہیں۔ کچھ مزاحمت نہیں کی دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ لکھنؤ جس طرح حضرت
ابوبکر کے تعلقات دوستانہ کفار قریش سے جاری تھے۔ ویسے ہی حضرت عمر و حضرت عثمان
کے بھی تھے۔ جسے مختصراً عرض کرتا ہوں۔ ترمذی نے اپنی سند متصل سے اپنی صحیح میں
اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول خدا نے ایک حلہ ریشمین حضرت عمر کو
عنایت فرمایا۔ انہوں نے پوچھا میں اسے پہن سکتا ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر بیچکر
اپنی ضرورت میں صرف کرو۔ عمر نے بجائے تعمیل حکم پیغمبر اس حلہ کو اپنے مشرک بھائی
کو برادرانہ محبت کے صلہ میں دیدیا اور اس نے پہنا ہے۔ حضرت عثمان انکے تعلقات کفار
سے اس درجہ پر تھے کہ جس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بروز فتح مکہ برخلاف
منشائے پیغمبر اپنے ایک ایسے بھائی کی سفارش پیغمبر سے کی اور اسکو چھپایا جس کا
خون رسول خدا نے ہدر کیا ہوا تھا۔ شاید یہ حکم پیغمبر حضرت عثمان کے نزدیک قابل تعمیل نہ تھا

یا اس وقت بھی آنحضرتؐ بقول حضرت عمر مصداق - ان الرجل لیہجر ہوں کہ آپ نے پردہ نشینی اور اسے چھپا رکھا اور اس کے بچانے کی سعی کرتے رہے اور جسے وما ینطق عن الہویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے حکم کی کیا خوب تعمیل کی گئی - یہ ہیں آپکے پیروان نبوی پیغمبر عثمان کی سفارش سنکر خاموش ہو رہے کہ قبل ازیں کہ میں کوئی حکم دوں - لوگ اسے قتل کریں - دیکھو سیرہ ہشام ودیگر کتب سیر ومغازی -

حضرات ثلاثہ کا جان ومال سے اعانت اسلام کرنا!

ہمارے مخاطب مسٹر مظہر صاحب سوانح صدیق صد۱۲ سطر ۱۸ ۱۹ میں رقمطراز ہیں (اس سعادت کے حصول کے لئے انہوں نے جان ومال تک کی پرواہ نہ کی - عرب میں کوئی خاندان ایسا نہیں ہوا جسے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہو) جناب بندہ اگر کوئی کسی کی اعانت کرسکتا ہے - تو تین چیزوں سے اعوان وانصار یا جان ومال سے اس کی بابت مسٹر مظہر صاحب کو کچھ تفصیل وکھلانی تھی - کہ خلفاء ثلاثہ کے کس قدر اعوان وانصار تھے - اور کون کون انکی قوم وبرادری سے پیغمبرؐ کے کام آئے - اور انہوں نے کیا کیا کام کیا اور کس کس نے اپنی جان صرف کی - پیغمبرؐ کے کونسے دشمن کو قتل وزخمی کیا - اور خود کے زخم کھائے اور کس کے مقابل صرف یہی لکھ دیا کہ جنگ بدر کے موقع پر وہ رسول صلعم کے آگے تلوار نکال کر کھڑے ہوگئے - کہ حضور دشمنوں کی زد سے محفوظ رہیں جس وقت کوئی دشمن آپؐ پر حملہ کرتا - تو وہ شیر کی مانند اس پر جھپٹتے - کسی کو للکارتے کسی کو مارتے - غرض حضور کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرتے - دیکھو سوانح صدیق صد۱۵ سطر ۱ و ۲ آپکی اس تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بوڑھا شیر جنگ بدر میں ایسا بھیرا کہ ہزاروں کا کیت کیا - مگر افسوس کہ مظہر صاحب کو آپ کے مقتولین ومجروحین کی تعداد معلوم نہ ہوسکی - بھلا اگر دو چار مقتول یا دس بیس زخمی ہوتے تو اہل سیر ومغازی لکھتے - مگر یہاں کیا معلوم ہوسکتا تھا - جیا نہ گنتی ہی نہ ہو -

درید و برید و شکست و بہ بست ۔۔۔ سر پشہ و کہک و موشاں مست

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ خود ان حضرات کی اپنے قبیلہ میں کوئی عزت وآبرو نہ تھی اور دوسرے قبائل کے مقابلہ میں انکا قبیلہ کوئی وقعت وعزت نہ رکھتا تھا - مگر اس مقام پر بھی یاد دہانی کے لئے میں دو شہادتیں پیش کرتا ہوں - فاضل ابن روزبہان کتاب ابطال

الباطل میں لکھتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے ۔ (والغرض انہ لم یرد بہ قوم عائشہ وھم
بنو تیم فانھم لم یکونوا ذلک الیوم من الاعیان فی قریش ولم یرد بہ ابابکر
وطلحۃ کما لا یخفی) خلاصہ یہ ہے کہ بنی تیم اعیان قریش سے نہ تھے) اور ناصر الدین بیضاوی
کتاب طوالع میں لکھتے ہیں (کان ابوبکرؓ شیخاً ضعیفاً خاشعاً سلیماً عدیم المال
وقلیل الاعوان) شمس الدین اصفہانی شارح طوالع نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ آپ ذرا
تعصب کی عینک کو آنکھوں سے اتار کر دیکھئے کہ یہ بزرگوار کس پایہ کے معزز و محترم تھے اور کس درجہ
کے مالدار تھے ۔ کہ سمجھا جاوے انہوں نے پیغمبرؐ کے مال سے مدد کی ۔ جب حضرت ابوبکر کی نسبت
یہ امر تحقیق ہو چکا ۔ کہ آپ عدیم المال و قلیل الاعوان تھے ۔ تو ایسے شخص سے کیا امید ہو
سکتی ہے کہ وہ کسی کی اعانت مال و اعوان و انصار سے کرے ۔ آنحضرتؐ کا معاون و مددگار
سوائے بنی ہاشم کوئی فرقہ اور قبیلہ قرار نہیں پاتا چنانچہ صاحب معارج النبوہ بروایت ابن
اسحاق لکھتے ہیں کہ تا حیات حضرت ابوطالبؑ کسی فرد بشر کی کفار قریش سے یہ مجال
نہ تھی کہ آنحضرتؐ کو تکلیف پہنچاتا ۔ اور صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ جمیع مورخین صہ ۹۵
پر ارقام فرماتے ہیں (چون کفار قریش دیدند کہ اسلام روز بروز ترقی میگیرد و کار پیغمبرؐ
ترقی می باید حسد و بغی و عداوت ایشان زیادہ شد لیکن برآں بہر فرد دست نداشتند زیرا
کہ ابوطالبؑ بغایت حمایت میکرد و بنو ہاشم و بنو مطلب او برادران حمایت مساعدت
می نمودند ۔

آنحضرتؐ کی زندگی میں آپکے لئے نہایت سختی و مصیبت کا وہ زمانہ گذرا ہے ۔ جسے محصوری
شعب ابی طالبؑ کہتے ہیں ۔ کامل ابن اثیر و دیگر مورخین نے اس زمانہ میں اس عہد نامہ
کا بھی ذکر کیا ہے ۔ جسے کفار نے لکھکر کعبہ میں لٹکایا تھا ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے ۔ کہ وہ
زمانہ آنحضرتؐ پر و دیگر بنو ہاشم پر تکلیف و مصیبت کا گذرا ہے ۔ لیکن اس مصیبت سے بھی
رہائی حضرت ابی طالبؑ نے دلائی جو آنحضرتؐ کے سرپرست و مربی تھے اور اس مصیبت
عظمے و داہیہ کبرےٰ کے وقت میں جو امداد و نصرت ہوئی وہ سب حضرت ابوطالبؑ کے حصہ میں
آئی ۔ یہ بھی مورخین نے تصریح کر دی ہے کہ شعب ابی طالبؑ میں سوائے بنی ہاشم اور کوئی نہ تھا
یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ ہمارے نامی و منظہر کبے ہیرو اس مصیبت میں شریک پیغمبرؐ نہ تھے ۔ اپنے
گھروں میں چین سے مزے اڑاتے تھے ۔ جناب من جبکہ آپکے ممدوحین کی امداد کا پتہ کسی خبر واحد

سے بھی نہیں ملتا تو پھر آپ کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے جان و مال سے مدد کی کہاں تک خلاف واقع ہے جان سے امداد دینا تو غزوات کے موقعہ پر لکھونگا۔ مگر یہاں پر مالی امداد کی نسبت آزادانہ رائے ظاہر کردوں۔ یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ہمارے مخاطب صاحبان کے ہیرو کس قدر دولتمند تھے اور انکا پیشہ کس قدر انکو صاحب دولت بنا سکتا تھا۔ علامہ ناصر الدین بیضاوی کی وہ رائے بھی بھولنے کے قابل نہیں کہ وہ محض مفلس و قلاش تھے اور نیز حضرت عثمان کا وہ اقرار جیسے ہم تاریخ کامل سے لکھ آئے ہیں کہ میں محض مفلس و نادار تھا۔ مسلمان ہونے سے میرے ہاتھ فراخ ہوئے۔ ان باتوں کے علاوہ ہمارے مخاطبین کا فرض تھا کہ وہ ہر واقعہ امداد کا بالتفصیل ذکر کرکے نشان دیتے کہ فلاں فلاں موقع پر یہ جانی و مالی امداد کی گئی۔ آپ کی اس چیستاں نویسی کے سبب مجھے اوراق تاریخ و سیر میں الٹ پھیر کرنی پڑی۔ تو مجھے بجز حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجہ آنحضرتؐ کے جنہوں نے قبل از شادی اپنی تجارت میں رسول اکرمؐ کو شریک کرلیا تھا۔ اور بعد شادی تو پیغمبرؐ انکے تمام مال و اسباب کے مالک ہو گئے تھے اور کوئی مالی امداد کرنیوالا دکھائی نہ دیا حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی نسبت کسی مورخ کو انکار نہیں کہ وہ عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور دولتمند تھیں۔ انکے بعد اگر کوئی صاحب مال و دولت نظر آتا ہے۔ تو وہ بھی آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ نظر آتے ہیں۔ سوائے ازیں ہم کو کوئی موقعہ ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ کہ آنحضرتؐ کو مالی امداد کی ضرورت پیش آئی ہو۔ البتہ ایک موقعہ ایسا ضرور پیش آیا۔ کہ حضرت ابوبکر اگر چاہتے آنحضرت کی امداد مال سے کر سکتے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت ابوبکر کی نور چشم آنحضرتؐ کے عقد میں آچکی ہیں اور پیغمبرؐ ابوبکر کو خسر بنا چکے ہیں اور مکہ سے ہجرت کا تہیہ ہو چکا ہے۔ لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بوڑھے خسر نے موقع ملنے پر بھی اپنے داماد کی مال سے امداد نہ کی۔ بلکہ جہاں تک ہو سکا ایسی مصیبت کیوقت میں آنحضرتؐ سے سودا کیا گیا۔ کیونکہ ہو بقول منظر آپ تاجر تھے اور تاجر کا کام ہے کہ جب موقعہ دے فائدہ اٹھاوے۔ چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ صاحب روضۃ الاحباب ارقام فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا کا قصد مصمم ہجرت کا ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ یکے ازیں دو شتر مرا قبول کن حضرتؐ فرمود قبول نمایم بہ بہا و روایتے آنکہ شترے کہ از من نباشد سوار نمی شوم۔ ابوبکر گفت یا رسول اللہ ازاں تست فرمود نے ولکن بہا ئیکہ خریدہ آں میگیرم

از تو ابو بکر گفت چوں خاطر مبارکت چنیں میخواہد بہا بگیر۔ واقدی آوردہ کہ بہائے آں ہشت
صد درم بود دیکھو صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ لکھنو۔ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ آٹھ سو درم کو یہ ایک
اونٹ ابو بکر سے پیغمبر نے خریدا اور واقدی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو اونٹ ابو بکر
نے آٹھ سو درم پر خریدے تھے۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ جب دو اونٹ آٹھ سو درم کو خریدے
تھے تو ایک اونٹ کی قیمت چار سو درم ہی۔ انکو پیغمبر سے لینا چاہئے تھا نہ کہ آٹھ سو درم
پوری قیمت دونو اونٹوں کی۔

صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کے پاس دو اونٹ تھے جنکو چار سو درم و
بروایتے آٹھ سو درم کے عوض خریدا تھا۔ اور چار ماہ تک انہیں گھاس وغیرہ کھلا کر موٹا کیا
ہوا تھا ان دونوں کو آنحضرت کی خدمت میں حاضر کیا۔ تا کہ ایک کو حضرت قبول فرماویں۔
حضرت نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا۔ مگر بشرط ابتیاع تب نو سو درہم کو حضرت نے ان دونوں
میں سے ایک کو خریدا اور یہ تحقیق کہ خرید کرنے میں اس ناقہ کے صدیق اکبر سے باوجود نہایت
صدق و وداد اور اتحاد کی حکمت یہ تھی کہ آنحضرت نے چاہا کہ راہ خدا میں کسی سے استمداد
و اعانت نہ ہونا تھیں۔ دیکھو منہاج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم مطبوعہ لکھنو اس روایت
سے پایا جاتا ہے کہ ابو بکر نے دو دونوں اونٹ آٹھ سو درہم کو خریدے ہوئے تھے۔ جن میں سے
ایک کو بعوض ۹۰۰ درم آنحضرت کے پاس فروخت کیا مجھے بہت افسوس ہے کہ اگر وہ دونوں ناقے
چار سو درم کے خریدے ہوئے تھے تب ایک کی قیمت دو سو درم ہوتی ہے لیکن حضرت ابو بکر نے
سات سو درہم کے منافع پر آنحضرت کے پاس بھیجدیا۔ اور اگر مطابق تحقیق واقدی حضرت ابو بکر
کی دونوں اونٹوں کی خرید آٹھ سو درہم تسلیم کئے جاویں۔ تب بھی ایک کی قیمت چار سو درہم
ہوتے ہیں۔ لیکن اصلی چار سو کے عوض پانچسو منافع علاوہ زر قیمت کے لیکر حضرت کے
ہاتھ فروخت کیا۔ اس واقعہ کے دریافت کے بعد کیا یہ کہنا قابل شرم نہیں۔ کہ ان بزرگوں
نے پیغمبر کی مال سے امداد کی۔ مگر یہاں پر یہ امر غور طلب ہے کہ راہ خدا میں آنحضرت کسی کی
امداد و اعانت نہیں چاہتے تھے۔ جیسا کہ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی کی تحقیقات سے ظاہر کیا
گیا ہے۔ یہ بالکل غلط دعوے ہے کہ پیغمبر کی امداد مال سے ان حضرات نے کی جب تک
حضرت خدیجۃ الکبریٰ زندہ رہیں اور انکی وفات کے بعد جب تک انکا مال رہا۔ دوسرے
کی امداد کی احتیاج ہی نہ تھی۔ تو ابتدائے انکو مال سے کسی کا امداد دینا قبول نہیں ہو سکتا

بعدہ جب حضرت عائشہ سے آنحضرتؐ کی شادی ہوئی۔ یہی ایک موقعہ مالی امداد کا حضرت ابوبکر کے ہاتھ آیا۔ تو اسکی حقیقت یہ ظاہر ہوئی کہ سنگین منافع لیا گیا اب رہے آپکے حضرت عمر وحضرت عثمان تو اُن غریبوں کی حالت اس قابل ہی نہ تھی کہ وہ مال سے مدد کر سکتے اور اگر کچھ سرمایہ بھی تھا۔ تو کسی کتاب سے انکا امداد کرنا پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتا حضرت عثمان تو ایسے نادار ومفلوک تھے کہ وہ خود اقرار فرماتے ہیں کہ اسلام کی بدولت کچھ میرا ہاتھ فراخ ہوا ہے۔

میرے پیارے مسٹر مظہر نامی صاحب کیا غیرت وحمیت اسکو کہتے ہیں کہ اپنے ایسے داماد سے جو باعث ایجاد اولین وآخرین ہو اونٹ کی اصلی قیمت کے سوا پانچسو درہم نفع لیا جاوے۔ جبکہ انہیں کا ایک اونٹ اپنی سواری میں ہو۔

کفار ومنافقین کے ہاتھوں کوئی مصیبت وذلت انکو نہیں پہنچی جسکی تحقیق ہم کر آئے ہیں ابتدائے اسلام میں کفار کے ہاتھوں جو اہل اسلام کو اذیت پہنچی اسکا حصہ سوائے حضرت عمارؓ اور انکے والدین اور کسی نے نہیں لیا۔ اور یہی دو بزرگوار یعنی والدین عمارؓ ہیں کہ انکو اسلام میں اول درجہ کی شہادت نصیب ہوئی۔ اسیکو جان سے پیغمبرؐ کی نصرت کرنا کہتے ہیں اور دشمنوں کے ہاتھوں مصیبت جھیلنی اسیکا نام ہے۔ پھر ہمارے مخاطب صاحب خلفاء کے فضائل کی تصریح اس طرح فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے رنج وراحت میں شریک رہے۔ اکثر اوقات بلکہ ہمیشہ غزوات سفر وحضر میں آپکے ہمرکاب رہے۔ میں بخوبی ثابت کر آیا ہوں کہ پیغمبرؐ اسلام کو ان بزرگواروں نے کوئی بھی مدد اس قابل نہیں دی کہ جسپر ہمارے مکرم دوست ناز فرماویں۔ اس مقام پر چونکہ اسکا اعادہ بسلسلۂ غزوات وسریات ہے۔ للہذا میں ایک گوشوارہ متعلق غزوات پیش کرکے امیدوار ہوں کہ ہمارے دوست اسے غور سے ملاحظہ فرماکر خود تجویز فرمالیں کہ سفر وحضر میں ساتھ رہنے سے کہاں تک انکی فضیلت پائی جاتی ہے۔

گوشوارہ غزوات پیغمبر

تعداد غزوات جنمیں جنگ واقع نہیں ہوئی	جنمیں جنگ واقع ہوئی	میزان کل	تعداد مقتولین حضرت ابوبکر	تعداد مقتولین حضرت عمر	تعداد مقتولین حضرت عثمان	تعداد مقتولین حضرت علی
۹	۱۵	۲۴	۰	۰	۰	۹۴

اس گوشوارہ سے اُن غزوات کی تعداد جن میں جنگ واقع ہوئی۔ اور جن میں ہمارے احباب
کے ممدوحین سوائے حضرت عثمان کے صرف ایک غزوہ بدر میں شریک تھے اور تمام غزوات
میں موجود تھے ظاہر ہوتی ہے تو اب ذرا غور و تامل سے دیکھیں کہ یہ گوشوارہ کسی خدمت
نمایاں کا سرٹیفکیٹ اُن حضرات کو عطا کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان جن کی
نصرت جانی میں صفر آرہا ہے۔ میرے مکرم دوست بھی دیکھکر افسوس کریں اور اگر افسوس کرنا
انکے حق میں معیوب سمجھیں۔ تو اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ اپنے دعوی کی بے بنیادی پر ضرور
شرمندہ ہونگے۔ مگر حضرت عمر کا اکلوتا مقتول آپ کو اپنے دعوے یا جن کے وہ مداح ہیں۔
انکی حالت پر افسوس کرنے دے لیکن یاد رکھیں کہ اس مقتول کا راوی واقدی ہے جو کہ خود
مجروح ہے۔ اور اس کی تحقیق بھی آلہ قدح کی جراحت سے مبرا نہیں ہو سکتی علاوہ
برایں واقدی چند وجوہ سے مقدوح ہے اول اس مقتول کا جو اپنے قاتل کا ماموں ہے
بھانجہ کے ہاتھ سے بدر میں قتل ہونا شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے دوم ہمارے مہربان حضرت
نامی صاحب حضرت عمر کا ایسا دبدبہ صولت ہیبت و شجاعت بیان فرماتے ہیں کہ اگر اس دبدبہ
و ہیبت کا جوان شمشیر بکف ہو تو شاید پرے کے پرے صاف کر دے اور پھر بھی دم لے
یا نہ لے۔ ایسی حالت میں ایسے منچلے بہادر کا صرف ایک ہی شخص کو قتل کرنا چہ معنی دارد
سوم واقدی یا دیگر مورخین جنہوں نے واقدی کی سند سے ماموں بھانجے کے معرکہ
آرائی کا ذکر کیا ہے کہیں یہ تحقیق نہیں کیا کہ کس وقت ان ماموں بھانجے میں تلوار چلی۔ اور
کس مقام پر ماموں کو بھانجے نے قتل کیا۔ حالانکہ یہ غزوہ پہلا تھا۔ اور اس میں ذرا بھیڑ نہ
تھی۔ جو بافراغ تحقیق ہوتی۔ جیسا کہ قابل اطمینان کے جناب امیر علیہ السلام کے مقتولین
اسی جنگ میں منجملہ ستر کل مقتولین کے چھتیس تحقیق ہو گئے ہیں دیکھو معارج النبوۃ و روضۃ
الصفا چہارم علی مرتضےٰ جو کم سن تھے جنکو جنگ بدر سے پہلے کبھی اپنی بے مثل شجاعت کے
دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا تھا جنہوں نے کبھی جنگ و جدل کا میدان ہی نہ دیکھا تھا جبکہ
انہوں نے دو چار کو جنگ مقابلہ میں قتل کیا۔ اور باقیوں کو جنگ حملہ میں یعنے کل چھتیس
تو انکے مقابلہ میں حضرت عمر جیسے گرگ باراں دیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ زمانہ جاہلیت میں
لڑے بھڑے منچلے ہزاروں گلیں زخموں کی چھانے ہوئے بانکے ترچھے سپاہی کا محض ایک
ہی کشتہ واقع کی صحت پر شبہ پیدا کرتا ہے۔ بہرحال کچھ ہو جس نے جس قدر قتل کئے

ہیں سب لکھے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارے احباب کے ممدوحین نے کہاں تک جانفشانی نصرت آنحضرت کی فرمائی ہے۔ اس موقعہ پر یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حضرت امیرؑ کے مقتولین کی جو تعداد دکھائی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام انکے مقتول شامل نہیں ہیں جو اور جنگوں میں حملہ کیوقت آپکے ہاتھ سے قتل ہوئے البتہ بدر و حنین کے مقتول کہ جن کی تعداد تحقیق ہوگئی ہے اس میں شامل ہیں۔ ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد جنگ بدر میں تو کوئی کام ان بزرگواروں کا ثابت نہیں ہوتا۔ کہ جس سے قیاس ہو سکے۔ کہ رنج و راحت میں کہاں تک شرکت کی۔ اب نہایت اختصار سے دوسرے غزوات میں جن میں کہ شدید جنگ واقع ہوئی۔ ان بزرگواروں کی شرکت اور جانبازی غور طلب ہے۔

جنگ اُحد

اس جنگ میں ہمارے احباب کے ممدوحین یعنی ہر سہ بزرگوار ہمرکاب پیغمبرؐ تھے یہی وہ جنگ ہے جس میں بہت سے مسلمانوں کے علاوہ دندان مبارک آنحضرتؐ اور نیز جناب حمزہؓ سید الشہداء شہید ہوئے۔ اس جنگ میں ابتداءً قریب تھا کہ مسلمان فتحیاب ہوں مخالفین کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ مگر میدان ابھی کفار سے خالی نہ ہوا تھا کہ ایسے ہی بزرگوار اور جان نثار اور انکی دیکھا دیکھی اور بھی لوٹ میں مصروف ہوگئے اس درہ کی سنگین اور مضبوط پکٹ نے جو عبد اللہ کی ماتحتی میں تھی جب دیکھا کہ یار لوگ مصروف بہ لوٹ ہیں لڑائی فتح ہوچکی ہے۔ باوجودیکہ کمانڈنگ نے حسب الحکم آنحضرتؐ انکو روکا مگر وہ نہ رکے۔ اور لوٹ میں پڑ گئے یہاں بجز چند آدمیوں کے اس مورچہ پر کوئی نہ رہا۔ خالد جس کو ہمارے مخاطب صاحبان سیف اللہ بھی کہتے ہیں۔ معہ ایک گروہ کفار باقی ماندہ موجودگان موقعہ کو شہید کرکے اُسی طرف سے اُن لٹیروں کی پشت پر جا پڑا۔ اور مارنے لگا۔ بنی بنائی جنگ بگڑ گئی لٹیرے جن میں ہمارے احباب کے ممدوحین بھی شامل تھے تاب مقاومت نہ لاکر رسول خداؐ کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر فرار کر گئے۔ اس موقعہ پر چند بنی ہاشم اور انصاروں کی جانبازی جو بہ حمایت پیغمبر انسے ظاہر ہوئی۔ محتاج بیان نہیں۔ اُنسے کسی فرقہ اسلام کو انکار کرنا رد تواتر عظیم ہے حضرت ابوبکر کی نسبت مورخین نے نئے نئے رنگوں سے اختلاف کیا ہے۔ متقدمین تو انکی فراری پر اتفاق کرتے ہیں لیکن موخرین کو اس سے اختلاف ہے۔ علامہ ابن حدید معتزلی

نے جو انکی بابت اپنی خاص رائے کا اظہار کیا ہے وہ ایسی ہے کہ بھاگ گئے بھاگنے کا خود فیصلہ آسانی سے
ہوسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں (قال الرواۃ من اہل الحدیث ان ابابکر لم یفر
یومئذ و انه ثبت من ثبت ان لم یکن نقل انه قتل او قاتل والقتال هو الجهاد
فیه وحده کفلیته) شرح نہج البلاغہ جزو ۱۵ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ بمبئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بزرگ
نہ کبھی سے مجروح و مقتول ہوئے نہ انہوں نے کسی کو مجروح و مقتول کیا۔ انکا سالم رہنا ہی
انکے واسطے اہلحدیث نے غنیمت سمجھا ہے جن احادیث سے انکی عدم فرار پر استدلال
کیا جاتا ہے۔ ماخذ انکا صرف یہ روایات ہیں جن میں سے ایک کی راوی خود آپ کی دختر بلند
اختر ہے اور وہ یہ ہے۔ (عن عائشه قالت قال ابوبکر الصدیق لما جال الناس
عن رسول الله صلعم یوم احد کنت اول من فاء الخ الحدیث دیکھو ازالۃ الخفاء از
صحیح حاکم دوسری حدیث علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں باب شجاعت ابوبکر میں نقل
کی ہے جسکے راوی خود ابوبکر ہیں (قال لما کان یوم احد انصرف الناس کلهم عن
رسول الله صلعم فکنت اول من فاء) واضح ہو کہ ان دونوں احادیث میں لفظ فاء آیا ہے
جسکے معنی رجع پھرنے کے ہیں۔ یہی وہ لفظ ہے جس سے انکی ثبات قدمی کا استدلال
کیا جاتا ہے۔ اگر اس لفظ سے ثبات قدم رہنے کا دعوےٰ خود حضرت ابوبکر کرتے ہیں۔
تو وہ ایسا دعویٰ ہے جس سے اقرار فرار خود بخود ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اس روایت کا مقصود
صرف یہ ہوسکتا ہے۔ کہ پہلے بھاگنا اور بعد فرار دوبارہ موقع جنگ پر بہ نمبر اول رجعت کرنا
جبتک لڑائی سے ٹل جانا قبول نہ کیا جاوے۔ تو لفظ فاء کب صادق آسکتا ہے۔ میرے نزدیک
یہ لفظ تحریف کیا ہوا لفظ فر کا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر نے سچائی سے اول بھاگنے
والوں میں اپنا شمار کیا ہے۔

حضرت عمر کے فرار میں کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے۔ بہا نبر انکے فرار یا گریز موقع
جنگ سے ایک تو ان کے اپنے قول سے ثبوت دیا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت مستندہ
بھی ہے قول حضرت عمر میں بروز احد پہاڑ پر ایسے اچکتا پھرتا تھا۔ جیسے پہاڑی بکرا صفحہ ۲۰۹
جزو ۱۵ شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران۔ قتادہ سے روایت ہے (وانهزم المسلمون
وانهزمت معهم فاذا العمر ابن الخطاب فی الناس فقلت ماشان الناس قال امر الله)
ترجمہ قتادہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد سے جب لوگ بھاگ گئے اور میں بھی بھاگا تو اتفاقاً فراریوں

ہیں حضرت عمر بھی تھے ۔ میں نے عمر سے پوچھا کہ ایسے میاں یہ کیا ہوا ۔ تو انہوں نے کہا خدا
کی مرضی ہم کیا کریں دیکھو بخاری صد ٢٦٩ ۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں (من المنہزمین عمر الا انہ لم یکن
من اوائل المنہزمین) ترجمہ حضرت عمر بھی احد کے بھگوڑوں میں سے ہیں لیکن وہ سب سے
پہلے نہیں بھاگے ، تفسیر در المنثور سورہ آل عمران میں ہے (یعنی حضرت عمر نے کہا کہ میں جنگ
احد سے بھاگا اور پہاڑی پر چڑھ گیا وہاں سے میں نے اپنے آپ کو دیکھا تو میں اس طرح
اچکتا اور پھدکتا تھا جیسے پہاڑی بکری (المولف افسوس یہ زمانہ ہوا اور نہ کوئی شکاری
پہاڑی بکرے کی شکل میں نمرود کا شکار تو میں آپ کی نذر کرتا) مطبوعہ مصر بخاری جلد
دوم صد ١٨٣ میں لکھا ہے (حدثنا موسی بن اسمعیل حدثنا ابو عوانہ حدثنا
عثمان ھو ابن موھب قال جاء رجل من اھل مصر حج البیت فرای
قوما جلوسا فقال من ھولاء القوم قال ھولاء القریش قال فمن الشیخ فیھم
قالوا عبد اللہ ابن عمر قال یا ابن عمر انی سائلک عن شیئ فحدثنی عنہ ھل
تعلم ان عثمان فر یوم احد قال نعم فقال انہ تغیب عن بدر ولم یشھد
قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بیعت الرضوان فلم یشھدھا قال نعم
الی آخرہ) امام دیار بکری صاحب خمیس نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے اور دیگر کتب
تاریخ و سیر نے بھی اس سے اقتباس کیا ہے کہ حضرت عمر و طلحہ بن عبد اللہ مع دیگر چند
لوگوں کے پہاڑ پر ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ۔ کہ انس بن نفر ادھر سے گذرے ان حضرات
کو اطمینان سے بیٹھے ہوئے دیکھ کر سبب پوچھا تو کہا رسول خدا مارے گئے ۔ یہ سنکر وہ
بولے جب وہ مارے گئے تم کیوں زندہ رہے ۔ تم کو مرنا چاہئے تھا ۔ یہاں کس لئے بیٹھ
رہے ہو ۔ یہ کہکر انس میدان جنگ میں آئے ۔ رسول خدا کو زندہ پایا ۔ اور دیکھا چند ایک
دلاوران اسلام دشمنوں کے حملے روک رہے ہیں ۔ یہ بھی شریک جنگ ہوا ۔ یہانتک
کہ شہید ہو گیا حضرت عمر کا انس کو وہ جواب دینا قابل غور و تامل ہے ۔ شہادت رسولؐ
کی خبر بالکل غلط تھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اس خبر کی تصدیق مطلق نہ کی تھی
کہ یہ خبر کس نے اڑائی اور کہاں سے یہ خبر آئی ۔ اس کی اصلیت بھی ہے یا نہیں ۔ جب ہم
غور کرتے ہیں تو خیال میں آتا ہے ۔ کہ یہ جواب بھی ان کا دیا ہی تھا ۔ جیسا کہ سقیفہ کی

پنچائیت کے روز انہوں نے اپنی ایک تقریر کہنے کا جسکا زور سے مرتب کرنا خود قبول کیا
ہے ارادہ ظاہر کیا تھا جب وہ تقریر نہ کر سکے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اسپیچ دی تو ان
کی حضرت عمرؓ نے تائید کی اور کہا کہ یہی باتیں میں نے دل میں گھڑی تھیں اس میں شبہ
نہیں کہ انکو تحقیق ہو چکا تھا کہ پیغمبر زندہ ہے اور اگر اُسے تحقیق نہ ہوا تھا۔ تو بغرض
تحقیق میدان میں آیا تھا اور ان حضرات کی شجاعت وجرأت کو بخوبی جانتا تھا کہ یہ مرد میدان
نہیں ہیں۔ جبھی تو اس نے غیرت دلائی۔ اور کہا کہ اگر پیغمبرؐ مر گئے تو تمہیں بھی مرنا چاہیے
مگر یہاں تو (نرود میخ آہنی در سنگ) کے مصداق تھے۔ ایسی کچی گولیں وہ نہ کھیلے
ہوئے تھے کہ اس بہرے میں آتے۔ اس موقعہ پر ایک اور امر بھی ذکر کرنے کے قابل ہے
وہ یہ کہ قزمان نام ایک منافق لشکر اسلام سے تخلف کر کے جب اپنے قبیلہ میں پہنچا اور
قبیلہ کی عورات سے اپنی واپسی کا ذکر کیا۔ انہوں نے اسے غیرت دلائی۔ چنانچہ وہ اسی
غیرت میں واپس لوٹا اور مشرکین سے مقابلہ کیا خوب داد شجاعت دیکر مر گیا مورخین
لکھتے ہیں کہ جب قزمان زخمی ہو کر گرا اس وقت قتادہ ابن نعمان نے اسے بہشت کی بشارت
دی۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ میں پیغمبرؐ کی حمایت میں نہیں لڑا۔ بلکہ مجھے ما دہ معلوم ہوا
کہ قریش مکہ نخلستان مدینہ پر قابض ومتصرف ہوں اب ذرا سوچنے کا موقعہ ہے کہ جب
ایک منافق کو عورتوں کا غیرت میں لانا اس قدر جوش دلاوے کہ وہ شخص جان سے گذر جاوے
اور ایک مرد مسلمان حضرت عمرؓ سے پیغمبرؐ کا مرنا سنکر میدان میں آئے اور داد شجاعت دیکر
شہید ہو جاوے اور وہ بزرگوار ٹس سے مس بھی نہ ہوں سچ ہے غیرت وحمیت عالی
خاندان کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔ اسکی آنکھ کبھی تلوار سے نہیں جھپکتی۔ اور جن میں بروز ازل
خدا نے یہ جوہر غیرت ودیعت نہیں کیا۔ انکے سامنے کیسے ہی جوشیلے دل بڑھانیوالے
باجے بجائے جاویں۔ ذرہ بھر بھی ان میں حرکت پیدا نہ ہوگی۔ ظاہراً ان تمام روایات سے
ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداءً جب مسلمانوں کا غلبہ ہوا اور یہ بزرگوار لوٹ میں پڑے اور مخالفین
نے گھاٹی کی طرف سے حملہ کیا۔ تو انہوں نے حالت اضطرار دیکھکر بمقابلہ حمایت رسولؐ
یہی مناسب خیال کیا۔ کہ مع اس مال کے جو اس وقت تک لوٹ چکے تھے فرار کر جاویں چنانچہ
بھاگ کر اور مقام امن پر پہنچکر تمام مال حضرت عثمان کے سپرد کیا اور وہ اس مال کو لیکر
دور دراز مقام پر چلے گئے۔ اور وہاں حضرت غنی بلا خوف مقیم رہے جیسا کہ روایت سے ان

کا دور دراز مقام پر جانا ثابت ہے۔ اسکا یہ مدعا نہیں کہ راستہ بھول گئے۔ اگر یہ مانا جائے تو ساتھ ہی کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ راستہ بھول گئے۔ میری رائے غزوہ احد میں انکے فرار کی نسبت یہ ہے کہ وہ بزرگوار بزدلی سے نہیں بھاگے وہ تو کاہنوں کے اقوال پر ہمیشہ ایسے مواقع پر عمل گریز کو باعث اپنی حفاظت جان کا سمجھا کئے اور جس غرض سے وہ یہ پالیسی برت رہے تھے اس کا نتیجہ بعد پیغمبر یا یوں کہو کہ ابھی جسم پیغمبر ٹھنڈا بھی نہیں ہونے پایا۔ یا یوں سمجھو کہ ہنوز زیر زمین پیغمبر دفن بھی نہ ہونے پائے کہ ظاہر ہو گیا اب ذرا حضرات مخاطبین ارشاد فرماویں کہ اسی کا نام نصرت و اعانت پیغمبر ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

غزوۂ خندق

یہ وہ غزوہ ہے جس میں رسول خدا پر ایسی سخت تکلیف و مصیبت آئی جسکا اندازہ حضرت ام سلمہؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے جس میں بھوک نفاق اہل مدینہ دکمی حرب وضرب اور انکے علاوہ خندق کھودنے کی مصیبت کا ذکر ہوا ہے۔ دیکھو تاریخ خمیس اس جنگ میں قریش کا سب سے بڑا بہادر عمر ابن عبدود بھی شریک تھا ہمارے مخاطبین نے جو کارگذاری و حمایت پیغمبر اپنے ممدوحین کی نسبت دکھائی ہے وہ مورخین نے ملا کم و کاست لکھدی ہے۔ مورخین رقمطراز ہیں جب دو تین ہفتہ محاصرہ خندق میں گذر گئے اور بالمقابل تیراندازی ہوتی رہی۔ ایک روز قریش کا رستم عمر ابن عبدود اور عکرمہ بن ابی جہل و عبداللہ ابن مغیرہ و ضرار بن الخطاب و نوفل بن عبداللہ وغیرہ دس بارہ آدمی جو ہم پلہ تھے۔ گھوڑے کدا کر خندق سے اس پار آ گئے۔ عمر ابن عبدود نے مبارز طلب کیا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کوئی ہے۔ جو اسکے شر سے نجات دے۔ یہ سنکر علی مرتضیٰؑ کھڑے ہوئے۔ اور اجازت طلب کی۔ لیکن آنحضرتؐ نے روکدیا۔ پھر دوبارہ ابن عبدود کے مبارز طلب کرنے پر علیؑ کھڑے ہوئے۔ حضرتؐ نے روک کر فرمایا کہ آیا تمہارے درمیان کوئی احد نہیں جو اسکے شر کو دفع کرے۔ سب خاموش ہو رہے اور جواب تک نہ دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اہل اسلام کے خوف کی حالت بعینہٖ (کانھم علےٰ روسھم الطیر) کی سی تھی (دیکھو خمیس و ریاض بکری) پیغمبر کو جواب کون دیتا۔ مگر حضرت عمر ابن خطاب فرمانے لگے۔

کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ شام کو جاتا تھا جس میں ہم اور عمرو دونوں شریک تھے۔ کہ راستہ میں قریباً ایک ہزار قزاق آن پڑے اور تمام مال و اسباب لوٹ کر چلتے بنے۔ عمرو ابن عبدود نے یہ دیکھکر ایک بچہ شتر کو بجائے سپر ہاتھ میں اُٹھایا اور قزاقوں پر حملہ کیا۔ بہتوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ سب مال چھین لیا۔ اُس دن سے اس کی ہیبت دلوں میں جاگزیں ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس کے مقابلہ کو کوئی نہیں نکلتا۔ دیکھو روضۃ الصفا حضرت عمر کا یہ کہنا تھا کہ یہ سبے جو اس مہاجر و انصار کے ہماتے رہے۔ ادہر تیسری مرتبہ عمرو ابن عبدود مبارز طلب ہوا۔ مگر باوجود کہنے پیغمبرؐ کے کسی نے مقابلہ کی جرأت نہ کی۔ مگر پھر وہی علیؑ اس خلاف حمیت و غیرت سکوت کی برداشت نہ کرسکے اور رسول خداؐ سے اجازت مقابلہ حاصل فرماکر حریف کی جانب رجز پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ دیکھو خمیس دیار بکری جب آپ حریف کے قریب آئے۔ تو اس نے آپ کو دیکھکر تعجباً کہا۔ کہ آیا اور کوئی لشکر میں نہ تھا کہ میرے مقابلہ کو آتا وہ دونوں شیوخ ابوبکر و عمر کہاں ہیں جو مقابلہ کو نہ آئے۔ دیکھو روضۃ الصفا آپؑ نے فرمایا کہ میں ہی تیرے لئے کافی ہوں۔ بہتر ہو کہ تو بھی گھوڑے سے اُتر آوے کہ میں بھی پیدل ہوں۔ عمر نے گھوڑے سے اتر کر پہلے اس نے اپنے گھوڑے کو پے کیا اور آپؑ کی طرف متوجہ ہوا جب دونوں مقابل ہوئے تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ آج تمامی کفر کا تمامی ایمان سے مقابلہ ہے۔ دیکھو حیواۃ الحیوان و میری جب کچھ عرصہ تک آپس میں جنگ رہی تو عمر ابن عبدود نے بہ زور قوت و طاقت سے ایک تلوار جناب امیرؑ کے سر پر لگائی کہ آپ کا سر مبارک زخمی ہوا چوٹ کھاتے ہی ضرغام آل ابوطالبؑ نے ایسا وار کیا۔ کہ ملعون اُسے نہ روک سکا۔ تلوار ران پر پڑی ٹانگ کٹ گئی گر گیا آپ نے سینہ پر سوار ہوکر تن نجس سے سر نجس کو جدا کردیا اور نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ لشکر اسلام میں یہ نعرہ تکبیر سنکر جان میں جان آگئی۔ اور ادہر جب آپؑ اس کے قتل سے فارغ ہوئے تو اُس کے ہمراہیوں نے حملہ کردیا۔ آپ نے اس حملہ میں نوفل اور عبداللہ کو قتل کیا۔ اور عکرمہ زخمی ہوکر بھاگ گیا۔ ضرار بن الخطاب بھی بھاگا کہ پرے سے حضرت عمر آرہے تھے رک گیا۔ آپ اسے رکتے دیکھکر جھجکے اس نے ٹھہر کر ایک دو خیا سا وار نیزہ کا کرکے انکو زخمی کیا۔ اور کہا اے عمر یہ نعمت خوشگوار میری طرف سے ہمیشہ کے لئے لیتے جاؤ۔ ضرار کا حضرت عمر کو معمولی سا چرکا دینا اور قتل

نہ کرنا بتلا رہا ہے کہ فرار آپ کا بھائی ہے۔ بہر حال حضرت عمر اتنا کہ میں چپ چاپ چلے آئے
ادھر جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خندق کو مشرکین سے پاک و صاف کر کے مظفر و منصور آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یا علی آج کی تمہاری ضربت تمامی کائنات
کے اعمال حسنہ سے جو قیامت تک ہونگے افضل ہے دیکھو روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ
و خمیس۔ اب ہمارے مخاطب صاحبان ارشاد فرمادیں کہ سفر و حضر میں نصرت و اعانت اسی کا
نام ہے حضرت عمر اور ضرار کے مقابلہ کی نسبت میں تو بلا تامل کہوں گا کہ بوجہ خندق چونکہ
آمد و رفت کا راستہ بند تھا ایک اسلام کی انتشار کی حالت سے کفار بے خبر تھے۔ لہذا یہ
بزرگوار اپنے برادر گرامی قدر کو اسی سے آگاہ کرنے گئے تھے۔ ورنہ اگر لڑنا مرنا منظور
ہوتا تو زندہ واپس کیوں آتے اور حریف کو کیوں زندہ جانے دیتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ چوٹ
کھا کر بھی جواب نہ دیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی وہ صولت و ہیبت اور وہ شجاعت
و دبدبہ جس کا راگ اب تک مسٹر مظہر الاپ رہے ہیں کدھر چلا گیا تھا یا وہ غیرت و حمیت
جسکا دعوے کیا جاتا ہے۔ کہاں چلی گئی۔ کہ طعن نیزہ پر اگر جوش نہ آیا تھا تو طعن لسانی
پر بھی نہ بولے اور چپ چاپ چوٹ کھائے سر جھکائے چلے آئے ہم حضرات شیعہ
اس واقعہ سے کچھ ہی نتیجہ نکالیں مگر ہمارے مخاطب صاحبان کو ضرور خوش ہونا چاہیئے
کہ حضرت عمر کو اس چر کے نے ضرور لہو لگا کر شہیدوں میں داخل کر دیا۔

غزوۂ خیبر!

یہ وہ غزوہ ہے کہ جس میں ابتداً حضرت امیر بوجہ آشوب چشم جنگ کے لئے تشریف نہ
لے گئے اس وجہ سے ہمارے مخاطبین کے ممدوحین سے دو روز حضرت عمر اور ایک
روز حضرت ابوبکر لشکر کے ہمراہ کمانڈنگ کرنے جنگ کو گئے اور بے نیل و مرام واپس تشریف
لائے۔ نتیجہ اس واپسی کا یہ ہوا کہ وہ حضرات فوج پہ اور فوج والے امیر الزام جبن دیتے
تھے۔ دیکھو ازالۃ الخفاء از صحیح حاکم آنحضرت صلعم نے جب یہ کیفیت دیکھی۔ تو فرمایا کل علم
فوج اس شخص کو عطا ہو گا۔ جو کرار غیر فرار ہے خدا اور رسول صلعم اس کو دوست رکھتے ہیں اور
وہ خدا و رسول صلعم کو دوست رکھتا ہے۔ دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۲ و ازالۃ الخفاء حدیث خیبر
و مشکوۃ شریف و سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۸۷ و ابو الفدا صفحہ ۱۴۸ و خمیس صفحہ ۳۲۹ و

و معارج النبوۃ صد ۲۱۳ و روضۃ الصفا جلد دوم صد ۱۳۲ قاعدہ ہے لشکر کی بزدلی کا حکم
اس وقت لگایا جاتا ہے جب لشکر بھاگ جاوے ۔ اور علمبردار ثابت قدم میدان میں رہے
جیسا جنگ احد میں ہوا ۔ اس لئے رسولؐ خدا نے فرمایا اب علم اس کو دی جاوے گی جو
کرار غیر فرار ہو اس سے ظاہر ہے کہ پہلے علمبردار بھاگ گئے تھے ۔ ان میں یہ صفت تھا بلکہ
وہ بھاگنے والے تھے ۔ اور ایسے ہی دوسرے جملہ کا نتیجہ غور کے قابل ہے کہ آپ جسے دے
کر بھیجیں گے وہ خدا و رسولؐ کا دوست ہو گا اور خدا و رسولؐ اسے دوست رکھتے ہوں گے
یعنی جو لوگ قبل ازیں بھیجے گئے وہ اس صفت سے معرا تھے ۔ کہ نہ خدا و رسولؐ کو وہ
دوست رکھتے تھے اور نہ خدا و رسولؐ انکو دوست رکھتے تھے ۔ اسی جگہ سے کامل الایمان
معلوم ہو جاتا ہے میرے مخاطبین ارشاد رسولؐ کے عکسی نتیجہ پر غور فرماویں ۔
اس غزوہ میں جو یکے بعد دیگرے نامی گرامی پہلوان حضرت امیرؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے
انکے نام یہ ہیں ۔ حارث ۔ مرحب ۔ داؤد ابن قابوس بکری ۔ ربیع ابن ابی الحقیق
غتر مرہ ۔ ابن مروان ۔ دارمی ۔ یاسر خیبری ۔ ضجیج خیبری اور یہ بھی یاد رہے کہ در
خیبر بھی آپ نے اکھاڑا اور جب اسے جنبش دی تو قلعہ کی بنیاد تک ہل گئی ۔

غزوۂ حنین

وہ غزوہ ہے جس میں آپکے ممدوحین کے فرار کا تذکرہ خدا نے بھی کیا (لقد
نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم
شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین الی آخرہ)
ترجمہ بتحقیق مدد کی تمہاری بہت مقاموں میں اور حنین کے دن جبکہ تعجب میں ڈالا تمکو
تمہاری کثرت نے پس نہ دفع کیا اس کثرت نے تم سے کچھ اور اور تنگ ہو گئی تم پر زمین
باوجود کشادہ ہونے کے پھر پیٹھ پھیر دی تم نے جو وقت کہ تم پیچھے ہٹنے والے تھے
پھر نازل کیا اللہ نے اپنی تسکین و آرام کو اپنے رسولؐ اور مومنین پر اور اتارا لشکر
کہ تم اسے نہیں دیکھتے تھے اس جنگ میں علی مرتضےٰؑ عباسؓ رسولؐ کے چچا
فضل بن عباسؓ ابو سفیان ابن حارث اور انکے بیٹے جعفر اور ربیعہ ابن حرث بنی
ہاشم سے اور اسامہ ابن زید اور ایمن ابن ام ایمن غیر بنی ہاشم صرف یہی لوگ

ثابت قدم اور رسولؐ پر سینہ سپر رہے۔ باقی سب بھاگ گئے۔ دیکھو استیعاب امام عبدالبر
و معارف علامہ ابن قتیبہ ص۵۴ مصر مواہب لدنیہ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری
میں روایت ابن شیبہ صرف تین بنی ہاشم اور ایک غیر بنی ہاشم باقی رہے اور وہ یہ
ہیں علیؑ عباسؓ۔ ابو سفیان بن حارث بنی ہاشم اور ابن مسعود غیر بنی ہاشم اب بتایئے
فرمایئے آپ کے ممدوحین اس وقت کس راحت و رنج پیغمبر میں شریک تھے۔
اب تو میں مجملاً بطور اختصار دکھا چکا ہوں کہ غزوات یا دیگر سفر اور حضر میں رہ کر
خلفائے مقبولین مخاطبین نے کسی رنج و راحت میں پیغمبرؐ کی شرکت کی اس سلسلہ
سفر میں ایک اور سفر بھی ہے جس میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ اور اس میں جو کارگذاری
آپ کے حضرت عمر کی ہوئی ہے یعنے نبوت پیغمبرؐ پر شک کرنا اسکو میں حصہ اول
میں لکھ آیا ہوں۔ مگر یہاں پھر اعادہ کئے دیتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کرام خود اندازہ
لگا لیویں کہ وہ پیغمبرؐ جس کی شان میں (ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی
یوحیٰ) قرآن شہادت دے اس کی نبوت میں شک کیا جاوے۔ چنانچہ لکھا ہے۔
کہ جب صلح حدیبیہ ہو چکی تو حضرت عمر کہنے لگے (ما شککت منذ اسلمت
الا یومئذ) مجھے کبھی نبوت میں ایسا شک نہیں ہوا تھا۔ جیسا آجکے دن دیکھو تفسیر
ثعلبی سورہ فتح اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ شک کرتے تھے۔ مگر اس دفعہ
آپ کو ایسا شک ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ فافہم و تدبر یہ ہیں آپکے مایہ ناز اور اسلام
کے ہیرو جن کے قدم بہ قدم چلنا آپ فخر دارین سمجھتے ہیں۔ جناب من میری سمجھ
میں نہیں آتا کہ آپ کس بنا پر انکو شریک رنج و راحت پیغمبرؐ کا فخر دیتے ہیں مجھے
تو یہ بھی دکھائی نہیں دیتا کہ وہ کسی خاص امر کے سیکرٹری ہوں۔ انکا اگر پتہ
ملتا ہے تو متشککین اور مفرورین کے زمرہ میں یا اپنی ہی فوج کی دل شکنی میں یا مال
غنیمت کے لوٹنے میں میں نے تو بہت ورق گردانی کی۔ مگر تاریخ میں کہیں اب
پتہ نہ ملا۔ کہ کوئی تدبیر عاقلانہ پیغمبرؐ کو بتلائی ہو یا اور مسلمانوں سے تکریم کے مستحق قرار
پائے ہوں۔ جیسے کہ حضرت سلمانؓ غزوہ خندق میں خندق کھودے جانے کی تدبیر
کے باعث مستحق تھینکس ہوئے اگر ہمارے مخاطب انکی کسی فضیلت کا کسی
کتاب سے پتہ دیتے تو مجھے مکرر کتب کے دیکھ بھال کی ضرورت نہ پڑتی۔ اب

میں مختصراً سرایا کی بابت بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ بزرگوار کہاں کہاں سالار لشکر بنا کر بھیجے گئے اور اس کمان کے نتائج کیا برآمد ہوئے گوشوارہ ملاحظہ ہو:۔

گوشوارہ سرایا پیغمبر

	جنمیں حضرت ابوبکر بھیجے گئے				جن میں حضرت عمر بھیجے گئے				جن میں حضرت عثمان بھیجے گئے				جن میں حضرت علی بھیجے گئے			
تعداد کل سرایا	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	تعداد جن میں جنگ واقع ہوئی	تعداد مقتولین	نتیجہ جنگ	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	تعداد جن میں جنگ واقع ہوئی	تعداد مقتولین	نتیجہ جنگ	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	تعداد جن میں جنگ ہوئی	تعداد مقتولین	نتیجہ جنگ	تعداد جن میں جنگ ہوئی	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	تعداد مقتولین	نتیجہ جنگ
۵۴	۰	۱	۰	خود فرار	۰	۱	۰	خود فرار	۰	۰	۰	۰	۳	۳	۲۱	سب میں فتح کر کے پھرے

اس گوشوارہ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا ایک ایک سریہ دکھایا گیا وہ دراصل ایک ہی ہے جو سریہ بنی رملہ یا وادی الرمل کے نام سے مشہور ہے۔ اس سریہ میں پہلے حضرت ابوبکر بھیجے گئے۔ جب یہ بھاگ آئے تو حضرت عمر روانہ کئے گئے وہ بھی بعد الخیر دُم دبائے ہوئے لوٹ آئے۔ پھر عمرو عاص بھیجے گئے اور یہ دونو بزرگوار اس کی ماتحتی میں بھیجے گئے وہ بھی شکست کھا کر لوٹ آئے اس کے بعد حضرت علیؑ بھیجے گئے۔ اور آپ فتح کر کے لوٹے۔ دیکھو روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۶۶ وجیب السیر قلمی ورق صفحہ ۲۷ و معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۹۷ مطبوعہ لکھنو۔ اس سریہ کی مقتولین کی تعداد معلوم نہیں ہوئی مگر کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے کچھ گرفتار کر کے لائے گئے۔ گوشوارہ میں جو تعداد مقتولین دکھائی گئی ہے، وہ دیگر سرایا کی ہے اب آپ غور فرماویں کہ ان حضرات کی سرداری کا کیا نتیجہ ہوا۔ یوں تو لشکری محاورہ کو تسلیم کرنے کے لیئے ہم بھی موجود ہیں۔ مگر اس سے کیا فخر حاصل ہو سکتا ہے۔ فخر کی بات تو یہ ہے کہ انسان کچھ کام کرے اور جو عہدہ سرداری اُسے ملے اسکی قابلیت کا ثبوت دے نہ یہ کہ اس عہدہ سے معزول کیا جاوے اور اس موقع پر دوسرے افسر کی ماتحتی میں جاوے۔ یعنی وہ

فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنی مصطلق میں بھی جو بنی خذیمہ کہے جاتے تھے۔ خالد
کی ماتحتی میں حضرت عمر بھیجے گئے۔ جہاں پر خالد نے دیرینہ دشمنی کی بنا پر باوجود اقرار اسلام
اس قبیلہ کو قتل کیا۔ اور پھر جب آنحضرتؐ کو خبر پہنچی تو آپ نے درگاہ قاضی الحاجات
میں مناجات فرمائی۔ اور کہا کہ میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں۔ پھر علی مرتضےٰؑ
بھیجے گئے۔ آپ نے جا کر خالد کو معزول کیا اور دیت دی دیکھو تاریخ خمیس وسیرۃ
ابن ہشام جزو ثالث جناب نامی صاحب نے فاروق اعظم میں آپ نے جو حضرت عمر کی نسبت
جنگ بدر و احد و خندق و بیعت رضوان و حنین و خیبر وغیرہ میں تحریر فرمایا ہے۔
کہ آں حضرتؐ کیساتھ ثابت قدم رہے اب تو آپ اپنے اس جھوٹے دعوے کو واپس
لیں گے ورنہ خود حضرت عمر کی تکذیب لازم آوے گی کہ انہوں نے خود فرمایا۔ میں یوم
احد پہاڑی بکرے کی طرح بھاگا جاتا تھا۔ جناب من آپ کی یہ تحریریں جہاں گول دام تذویر
میں پھنسانے کو بیشک مکتفی ہیں۔ مگر آپ یاد رکھیں جنہوں نے تاریخ کو الٹ پھیر
کر کے دیکھا ہے وہ آپ کے اس فریب میں نہیں آسکتے۔ یہاں پر مجھے ایک اور واقعہ
حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی جاں نثاری و وفاداری کا یاد آگیا وہ یہ ہے امام احمد
حنبل فرماتے ہیں کہ جب حنین کی لڑائی میں اہل اسلام کو طالبان مال غنیمت کی غلطی سے
چشم زخم پہنچا اور آپ کے حضرات خلفاء جان بچا کر مفرور ہو گئے اور حضرت اسد اللہ
غالب کی سعی و کوشش سے آپ کے حضرت ابو سفیان کو ہزیمت ہوئی تو یہ بیچارے
مفرورین شرم کے مارے بحالت خراب واپس لوٹے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمر کو دیکھکر
فرمایا اے عمر تو ہی کہتا تھا کہ حضرت رسولؐ مارے گئے اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ جاؤ
حضرت عمر نے فرمایا یا علیؑ میں نہ تھا میرے بھائی حضرت ابوبکر تھے۔ جنہوں نے یہ کہا تھا
دیکھو مسند امام احمد بن حنبل اب تو اگر آپ گوش حق نیوش سے ان باتوں کو سنیں گے۔
اور چشم حق بین سے دیکھیں گے۔ تو ضرور حضرات شیخین کی جاں نثاری و وفاشعاری
کے قائل ہوں گے۔

حضرات ثلاثہؓ کی ہجرت مکہ سے مدینہ منورہ کو۔

ہمارے حضرات اہلسنت آیۂ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الخ

کو پیش کر کے عوام کو دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر
آنحضرتؐ کیساتھ مکہ سے مدینہ آئے اور حضرت عمر تو مسلح و مکمل ہو کر علانیہ ہجرت
فرمائے مدینہ ہوئے اور قریش میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت عمر کے مقابلہ میں
آتا یا ان کو روکتا۔ پس بفحوائے آیہ مبارکہ یہ بزرگوار سابق الہجرت ہیں پس جو انکو پہلا
مہاجر نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ دیکھو وسیلۃ النجابت۔ جناب من چونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب
دہو کے اور افترا میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ لہذا اس بزرگوار نے سخت مغالطہ دیا:
کہ شیعہ ابوبکر کو نمبر اول کا مہاجر نہیں جانتے۔ تمام شیعہ متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر جناب
رسول کیساتھ مکہ سے نکلکر مدینہ گئے۔ افسوس ایسا عالم جس کا تحفہ سنیوں کے
نزدیک صدق و راستی کی سیاہی سے لکھا ہوا ہے ایسا خلاف واقعہ لکھے شاہ صاحب
نے یہاں پر دو غلط بیانیاں فرمائیں۔ ایک ابوبکر و عمر کو اول مہاجر شیعہ کا نہ جاننا
دوم اس آیہ سے انکی تعریف و توصیف کا ظاہر ہونا۔ امر اول کی حقیقت میں
دکھا چکا ہوں کہ کسی شیعہ کو ابوبکر کی ہجرت سے انکار نہیں رہا دوسرا امر اسکی
کیفیت کا اظہار کرتا ہوں آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کی تعریف مقصود باری نہیں
جنہوں نے سب سے اول و اقدم ہجرت کی۔ سیاق کلام کو دیکھنا چاہیئے (من المہاجرین
والانصار) یعنے مہاجرین و انصار میں سے جس نے سبقت کی۔ چونکہ انصار میں صفت
ہجرت نہیں ہے لہذا حضرات سنیہ فرماویں کہ انصار میں سے کس نے ہجرت کی
تاکہ (من) مندرجہ آیہ کی تصدیق ہو جاوے جب تک اہلسنت انصار میں سے کسی کی ہجرت
ثابت نہ کر دیں۔ تب تک شاہ صاحب اور انکے پیرؤں کو جیسا سمجھنا چاہیئے سمجھیں۔
اہلسنت خلاف منشائے ایزدی لفظ مہاجرین آیہ مبارکہ میں دیکھکر اکڑے جاتے ہیں
کہ دیکھو اول مہاجرین کی خدا نے تعریف کی اور سابق الہجرت حضرات شیخین ہیں۔ لہذا
وہ بزرگوار ممدوح فی القرآن ہو گئے۔ حالانکہ انکا منطقہ غلط ہے۔ اس آیہ مبارکہ
میں تعریف ہی نہیں۔ بلکہ مہاجرین و انصار اور انکے تابعین کے اس فعل کی
مدح ہے۔ جس میں انہوں نے سبقت حاصل کی اس موقعہ پر یہ امر قابل دریافت ہے
کہ پھر وہ کون ایسا فعل ہے۔ جس میں وہ سابق ہو کر لائق مدح ہوئے۔ واضح رائے
اہل دانش ہو کہ ہجرت مجرد قابل تعریف و توصیف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے ہمراہ

اور باتوں کا اشتمال ضروری ہے۔ مثلاً عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی منافق مکہ سے مدینہ آیا
ہو اور ایمان کامل و عمل صالح و جہاد فی سبیل اللہ سے اس نے کوئی حصہ نہ پایا ہو تو
محض ہجرت اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ تکمیل ایمان کے لئے جمیع شرائط کا پورا کرنا
لازمی ہے۔ سبقت سے اس جگہ مراد خدا و رسولؐ پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ ہے
دوسری آیات قرآنیہ پر نظر ڈالنے سے یہ بات باحسن الوجوہ ظاہر ہو سکتی ہے۔ بہ نظر
اطمینان حضرت نامی و مسٹر منظہر اول ایمان کی حقیقت دکھلاتا ہوں۔ بعد ازاں جہاد
فی سبیل اللہ کی ان ہر دو صفات میں جسکی سبقت پایۂ ثبوت کو پہنچے۔ اسکی تعریف آیۂ
موصوف الصدر میں ہے اور اُسی کی اطاعت کرنے والے بحکم (والذین اتبعوھم
باحسان) شایان عنایات الٰہیہ ہیں وہ بزرگوار جس نے باتفاق امت شرف اسبقیت
اسلام و ایمان کو حاصل کیا حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ صدہا کتب متکلمین میں
یہ معاملات زیر بحث آچکے ہیں۔ مگر مختصراً اس موقعہ پر بالضرورت عرض کرتا ہوں
خود جناب سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ سات برس تک فرشتوں نے مجھ پر اور میرے
بھائی علیؑ پر درود بھیجا ابو طالب ہروی نے اپنی مسند میں اس واقعہ کو بالتفصیل لکھا
ہے۔ نیز امام ثعلبی مفسر و عالم اہلسنت نے اس حیرت انگیز معاملہ کو حوالہ قلم کیا ہے
جو کہ اسمٰعیل بن اباس بن عفیف نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسمٰعیل
مذکور کا دادا اپنے پوتے سے ذکر کرتا ہے کہ میں بہ سبیل تجارت موسم حج میں آنکر
مکہ میں عباسؓ بن عبد المطلب کا مہمان ہوا پشت کعبہ پر ایک مرد اور ایک عورت
و ایک بچہ کو نماز پڑھتے دیکھکر تعجباً عباسؓ سے مستفسر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ان
میں دو میرے بھتیجے اور ایک بڑے برادر زادہ کی عورت ہے جو آگے کھڑا ہوا ہے۔
وہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور ان دونوں نے اس کی نبوت کو تسلیم کیا ہے۔ روئے
زمین پر سوائے انکے چوتھا اس طریقہ کا پابند نہیں۔ علاوہ بر این کتاب شواہد
التنزیل میں اس کے متعلق اخبار متفرقہ نقل ہوئے ہیں۔ ابو القاسم حسکانی
عبد الرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ قریش سے دس آدمی پہلے ایمان
لائے جن میں سب سے نمبر اول علیؑ ہیں۔ ابن عباس۔ جابر بن عبد اللہ انس
زید بن ارقم مجاہد قتادہ ابن اسحٰق وغیرہ کہتے ہیں کہ سب سے اول حضرت خدیجہؓ

ایمان لائیں بعد انکے انس کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کو مبعوث برسالت ہوئے
اور سہ شنبہ کو علیؑ نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن مغازلی شافعی لفظ
سابقون مندرجہ آیہ مبارکہ لکھتا ہوا کہتا ہے کہ اس جگہ سبقت سے مراد حصول
ایمان ہے۔ جیسا کہ حضرت یوشع بن نون نے حضرت موسےؑ و حضرت ہارونؑ پر
سبقت کی اور حبیب نجار نے حضرت عیسےؑ پر الغرض جناب امیر علیہ السلام کی سبقت
فی الایمان ایسی مشہور آفاق ہے کہ جس کے لئے زیادہ ثبوت دینے کی ضرورت نہیں صرف
ایک بین ثبوت پیش کرتا ہوں عبداللہ بن موسےٰ عباد بن عبداللہ سے روایت کرتا ہے
کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں بندہ خدا اور نبی کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔
میرے بعد جو صدیق کہلاویگا، وہ جھوٹا ہے۔ میں نے آں حضرتؐ کیساتھ سات برس
تک نماز پڑھی۔ محسن الملک نے بھی آیات بینات میں جناب امیرؑ کے ارشاد کی تصدیق
فرمائی ہے۔ دوم معاذۃ العدویہ کہتی ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیرؑ کو
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ قبل اس کے کہ ابوبکر ایمان لاتے
میں ایمان لایا ہوں اور ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا ہوں۔ دیکھو
سوانحعمری حضرت علیؑ باب اول صد ۲۱ و ۲۲ مؤلفہ مولوی عبداللہ صاحب بسمل امرتسری
سابق رجسٹرار کتبخانہ نواب رامپور جناب امیر علیہ السلام کا یہ شعر ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً ۔۔۔ غلاماً ما بلغت اوان حلمی

ایسا زبان زد خواص و عوام ہے کہ جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ پس یہ امر ثابت ہو چکا
کہ آیہ صدر میں اول الہجرت مراد نہیں۔ بلکہ مراد و منشائے خداوندی یہ ہے کہ مہاجرین و
انصار اور انکے متبعین سے جس نے جہاد میں سبقت کی یعنی جانفشانی و عرقریزی کی
یا مسبوق بالایمان ہوا وہ مستحق بشارت حسب فحوائے آیہ مبارکہ ہے اب رہا یہ امر
کہ متابعان جناب امیر علیہ السلام کے پیرو حضرات شیعہ ہیں یا سنی اور ان ہر دو فریق
سے کس کو تعلق جناب امیر علیہ السلام سے ہے لہذا اس کا فیصلہ کتب لغت سے کیا
جاتا ہے۔ منتہی الارب صراح کلیات ابوالبقائی اکبری محیط المحیط قاموس میں لکھا ہے
ہر شخص کا پیرو مددگار اس شخص کا شیعہ ہے اور یہ لقب دوستداران علیؑ و اہلبیت علیؑ
کا قرار پا گیا ہے۔ حتیٰ کہ خصوصیت سے انکا نام ہی شیعہ ہو گیا ہے۔ چونکہ قاموس نہایت

معتبر کتاب ہے اور ہر جگہ مل سکتی ہے۔ لہذا اسکی عبارت نقل کیئے دیتا ہوں تاکہ متلاشیان حق کو اطمینان ہو جاوے۔ (شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ وانصارہ وقد غلب ھذا الاسم علی من یتولی علیا واھلبیتہ حتی صار لھم اسما خاصا) الحمد للہ کہ ہمارا فرقہ حقہ اثناعشریہ بباعث متابعت جناب امیر علیہ السلام بحکم (والذین اتبعوھم باحسان) انشاءاللہ مفاد آیہ سے بہرہ یاب ہونیکا استحقاق رکھتے ہیں جیسے اول مصباح الہدایت میں ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ اہلسنت جناب امیرؑ اور اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے مخالف ہے اس وجہ سے بجرم عدم اطاعت سابق الایمان نعمات الہیہ مندرجہ آیہ موصوف الصدر کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ بفرض محال بہ خاطرداشت اہلسنت اگر ہم شاہ صاحب کے قول کو تسلیم کرلیں کہ یہاں سبقت الی الایمان مراد نہیں بلکہ جس نے میدان ہجرت میں پہلا قدم رکھا۔ وہ شخص مقصود باری ہے۔ تب بھی حضرات اہلسنت کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ہجرت اول وہ ہے جو حضرت جعفر طیارؓ نے حبشہ کی جانب کی اور جس ہجرت کی جانب حضرت ابوبکر جاتے ہوئے پلٹ آئے اور ایک کافر رئیس قریش کی پناہ میں مکہ بودوباش کرنے لگے۔ دیکھو مصباح الہدایت حصہ اول جو ہجرت جناب شیخین نے کی یہ دوسرے نمبر پر تھی تعجب ہے کہ جعفر طیارؓ مہاجرین ع‌ا کے شرف سے محروم رہیں اور شیخین کرسی ع‌۲ سے کود کر آرام چوکی ع‌ا پر جا ڈٹیں اہل فہم و دانش کو غور کرنا چاہیئے کہ صرف ہجرت لائق مدح نہیں۔ تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہوجاوے۔ کہ وہ ہجرت محض خوشنودی خدا و رسولؐ کے لیئے بلا لوث اغراض نفسانی تھی حضرات اہلسنت کا یہ خیال درست نہیں کہ جس نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی وہ سایہ عاطفت الہیہ میں آگیا چنانچہ قرآن مجید و فرقان حمید کو دیکھنا چاہیئے۔ جس سے تعریف و مذمت مہاجرین ہر دو موجود ہیں۔ پارہ دہم کے شروع میں خدا فرماتا ہے (ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ) خلاصہ یہ کہ خداوند تبارک اہل اسلام کو ہدایت فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی روش اختیار نہ کرو۔ جو کہ اپنے گھروں سے نکلے۔ یعنے ہجرت کی سرکشی و خودنمائی کے لیئے اور روکتے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے۔ مفاد آیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جملہ مہاجرین کی ہجرت محض خوشنودی خدا و رسولؐ کے لیئے نہ تھی ان میں ایسے بھی تھے

جو لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے راہ پیمائے مدینہ ہوئے تھے اور خلائق کو شاہراہ ہدایت دکھلاتے تھے
جنہوں نے محض رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہجرت کی ہم حضرات شیعہ انکی خاک پا کو طوطیائے چشم
بناتے ہیں اور جنہوں نے بغرض خودنمائی ہجرت کی اور وہ بادیۂ غوائیت وضلالت میں لگے رہے انکو
ہم ایسا ہی جانتے ہیں جیسا جاننا چاہیئے حضرات ثلاثہ اسی قسم کے لوگوں کے سردار و پیشوا تھے جن کو
متوالیں و صفت (ریاءالناس) یاد کیا ہے شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں تحریر کرتے ہیں کہ
اُس زمانے کے کاہنوں نے شیخین کو خبر دی تھی کہ تم مدعی نبوت کے جانشین ہو کر لذائذ حکومت سے
بہرہ یاب ہوگے پس ان بزرگواروں کی ہجرت ریائی تھی جو کہ مقبول بارگاہ احدیت نہیں نیز یہ لوگ
بیداہ کنندہ خلائق بھی تھے علاوہ بریں میاں شاہ حسن صاحب پھلواری کا ایک طویل مضمون
رسالہ اصلاح ماہ رجب ۱۳۲۷ھ میں نقل ہوا ہے اُس مضمون میں ایک موقعہ پر فرماتے ہیں۔
رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (لکل امرء مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ
من کانت ہجرتہ الی الدنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ متفق علیہ) خلاصہ یہ کہ
جس غرض کو ملحوظ خاطر رکھکر ہجرت کیجاویگی وہی حاصل ہوگی اگر خدا اور رسول کی رضامندی مدنظر
ہے وہ ملیگی اگر دوسرا مطلب ہوگا وہ پورا ہوگا اس مضمون سے ثابت ہوا کہ جمیع مہاجرین کی ہجرت خالصۃً
لوجہ اللہ نہ تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ اور اغراض باطلہ بھی وابستہ تھیں چنانچہ ایک شاعر لکھتا
ہے (نمودند ہجرت بزرگان دیں۔ پئے بہر دنیا پئے بہر دیں) کیونکہ تمام مسلمان خالص الایمان
نہ تھے اُنہیں مہاجرین و انصار میں حضرات منافق بھی تھے چنانچہ کتب معتبرۂ اہلسنت میں لکھا
ہے کہ حضرت حذیفہ صاحب سر رسول تھے آنحضرت نے حذیفہ کو تمام منافقین کے نام بتلائے
ہوئے تھے حضرت عمر ہمیشہ آپ سے دریافت کیا کرتے کہ میرا نام تو آنحضرت نے سلسلہ اہل نفاق نہیں بیا
ہمارے اور تمام اہل عقل کے نزدیک کامل الایمان وہ بزرگوار تھے جن کا خاتمہ بالخیر ہوا اور
کبھی بھی اُن کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی یہ شائبہ رسول اور اہلبیت کے خیر طلب رہے
انکے احکام کو عین ہدایت سمجھا وہ مقبول بارگاہ ایزدی تھے ایمان ہی قابل مدح و ستائش
ہے۔ خواہ وہ مہاجرین کو حاصل ہو یا انصار کو یا کسی اور ملک کے مسلمانوں کو سابق ولاحق
کی بھی چنداں قید نہیں چنانچہ قرآن مجید و فرقان حمید میں صاف لکھا ہوا ہے (ان
الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا
الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک لمن خشی ربہ) حاصل یہ

یہ ہی کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ بہترین خلائق ہیں خدا اُن کو جنتوں میں جگہ
دیگا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اس آیۂ مبارک نے صاف ظاہر کر دیا کہ رضائے الٰہی
و مغفرت کے لئے ایمان ضرور ہی ہے - اور وہ ایمان بھی ایسا ہو کہ صاحب ایمان نے عمل صالح
کئے ہوں یہ امر ظاہر ہے کہ اکثر اہل اسلام بعد مسلمان ہونے کے افعال قبیحہ کے مرتکب ہوئے چنانچہ
آپکے اطمینان کے لئے ایک دو اقوال علمائے متبحر کے ذکر کرتا ہوں چنانچہ امام غزالی کتاب سر العالمین
مقالہ چہارم میں قمطراز ہیں جسکا خلاصہ لکھتا ہوں اصل موقع غدیر پر بتفصیل قلمبند کرونگا آپ
فرماتے ہیں - یوم غدیر حجت خدا روشن ہوئی جب کہ مبارکباد دی حضرت عمر نے جناب امیر کو
ابتدا انکی نیابت و حمایت پر خوشدلی ظاہر کی مگر بعد میں ممالک سے روپیہ کا آنا بلاد کفار کا فتح ہو کر
ریاست اسلام میں شامل ہونا - گھوڑوں کا کنوتیاں ملا کر چلنا پھریروں کا لہرانا نقیبوں کا دو
باش کہنا - آپکی بازگشت کا سبب ہو گیا تا آنکہ پھر گئے اپنی قدیم حالت جہالت پر اور بُری چیز
خریدی اسکے بدلہ میں - جناب مسٹر نامی و منظہر صاحب اس بُری چیز کو جسے خریدا اُن بزرگوں
نے - آپ خود ہی سمجھ لیں میں کیا عرض کروں - ایضاً کتاب شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی
فرماتے ہیں - صحابہ میں جو محاربات و مشاجرات واقع ہوئے جیسا کہ کتب تواریخ میں درج
ہے اور ثقہ لوگوں کی زبانوں پر جاری و ساری ہے یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض صحابہ
طریق حق سے منحرف ہو کر ظلم و فسق کی حد پر پہنچ گئے تھے جسکا سبب سوائے حسد و طلب
ملک و ریاست و خواہش لذات و شہوات کے اور کچھ نہ تھا ہر چند کہ اصحاب معصوم نہ تھے اور
نہ خیر کے ساتھ موسوم مگر علماء نے اپنے حسن ظن سے اُن کے افعال و کردار میں تاویلات و مو
شگافیاں کیں ہیں تاکہ طبائع اُن سے بدل نہ جاویں خصوصاً مہاجر و انصار سے جو کہ مبشر بہ
ثواب دار القرار ہیں - جناب نامی صاحب و مسٹر منظہر صاحب انصاف سے دیکھئے
کہ علامہ نے صحابہ کا فوٹو کس خوبصورتی سے اُتارا ہے - اور صاف دکھلا دیا کہ جن صحابہ میں
بطمع ملک و دولت جھگڑے اور مناقشے ہوئے - نہ وہ معصوم تھے اور نہ خاتمہ بخیر ہونیکی
اُنمیں صفت تھی - اور یہ وہی لوگ ہیں جن دس آدمیوں کو کھلے کیواڑوں باغ جنت کی
سیر کا پروانہ ملا ہے - علماء کو چونکہ اُن سے حسن ظن ہے لہذا اُن کے جرائم کی تاویلات کی ہیں
علامہ کی یہ تقریر خود کہہ رہی ہے - کہ راس و رئیس عشرۂ مبشرہ حضرات ثلاثہ کا نہ انجام بخیر
ہوا - اور نہ باعتبار افعال و اعمال وہ اس قابل تھے کہ بلا تاویل اُن کے افعال صحیح

جانے جاتے حقیر عرض کرتا ہے کہ تاویل سے ہر فعل قبیح جائز ہو سکتا ہے مگر بعد البعد
پیشوایان اہلسنت اور خصوصاً حضرات ثلاثہ ایسے تھے کہ جنکی ظاہری رفتار ناقابل برداشت
ولائق نفرت تھی، حسن ظن ہر ایک بُرے و نالائق سے پیدا ہو سکتا ہے یہ ذاتی امر ہے ہر ایک
شخص کو اپنے عقائد کی حد بندی کا اختیار ہے مگر افسوس یہ ہے کہ حضرت نامی و مظہر صاحب
ایسے لوگونکی شفاعت کے بھروسہ پر جو کہ خود درماندہ ہیں بے پرواہ ہیں قول شاہ
ولی اللہ صاحب مندرجہ رسالۂ مقالہ وضیئی النصیحہ والوصیہ چونکہ فارسی ہے لہذا اسکی
اصلی عبارت نقل کیجاتی ہے وصیت دیگر آنکہ درحق صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عقاد نیک باید داشت و زبان را بجز مناقب ایشان جاری نباید ساخت درایں مسئلہ دو
صنف خطا کردہ اند قومے گمان می کنند کہ ایشان باہم سینہ صاف بودند وہرگز مشاجرات
درمیان ایشان نگذشتہ وایں وہم صرف است زیرا کہ نقل مستفیض شاہد است بر مشاجرات
ایشان وانکار ایں نقل مستفیض نمی تواں کرد وقومے ایں چیزہا بدیشاں منسوب دیدند
وزبان بہ طعن ولعن کشادند ودر وادی ہلاکت افتادند اگرچہ اصحاب معصوم نبودند واز
بعض ایشان ممکن کہ چیزہا بوجود آمدہ باشد کہ اگر از دیگراں مثل آں بوجود آید مورد
طعن وجرح گردد اما ما مور یم بکف اللسان از مساوی ایشان وممنوعیم از سب وطعن ایشان
برائے مصلحتے وآں مصلحت آنست کہ اگر فتح باب جرح در ایشان شود روایت از حضرت
پیغمبر منقطع گردد ودر انقطاع روایت برہم خوردن ملت امت) شاہ کلیم اللہ دہلوی کے کلام
فرحت انجام سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول ایسے صوفی طبع تھے کہ باہم سینہ صاف نہ تھے بلکہ
بغض وعداوت کو جو منافی شان اسلام ہے اپنا مذہب وشعار اسلام کیے ہوئے تھے چونکہ صحابہ
سے بغض وتنقص رکھنا کفر ہے لہذا بوجہ اختلاف باہمی ہر واحد کافر تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا
کہ صحابہ کا باخود ہا کفش بازی کرنا جائز ہو اور ہم کو ان کفش بازوں سے تنفر کرنا ناجائز
ہر گاہ اُن کے افعال پر جرح وقدح ہو سکتی ہے تو ایسے لوگوں کا راوی حدیث رسول ہونا
کیسے صحیح ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ ایسے آدمی تعلقات ذاتی سے نقل روایات میں خیانت کریں
افسوس ہے اسلام کی حالت پر جسمیں ایسے لوگوں سے سلسلۂ روایت ہو جنکا تشاجر وتخاصم
ایسا شہرۂ آفاق تھا جسکی خبر ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب تک پہنچ گئی مہربانی فرما کر
حضرت نامی و مسٹر مظہر صاحب دیانتداری سے بتلا دیں کہ وہ کونسے صحابہ جلیل القدر

تھے جنمیں مشاجرات و مخاصمات واقع ہوئے اور اُنکی ذات بابرکات سے سلسلہ روایات
وابستہ ہے مگر چونکہ کل صحابہ کی عدالت کا اقرار ہے اور خصوصاً اُن بزرگوں کی جن سے سلسلہ روایات
ملتا ہے اور بنائے مذہب اُنکی روایات پر ہے کب ہم کو بتلادینگے کہ فلاں فلاں جو حق پر اڑ کرنے والے
تھے - لہذا بہ نظر رفع خلجان و اصول اطمینان حق طلبان جو عرض کرتا ہے کہ وہ جنگجو فرقہ حضرات
ثلاثہ وغیرہ کا ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے دربارہ صحابہ دو گروہ خاطی قرار دئے ہیں ایک گروہ
وہ جو باوصف نقل مستفیض منکر نتا نہ عات ہیں جیسے آپ دوسرے وہ جس نے وقوع نزاع کو
استنباط استدلال قائم کرکے جرح وقدح وطعن کا دروازہ اُنپر کھولدیا ہے یعنی فرقہ حقہ
اثنا عشریہ الحمد للہ کہ والد بزرگوار شاہ عبد العزیز صاحب نے آپ جیسے بزرگواروں کو بھی
یعنی اہل سنت کو بجرم انکار بعض صحابہ خاطی قرار دیا پس حسب تصریح امام غزالی و علامہ
تفتازانی - و شاہ ولی اللہ صاحب پیشوایان اہلسنت بطمع ملک و ریاست جادۂ اعتدال
سے منحرف ہوکر اپنی قدیم حالت پر عود کرگئے - پس حسب الفرمان واجب الاذعان
حضرت باری - یہ لوگ کسطرح مستوجب ثواب دارین ہوسکتے ہیں تعجب ہے جو لوگ ایسے فکر کو
حلیلہ ہیں خلیفہ ہوکر ارکان اسلام کو درہم وبرہم کریں - اُنکی نسبت شاہ صاحب فرمادیں کہ
بوجہ ہجرت خدا نے اُنکی تعریف فرمائی ہے چونکہ آیہ مابہ النزاع میں حسب توجیہات بالا محض
ہجرت کرنیوالونکی تعریف نہیں لہذا ایک اور آیت پیش کرتا ہوں جس کے دیکھنے سے ثابت ہوگا
کہ شاہ صاحب کیسے غلط بیانی فرماکر دہوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں دوسرے موقع پر خدا
فرماتا ہے (والسابقون السابقون اولئک المقربون) یعنی جو طبقہ اولے ایمں سے ایمان
لانے والوںمیں سے پہلے ایمان لائے وہ مقربان خدا سے ہیں چنانچہ میں اوپر ثابت کرآیا
ہوں کہ یوم دوشنبہ کو آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے - اور سہ شنبہ کو حضرت امیر
نے آپ کے ساتھ نماز ادا فرمائی ملاحظ ہو جو الفاظ کہ آیہ ماسبق میں ہیں وہی الفاظ اسی
آیہ مبارکہ میں ہیں وہاں بھی اہل ایمان مراد ہیں اور یہاں بھی بحمد اللہ جناب امیر کی
سابق الایمانی بہ این عنوان کتب اہل سنت سے دکھلائی گئی ہے کہ انشاء اللہ یارائے دم
زدن نہو گا بعد ازیں جہاد کی کیفیت مختصراً دکھلاتا ہوں تمام اہل اسلام کو اسپر اتفاق ہے
کہ ہر معرکہ میں جناب امیر علیہ السلام نے داد جوانمردی دی تفصیل اسکی اوپر آچکی ہے یہاں
پر صرف ایک عالم اہل سنت کا قول نقل کئے دیتا ہوں ابن روزبہان ابطال الباطل

آیت مدنی کی اور اول الایمان کی

میں رقم فرماتے ہیں کہ (امثوی الاسلام سیف علیؑ) یعنی علی کی تلوار سے اسلام منور ہوا
مطلب یہ ہے کہ جسقدر رکاوٹیں اسلام کی راہ میں حائل تھیں سب کو علی نے بزور شمشیر
صاف کرکے سیدھی سڑک نکالدی یہ نظر اطمینان ناظرین کلام ربانی سے ثابت کیا جاتا
ہے خدا کے نزدیک وہ مہاجر ممدوح ہیں جنہوں نے ایمان کامل پاکر ہجرت کی اور
مجاہد فی سبیل اللہ ہوئے سورہ انفال میں ارشاد ہوا ہے (والذین آمنوا وھاجروا
وجاھدوا فی سبیل اللہ) نہ انصار چونکہ ہجرت کا اُن سے تعلق نہیں لہذا ان کیلئے
ایمان اور پھر جہاد کی شرط قائم فرمائی سورہ موصوفہ میں ہے (والذین آووا ونصروا)
لفظ نصرت ہم معنے جہاد ہے تیسرا گروہ (والذین اتبعوھم) کا ہے اُن کے لئے سورہ
موصوفہ میں یہ قید لگائی گئی ہے (والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم
فاولئك منکم) ہر سہ طبقات مہاجر و انصار و تبعین کی صفت ایمان و جہاد مشترک ہے
پس یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا ایسے شخص کی تعریف کرے جو کہ ان سے ہر سہ صفات
میں سے صرف ایک صفت کا حامل ہو سنی و شیعہ میں ہجرت حضرت ابوبکر مابہ النزاع
نہیں ان کے مہاجر اول ہونے میں کسی شیعہ کو گفتگو نہیں وہ آنحضرت کے ہمراہ غار میں
تشریف فرما تھے جسکی پوری تشریح آیندہ بحث آیہ غار میں کیجاوے گی ہمکو حضرات
ثلثہ کے ایمان اور جہاد میں کلام ہے آپ ان کو اہل ایمان کا راس و رئیس جانتے
ہیں اور ہم حضرات ثلاثہ کو منافقین میں شمار کرتے ہیں اہلسنت ان کو مرد میدان
جانتے ہیں جیسے کہ منظر صاحب سوانحمری صدیق میں ارقام فرماتے ہیں "حضرت
ابوبکر ہمیشہ حضور کی رکاب میں حاضر رہے اور کسی جنگ میں وہ حضور سے علیحدہ
نہیں ہوئے ۔ جنگ بدر کے موقع پر وہ رسول صلعم کے آگے تلوار نکالکر کھڑے ہو گئے
حضور دشمنوں کی زد سے محفوظ رہے ۔ جسوقت کوئی دشمن آپ پر حملہ کرتا تو وہ
شیر کی مانند اُس پر جھپٹتے کسی کو للکارتے کسی کو مارتے غرض حضور کی حفاظت میں
کوتاہی نہ کرتے" اور ہم اہل شیعہ برعکس اس کے آپ کو بڑا جبان اور موقع پر جان
چھپانے والا ۔ اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان کو جانتے ہیں چنانچہ آپ خود
انصاف فرمائیں کہ اگر کوئی تحریر مسٹر منظر صاحب کو دیکھے تو فوراً سمجھ اٹھیگا نعلوم
حضرت ابوبکر نے اس تلوار گھمانے میں کسقدر شراروں کا خون بہایا ہوگا جب تلیخ

پر غور کرو تو تاایں تاایں فش دکھائی دیگی۔ زیادہ بار حضرات اہلسنت پر نہیں ڈالا جاتا۔ اگر آپ حضرات ثلاثہ کو مومن و مجاہد فی سبیل اللہ جانتے ہیں تو صرف رسالہ سجادیہ مرحوم میر سجاد حسینؒ صاحب بارہوی کا جواب دیدیں چنانچہ ۲۸ - ۲۹ برس ہوئے یہ سلسلۂ اشتہارات اور مناظرہ لکھنو ایک رسالہ مسمّی بہ حمایت الایمان جعفری پریس نخاس واقعہ لکھنو چھپا ہے اس کے صفحہ ۲۸ پر ایک اشتہار دیا گیا ہے جس کو بلفظہٖ نقل کرتا ہوں (اشتہار انعامی پانچہزار روپیہ)

مولوی عبد الباقی صاحب لکھنوی نے سلسلۂ اشتہارات مناظرہ لکھنو اپنے ایک اشتہار مطبوعہ ۲۹ رصفر ۱۳۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کی نسبت (قاتل الکفرۃ والزنادقہ) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ادب سے التماس کرتا ہوں کہ وہ ہرگز اس صفت سے موصوف نہ تھے اور میری تحقیق یہ ہے کہ جب بت پرستی چھوڑ کر اُنھوں نے اسلام اختیار کیا تا وفات وفات کیا غزوات پیغمبر میں اور کیا اپنے عہد کی جنگوں میں ایک کافر یا زندیق کو بھی میدان جنگ میں مقابلہ کر کے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا اور نہ کہیں خود زخمی ہوئے نہ کسی کو زخمی کیا۔ اگر ایک بھی اُن کا مقتول کہ جسے اُنھوں نے قتل کیا ہو با تحقیق ثابت کر دیا جاویگا۔ تو پانچہزار روپیہ نذر کر کے پیش کئے جاوینگے المشتہر محمد عبد الرحیم کلیم سابق سنی حال اثنا عشری لکھنوی۔ لیجئے مسٹر منظر صاحب آپکو تو حضرت ابوبکر کا تلوار گھمانا۔ کسی کو مارنا کسی کو زخمی کرنا لکھا ہے یہ روپیہ لیکر داد تحقیقات دیجئے گا۔ الحاصل جب تک حضرات اہل سنت حضرات ثلاثہ کا مومن و مجاہد ہونا ثابت نہ فرماوینگے محض ہجرت سے اُن کی کوئی فضیلت ثابت نہیں کر سکتے مشتہر اول سے آجتک کسی کو ایک پیسہ لینے کا اتفاق نہیں ہوا۔ احتیاط میں ستیونکہ بیدل کرتا ہوں کہ مجھے مشتہر دوم سمجھکر ایمان ثلاثہ اور ان کا مجاہد فی سبیل اللہ ہونا ثابت کریں:۔

حضرت ابوبکر کا غار میں آنحضرتؐ کے ہمراہ ہونا

(اور آیہ غار کا نازل ہونا)

ہماری حضرت منظر صاحب سوانح صدیق کے صفحہ ۱۳ پر رقمطراز ہیں یہ دیہ دونوں

آفتاب و مہتاب تین دن اسی غار میں پوشیدہ رہے حضرت ابوبکر صدیق فرط محبت
اور اس خیال سے کہ حضور کے دشمنوں کو گزند نہ پہنچے لمحہ بھر کے لیے بھی غار میں نہ
سوئے۔ آپ کی آنکھیں قیام غار میں حضور کی تکلیف کے باعث ہمیشہ نمناک رہیں جس
کا صلہ خداوند تعالیٰ نے یہ دیا کہ (ان اللہ معنا) فرماکر جس معیت میں نبی داخل
تھے اسمیں حضرت ابو بکر کو بھی شامل کر دیا ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء الحمد للہ کہ ہمارے
حضرت منظہر صاحب کو انجم کی شاگردی سے یہ سلالے انجم کے مل گئے جسے آپ نے
بلا سوچے سمجھے زیب ارقام فرماکر سورجنن میں اپنا نام لکھالیا ہمارے لاہور میں بھی
ایسے واقعہ نگاروں کی از حد ضرورت تھی سو بہ افضال ایزدی پورے ہو رہے ہیں
جناب بندہ قرآن دانی محض حسبنا کتاب اللہ کہنے سے ہی نہیں ہوتی اس کیلئے
بہت سے علوم کی ضرورت ہے تاکہ کم از کم انسان مبتدا و خبر کو سمجھے لیجئے سنیئے تاکہ آپکو
معلوم ہو جاوے کہ یہ آیہ مبارکہ آپکے یار غار کے حق میں بطور وصف نازل ہوئی یا کہ
اس آیہ مبارکہ نے ان کے اصلی حالات کا انکشاف فرمایا ہے سورہ توبہ کے چھٹے رکوع
میں ارشاد باری ہوا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما
فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ الخ اس آیہ مبارکہ میں خدا نے
اُن مسلمانوں کی گوشمالی فرمائی ہے جو کہ آنحضرتؐ کی حمایت و نصرت دین میں کوتاہی کرتے تھے
یا یہ کہ آنحضرتؐ کو نرغہ اشرار میں گھرا ہوا چھوڑ کر روپوش ہو جاتے تھے چنانچہ ماقبل آیات
موصوفہ کے خدا فرماتا ہے (یا ایھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ) آیات کا مطلب
یہ ہوا کہ اے ناہنجارو بدکردار و فرار شعارو اگر تم میرے حبیب کی امداد نہ کروگے تو کوئی حرج
نہ ہوگا ہم اسکی مدد کو موجود ہیں جیساکہ قبل ازیں ہم نے اسکی مواقع متعددہ پر نصرت کی ہے
جن مواقع پر خدا نے اپنے فرستادہ کی حفاظت فرمائی ہے انہیں سے مثالاً ایک نقعہ غار ہے
جسکا ذکر جناب احدیت نے اسطرح فرمایا ہے دیکھو خدا نے اپنے نبی کی ایسے نازک موقع پر
مدد کی جب کہ اُس پر ابواب امن دامان بند ہو گئے تھے اور دائرہ معاشرت بجدّے تنگ گیا
تھا کہ مجبور ہو کر اسکو گھر چھوڑنا پڑا۔ دران حالیکہ وہ اپنے ہمراہ صرف ایک آدمی رکھتا
تھا اور وہ ہمراہی بھی چنداں پُر جگر نہ تھا بلکہ ایسا بودا۔ اور بزدل ڈرپوک کہ شدت
خوف سے محزون و مغموم ہو کر بجائے اطمینان وحشت کا بڑھانے والا تھا ہم نے

اپنے حبیب کو اُس عالم اضطراب میں ایسا اطمینان قلب عنایت فرمایا کہ اپنی ہمراہی کے مضطرب ہونے سے اُسکو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی بلکہ نہایت اطمینان قلب سے ہدایت کی سمجھایا کہ گھبراؤ نہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھو وہ ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اُسپر سکینہ نازل فرما کر اُسی کے قلب مطمئن کے اطمینان کو اور مرتبہ ترقی پر پہنچایا اور ایسے لشکروں سے اُسکی مدد کی جسکو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکی آیہ موصوفہ بالا میں جتنے ضمائر ہیں اُن سب کا تعلق مختص بذات ختمی مرتبت ہے مثلاً مکہ سے کفار کا نکالنا۔ موطن مختلفہ۔ اور خصوص غار میں مدد کرنا غایت مرحمت سے سکینہ کا نازل فرمانا (جنود غیر مرئی) سے امداد کرنا ان صفات میں جناب ابوبکر کو کوئی مشابہت و مشارکت نہیں اُن کے قرعہ میں تقسیم قدرت سے آیۂ صدر کے دو جملہ آئے ہیں۔ اول (لصاحبہ) دوم (لاتحزن) جملہ اولے (لصاحبہ) سے اہلسنت اور ہمارے منظور صاحب گردن بلند فرما کر ابوبکر کے صحابی رسولؐ ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور جملہ دوم لاتحزن سے فی الجملہ مکدر ہو کر سر نیچا کر لیتے ہیں سوائے ان ہر دو جملہ کے دو جملہ اور ہیں (ان اللہ معنا اور فانزل اللہ سکینتہ) یہ دونوں آنحضرت کی ذات خاص سے تعلق رکھتے ہیں لیکن حضرات اہلسنت زبردستی ان دونوں جملوں پر بھی حضرت ابوبکر کی منڈیا چھائے دیتے ہیں لہذا مناسب ہے کہ ہر چہار جملوں کی تصریح کر دیجاوے تاکہ عام طور پر خلائق کو حقیقت حال سے آگاہی ہو جاوے واضح رائے ارباب خرد ہو کہ حضرات اہل سنت جملہ (لصاحبہ) مندرجہ آیہ کو اپنے مفید مطلب سمجھکر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا نے حضرت ابوبکر کو صاحب رسولؐ فرمایا ہے۔ پس جو شخص اُن کو صحابی رسول نہ جانے وہ منکر قرآن ہے تعجب ہے کہ اہلسنت صرف لفظ صاحب پر مستدل ہو کر خلیفہ اول کو بام ایمان پر بٹھلاتے ہیں بچشم حقیقت نہیں دیکھتے کہ جملہ مذکور قرآن میں چند موقع پر وارد ہوا ہے مگر وہاں اُس کوئی ایسی خاص وقعت نہیں پائی جاتی جیسی کہ اہلسنت بحق ابوبکر سمجھ رہے ہیں جناب یوسف علیہ السلام کیساتھ جو لوگ زندان میں قید تھے اُن کو حضرت نے اپنا صاحب فرمایا ہے آیۂ مبارکہ (یا صاحبی السجن) اسکی شہادت دے رہی ہے بوجہ رفاقت و ہمکلامی مثلاً گدہا بھی صاحب بولا گیا ہے دیکھو (صاحب الحمار) یعنے خر ناشخص بر آں ساتھی ہے رسول مقبول کو خدا نے کفار کا صاحب فرمایا ہے (وما صاحبکم بمجنون) یعنے اے کفار جو اپنے صاحب یعنی ہمارے نبی کو مجنون

کہتے ہو یہ غلط ہے بلکہ وہ عقلی و فرزانہ ہے اور تم جاہل و نادان ہو مچھلی کو حضرت
یونس علیہ السلام کا صاحب کہا گیا ہے کہ (صاحب الحوت) اس کا شاہد ہے مسٹر مظہر جسکا
غور فرماویں جب کہ لفظ صاحب سے گدھے کو کوئی فضیلت نہیں ملی اور وہ لنگر
کا گدہا ہی رہا تو بھی حضرت ابوبکر یہ لفظ کیا فائدہ بخش ہوسکتا ہے افسوس ہے ایسا
ارزاں لفظ جو قیدیوں اور گدہوں کے لئے قرآن میں مستعمل ہوا ہے جناب مظہر
صاحب حضرت ابوبکر کے لئے اُسے باعث فخر و مباہات جانتے ہیں جناب ام المومنین
عائشہ و ام المومنین حفصہ کے لئے حسب تعلیم علمائے اہلسنت آنحضرت نے
(کصواحب) یوسف فرمایا ہے اس مقدس لفظ نے جو ہر دو بیگمات کو عزت بخشی
ہے وہ ظاہر ہے بلحاظ خاطر اپنے مہربان مکرم دوست مسٹر مظہر صاحب اگر
ہم اسکو بھی مان لیں کہ حضرت احدیت نے جناب خلیفہ صاحب کو صاحب رسول
فرمایا ہے تب بھی اُن کے لئے کوئی خاص فائدہ مرتب نہیں ہوسکتا حسب عقیدہ
اہل سنت اصحاب میں وہ لوگ شمار کئے گئے ہیں جنہوں نے آنحضرت کی صحبت اٹھائی
یا آنکہ اقلاً آن واحد کے لئے اُنکو دیکھا سو فرقہ شیعہ کو اس سے مطلق انکار نہیں
ممدوح الشان ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو کر آنحضرت کے تابعین میں داخل
ہوئے تمام اوامر و نواہی کو کانوں سے سنا سفر و حضر جنگ و جدل میں آپکے ہمرکاب
رہے غایت الامر بیٹی نذر کر کے سسروں میں داخل ہوئے مگر بایں ہمہ خلاف استحقاق
مسند نبوی پر جلوہ افروز ہو کر اہلبیت طہارت پر شدید ظلم کر کے آنیوالے حکمرانوں کو
خاندان رسالت کی تباہی و بربادی کا سبق دیا لہذا اصحاب باصفا کے لئے جو
تعریف و توصیف ہونی چاہئے اس سے محزون غار کو کوئی حصہ نہ تھا محض اطلاق
لفظ صحابیت فائدہ رساں نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ انجام بخیر ہونا اور صحیح ایمان پر
مرنا ثابت نہو اصحاب ایک عام لفظ ہے جسمیں مختلف جنس کے آدمی داخل ہیں
ارباب نفاق و شقاق بھی اصحاب میں شمار کئے گئے ہیں جنہوں نے میدان جنگ
میں ذات مقدسہ نبویہ کو نرغۂ اعدا میں تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کیا وہ بھی
اصحاب کے زمرہ میں محدود ہیں یا ہنگام رحلت جنہوں نے دافع ضلالت وصیت
نہ لکھنے دی اور غایت جوش ضلالت سے آنحضرت کو بیہودہ گو کہا وہ بھی تو

خلافت گلے میں پہنے ہوئے ہیں نعش نبیؐ کو بے غسل وکفن چھوڑ کر جنہوں نے سلطنت کی
طرف توجہ کی اُن کا طرّہ دستار بھی وہی لفظ ہے بقول شاہ ولی اللہ صاحب مندرجہ
ازالۃ الخفاء مرتدین بھی فہرست صحابہ میں مندرج ہیں مالک بن نویرہ بھی جو بالزام
ردّت قتل کئے گئے داخل صحابہ تھے خالد بن ولید جس نے زوجہ مالک سے بفور قتل
مالک بلا انتظار عدہ اسی شب ہم آغوشی کرکے داد عیش دی صحابی کیا بلکہ
سیف اللہ قرار پائے۔ بروئے حدیث مندرجہ بخاری ومسلم جو لوگ بجرم احداث
بدعات گرفتار غل وزنجیر ہوکر آنحضرتؐ کے سامنے کئے جاویں گے اُن کے لئے بھی
نہایت جلی قلم سے لفظ اصحاب لکھا ہوا ہے۔ آنحضرتؐ نے جن منافقین کے نام حضرت
حذیفہؓ کو (جو کہ حسب تسلیم شاہ عبدالعزیز علم المنافقین تھے) بتلائے ہوئے تھے اور
حکم بہ کتمان اسماء فرمایا تھا۔ جس کی تفتیش وقتاً فوقتاً حضرت عمر اپنی نسبت فرمایا کرتے
اُن کے صحابی ہونے میں کسی کو بھی جائے انکار نہیں سورہ محمدؐ میں (فهل
عسیتم ان تولیتم الی آخرہ) یعنی اے اصحاب محمدؐ تم عنقریب متولی امر اسلام ہوکر دین
خدا کو برباد کروگے سوائے صحابہ وہ اور کون ہیں حذیفہؓ کو حسب اندراج مسلم جلد
دوم صفحہ ۱۲۷ جو حضور نے خبر دی تھی کہ ہمارے بعد فوراً شیاطین مسلط اسلام پر ہو
جاویں گے وہ حضرات بھی صحابہ کی فہرست سے خارج نہیں حسب تسلیم شاہ عبدالحق صاحب
محدث دہلوی۔ مندرجہ مدارج النبوت حضرت امیرؑ سے سرور عالم نے فرمایا تھا
(یا علی بعد از من بسے مکروہات زمانہ بتو خواہد رسید باید کہ دلتنگ نشوی و چوں
بینی کہ مردم دنیا دنیا را اختیار کروند تو دین را اختیار کُنی و راہ صبر را پیش گیری)
یہ وصیت بھی بمقابلہ اصحاب واقع ہوئی ہے (وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله
الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الی آخرہ) صحابہ رسولؐ سے ہی تعلق
رکھتی ہے سورہ بقر میں ارشاد ہوا ہے (ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت
وهو کافر فاولئك حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة اولئك اصحاب النار
هم فیها خالدون) سورہ مائدہ میں ہے (یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم
عن دینه) ان آیات مجیدہ کا انہیں سے تعلق ہے جو آنحضرتؐ کے گرد و پیش
رہا کرتے اور بہ لفظ اصحاب پکارے جاتے تھے (یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم

کے مصداق بھی رسول کے زمانے کے حضرات ہیں شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العین مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ ۱۶۳ پر ارقام کرتے ہیں (ولا تنکار نمی کنیم کہ در عصر اول خوب فتنہ ہا برخاستند نمی بینی کہ بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسیاری مرتد گشتند) محسن الملک صاحب شرح آیات بینات میں رقم فرماتے ہیں کہ اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام کے طمع طلب نے بہکایا یہ کئی حضرات جن کے حالات آیات و حدیث واقوال علماء سے بصیغہ اختصار بعد کہلائے گئے حضور انور کے اصحاب میں داخل تھے اب آپ ذرا گریبان میں منہ ڈالکر سوچئے کہ ان لوگوں کو آنحضرت کی صحابیت نے کیا فائدہ بخشا۔ سُنی و شیعہ میں لفظ صحابہ ما بہ النزاع نہیں بلکہ گفتگو ان کے ایمان میں ہے شیعہ کے نزدیک صحابہ میں سے جو بزرگوار تابع ثقلین ہو کے جبہہ سائی درِ اہلبیتؑ کو اپنا فخر سمجھے وہ آسمان ایمان کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور جنہوں نے راہ خلاف اختیار کر کے اہلبیتؑ نبوی کو پامال کیا اور دیگروں کو انکی جگہ جانشین کیا۔ اور اہلبیتؑ اطہار کی ذلت کا اپنے جانشینوں کو سبق دیا وہ اعلیٰ درجہ کے نامسلمان ہیں اگر جناب منظہر صاحب و مظہر نامی صاحب حضرت ابوبکر کو آنحضرتؐ کا ممدوح صحابی جانتے ہیں تو حضور اپنی کتابوں سے ثابت فرمائیں کہ انھوں نے بحکم حدیث ثقلین اہلبیت نبویؐ کی پوری اطاعت کی اور امور دینی میں آل نبیؐ کو پیشوا سمجھا اور خود محکوم رہے جو صاحب یہ ارادہ فرمادیں ان کو لازم ہے کہ خلفاء کی گردن سے مطاعن کی مضبوط رسی کو نکالدیں جو بجواب باب ہم تحفہ کتاب تشیید المطاعن سے نہایت مضبوط کی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ آجتک کچھ ہمت نہوئی کہ تشیید المطاعن وجواہر عبقریہ و بوارق مولقہ واستقصاء الافحام وعبقات الانوار و نزہۃ اثنا عشری و تحفۃ الاشعری و انوار الہدیٰ و ازالہ سنجادیہ ورسالہ روشنی وغیرہ کا کچھ جواب لکھتے لفظ صاحب مندرجہ آیہ غار تو کچھ مفید حضرت ابوبکر نہوا۔ اب جملہ لاتحزن دیکھنا ہے:-

جملہ دوم لاتحزن

اس جگہ یہ امر معرض بحث میں ہے کہ ابوبکر صاحب نے اسوقت پر آفت میں کیوں حزن

بیقراری شروع کی۔ وہ موقع ایسا تھا۔ کہ اسطرح اپنے آپ کو چھپاتے کہ دم بخود
ہو جاتے۔ سانس تک نہ لیتے۔ کیونکہ کفار قریش ڈھونڈتے ہوئے غار کے چاروں
طرف پھر رہے تھے کھوجیا در غار پر کھڑا ہوا۔ اپنے ہمراہیوں سے کہہ رہا تھا میری تجربہ
کار نظر کبھی خطا نہیں کر سکتی۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ یہاں تک دو آدمی ضرور
آئے آگے نہ معلوم زمین میں دھنس گئے یا آسمان پر چلے گئے جناب رسالتمآب گو کہ
باعتبار وعدہ الٰہیہ نفس مطمئنہ رکھتے تھے مگر ایسے وقت میں اپنے ساتھی کے گھبرانے
اور رونے دھونے سے کتنی گھبراہٹ طبع اقدس پر طاری ہوئی ہوگی اگر کوئی
نادان بچہ ٹوں ٹوں کرتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا مگر ایک بوڑھا تجربہ کار گرم و سرد
زمانہ دیدہ سفید داڑھی ہلا کر آنسو بہاتا ہو بچشم حقیقت دیکھنا چاہیئے کہ
کہ اس عالم درماندگی میں آنحضرت کو اس بزرگ مضطرب الحال نے کس درجہ
پریشان کیا ہوگا۔ اسی واسطے شیخ سعدی نے برمز وکنایہ یہ بیان کیا ہے
اور خوب داد سخن دی ہے ؎ اژدہا گر بود یار غار ہ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار
مطلب یہ کہ غار ثور کا سانپ ابوبکر غمگسار سے اچھا تھا۔ اس لئے کہ وہ افشائے
راز پر قادر نہ تھا۔ اور آپ کی حزن و بیقراری سے کفار مطلع ہو کر نصیب
دشمناں آنحضرت کو ضرر پہنچا سکتے تھے حضرت ابوبکر کو لازم تھا کہ وہاں پر اپنی
تجربہ کار عقل سے کام لیتے حضرت کو اطمینان دلاتے کہ حضور میں تو کوئی قابلیت
نہیں رکھتا۔ مگر جب تک جان میں جان ہے خادم حضور اقدس پر آنچ نہ آنے دیگا دیکھو اگر
دو شخص کسی ایسے موقع پر گھر جاویں جہاں یقیناً احتمال نقصان ہو ازانجملہ ایک تو تحفظ کیلئے
اپنے آپ کو ایسا چھپائے کہ سانس تک نہ لے مثل تصویر بن جاوے اور دوسرا پہلو بہ پہلو ہو کر نالہ
وائے کرے اگرچہ وہ آواز نحیف و ضعیف مثل طفل نوزائیدہ کیوں نہ ہو تو اس دوسرے مستقل کو
جس نے اپنے چھپانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کسقدر ناگوار گذریگا اور اس رفیق
بزدل پر کیسے ہونٹ چبائے اور دانت پیسے گا سوائے اس کہنے کے کچھ نہ بن پڑیگا کہ اے
بدبخت خدا تجھے ہدایت کرے تیرے گلے میں پھندا پڑے چپ رہ صبر کر مضطرب نہ ہو جاؤ
استقلال نہ چھوڑ۔ چونکہ آنحضرت مجمع تہذیب تھے سرزنش الفاظ کا استعمال نہ فرمایا نرم
زبان سے لا تحزن، جو کہ جامع لفظ تھا فرمادیا فی الواقع حضرت ابوبکر کا یہ فعل ایسا تھا

کہ اگر عنایت الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو آنحضرت کی گرفتاری میں ذرا اٹک نہ تھا نظر بہ واقعات کرکے جاتنک سو جاتا ہے سوائے اس کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت ابوبکر کی رفاقت سے آنحضرت کو وہ فائدہ نہیں پہنچا جو کہ ایک جاں نثار وفادار ہمراہی سے پہنچا کرتا ہے اگر یہ ہمراہ نہ ہوتے تو حضرت کو اسقدر تردد لاحق نہ ہوتا مسافرت اور خصوصاً پر خطر سفر میں غمگسار وفادار مصلحت شناس قوی دل بہادر ہمراہی کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ جبان و بزدل بڑی خیر گذری کہ آپ کی بلبلاہٹ گوش زد کفار نہ ہوئی اگر وہ لوگ جو در غار پر تلاش کناں پہنچ گئے تھے حضرت ابوبکر کے رونے کا احساس گریہ وزاری کرکے ہاتھ ڈھکر ٹانگ گھسیٹ لیتے تو نہ معلوم کیا صورت پیش آتی مجھے تو حضرت ابوبکر کی پختگی ایمان پر تعجب آتا ہے بقول حضرت مظہر۔ آنحضرت کو نبی برحق سمجھکر صداقت سے ایمان لا چکے تھے غلبۂ اسلام اور اس کے تاقیام قیامت رہنے کی خبر سن چکے تھے مزید برآں بقول شاہ عبدالحق صاحب کا انہوں نے اپنی خلافت کا مژدہ بھی سن چکے تھے مکڑی کا جالا۔ کبوتر کے انڈے درخت خاردار کا اگنا بچشم خود آن واحد میں مشاہدہ فرما چکے تھے اسپر ایسے گھبرائے چیخے چلائے کہ آنحضرت کو متفکر و مکدر کر دیا حزن و ملال پر اہل سنت کا یہ حال ہے کہ بعض ضمائر آیہ اُنکے منسوب فرماتے ہیں اگر خدا نخواستہ آپ غار سے باہر نکلکر دو ایک کفار کو مار ڈالتے تو نہ معلوم ہمارے مخاطب صاحب کیا شور مچاتے۔ آسمان سر پر اٹھاتے کودتے اچھلتے علمائے شیعہ نے اس موقعہ پر اسد لاگا فرمایا ہے کہ حزن ابوبکر اسجگہ دو باتوں سے خالی نہیں اطاعت یا معصیت اگر بہ ذیل اطاعت خیال کیا جاوے تو نبی صلعم اطاعت سے منع نہ فرما سکتے تھے۔ رہا امر دوم معصیت وہ ضرور تھا جیسے آنحضرت کو اُسے روکنا پڑا اگر ارتکاب فعل ناجائز سے نہ روکتے تو زیادہ محزون ہوکر چلاتے جس سے کفار خبردار ہو کر غار میں دھنس آتے اس موقع پر حضرات اہل سنت فرمایا کرتے ہیں کہ ابوبکر کے لئے جو آنحضرت نے (لاتحزن کہا تھا) یہ لفظ کوئی برا نہیں قرآن مجید میں بحق حضرت ابراہیم و لوط و موسیٰ علیہم السلام (لاتحزن ولاتخف) وارد ہوا ہے اگر حزن و خوف ناجائز ہے تو انبیا علیہم السلام بھی ملزم ہوئے جا سکتے ہیں اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ الفاظ کے معنی موقع دیکھکر لگا

جلتے ہیں جسپر نہی دار دکیجاوے اسکو دیکھا جاوے کہ دین کے باقی اور قائم رہنے سے کیا
امر مرتب ہوتا ہے اگر وہ فعل مورث حرمت ہے تو نہی تحریمی ہوگی اور اگر منہی عنہ کسی امر
ناواجب کا سبب نہیں ہوسکتا تو وہ نہی تنزیہی و تسلیہ کے خیال کیجاوے گی انبیا
موصوف الصدر کو جو دربار سلاطین جور میں خوف واقع ہوا۔ وہ اعتبار اُن
کے جبر و تعدی کے تھا۔ خدا نے بمقام تسکین و تسلی فرمایا کہ تم خوف نہ کرو اگر انبیاء علیہ
پر قائم رہتے تو اس ثبات و قیام سے کوئی فعل حرام ان سے ظہور نہ لاسکتا تھا ابوبکر کا حال
اور ان کے معاملہ میں فرق بین موجود ہے اگر اس کا حزن و غم ترقی پذیر ہوکر یہیں
میں علیین کا درجہ حاصل کرتا تو آنحضرت کی جان پر آبنتی بس افعال انبیاء
سے حزن ابوبکر کو تعبیر کرنا درست نہیں جس مسلک کو حضرت ابوبکر نے اختیار کیا
تھا وہ نہی تحریمی کے فرد میں درج ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اہل دانش و بینش
سمجھ لیں کہ آنحضرت کو ابوبکر کی معیت سے فائدہ پہنچنا اسوقت مفید ہوتا جبکہ
مراتب حزم و احتیاط پر عامل ہوکر مستقل رہتے اور ذرہ بھر جزع فزع نہ کرتے
یاد رکھنا چاہیئے پرخطر راہ میں اسکی رفاقت کارآمد ہوتی ہے جو اپنے سردار کی طبیعت
کو مکدر نہونے دے اگر آقا کو کسی قسم کا تکدر لاحق ہو تو اسکو بہ لطائف دور کرے نہ کہ الٹی
خدمت آقا سے کرائے مسٹر مظہر صاحب سوانح صدیق کے صفحہ ۱۳ پر رقمطراز ہیں
(حضور مبارک کو اپنے دوش پر اٹھا کر غار کے منہ تک لے گئے) اول تو یہ امر قابل
تسلیم نہیں بالفرض اگر ایسا ہوا بھی ہو تو اسمیں حضرت ابوبکر کے لئے کیا فخر ہے نوکر چاکر
غلام ایسے کام کے لئے ہوا کرتے ہیں کہ جسکا نمک کھائیں عندالضرورت اس کے
مرکب بھی بن جاویں آنحضرت اپنے اونٹ خچر کو گھاس دانہ دیتے تھے ضرورت کے
وقت اس پر سوار ہوتے تھے ابوبکر نے تو چند قدم ہی اٹھایا ہوگا اونٹ اور خچر تو
منزلوں لئے پھرتے تھے جناب من ہر شخص کے سامنے وہ حجت پیش کی جاتی ہے جسکو
وہ مانتا اور تسلیم کرتا ہو۔ شیعہ کو قدیماً و جدیداً اس واقعہ سے انکار رہا ہے
کہ حضرت ابوبکر نے نبی کو کاندھے پر سوار کیا جب کہ ہمارے نزدیک وہ روایت
ہی صحیح نہیں جسپر آپ کو ناز ہے اور آپ ذہنی فضیلت پیدا کرتے ہیں تو کسی طرح
اس دار و گیر میں نہیں آسکتے جس کا آپ نے ارادہ کیا ہے حضرات اہلسنت حرج

ظرحکی باتیں تراش کرچاہتے ہیں کہ حضرات ثلاثہ کیلئے فضیلت کا پہلو نکالیں مگر ممکن نہیں جتنی باتیں دہ قوت ذہنی سے بناتے ہیں خرابی پر خرابی پڑتی چلی جاتی ہے اہل سنت نے بچشم بصیرت حضرت امیرؑ کو نہیں دیکھا جب ہی تو بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اسواقعہ سے مولوی روم خبر دیتے ہیں ؎

تو بہ تاریکی علیؑ را دیدہ ۔ زاں سبب غیر ترا و بگزیدہ

دیکھو آپکو آنحضرتؐ سے وہ نسبت تھی جو کہ جناب ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ حدیث صحیح (انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی) شاہد موجود ہے چونکہ تسلسل نبوت ختم نہ ہوا تھا دونوں بزرگوار ملکر نبوت کی خدمت بجالاتے تھے ہمارے حضرتؐ پر چونکہ دور نبوت ختم ہو گیا تھا۔ لہذا حضرت امیرؑ جمیع مراتب ہارونی کے سوائے مرتبہ نبوت کے مالک تھے اگر بعد آنحضرتؐ کے کوئی نبی ہوتا تو بلاشبہ حضرت امیرؑ ہوتے چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری حدیث بالا کی نسبت فرماتے ہیں (وفیہ ایماء الی انہ لو کان بعدہ نبیا لکان علیاؑ) یعنی حدیث منزلت میں اشارہ ہے کہ اگر جناب رسول خدا کے بعد کوئی نبی ہوتا تو علیؑ ہوتے کسی شاعر نے بھی بہ اعتبار حدیث موصوف بالا اس مضمون کو نظم کیا ہے ؎

اگر جہاں میں نبیؐ بعد مصطفےٰ ہوتے ۔ قسم خدا و پیمبر کی مرتضےٰ ہوتے

جناب نامی صاحب آپنے اس حدیث پر بڑی بحث کی ہے ورا الفاروق میں اپنی بحث کو ملاحظہ کیجئے جو آپ نے مرزائیوں کی مثالعبت میں کی ہے اور اپنے علما کے اقوال ملاحظہ فرمایئے پھر فریقین میں سے جسکی تکذیب مناسب سمجھئے کیجئے۔ اور بعدہ کاذب کے حق میں آیہ مبارکہ لعنت اللہ علی الکاذبین کا ورد فرمائیے محمد اسمعیل صاحب کتاب درجات امامت کے فصل اول میں لکھتے ہیں کہ امام بجز مرتبہ نبوت اور سب باتوں میں ہمتائے نبیؐ ہوتا ہے امامت اور نبوت میں تفرقہ کرنا نہایت مشکل بات ہے اگر بعد آنحضرتؐ کسی کو نبوت ملسکتی تو بموجب حدیث منزلت اس کا استحقاق حضرت علیؑ کو تھا۔ پس معلوم ہوا کہ جسقدر مادہ نبوت کے لئے ضروری تھا وہ آپ کی ذات بابرکات میں منجانب قدرت ودیعت ہو چکا تھا۔ عصمت و علم و شجاعت خاصہ نبوت سے ہیں جو کہ بفضلہ آپ سے مختص ہیں

اہلسنت کو بیدار رہونا چاہیے حضرت علیؑ کوئی معمولی آدمی نہ تھے وہ امر نبوت میں
شریک تھے خدا نے آیہ مباہلہ میں ان کو جب کہ وہ تصدیق نبوت کے لئے آنحضرت
کیساتھ نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں تشریف لے گئے تھے نفس نبیؐ فرمایا ہے جیسی لائق
توحید دیکھنی ممکن نہیں کعبہ میں جب کہ آنحضرت مصروف بت شکنی ہو کر خانہ خدا
کو اصنام سے پاک فرما رہے تھے یہ اُن کے ساتھ تھے جس طرح حضرت
ہارونؑ اور جناب موسیٰ علیہم السلام متفق ہو کر فرائض نبوت انجام دیتے تھے یہی حالت
نبیؐ و وصیؐ کی تھی - ابوبکر و عمر - و عثمان صاحب سے وہاں ایک بھی موجود
نہ تھا - اگر آپکے حضرات ثلاثہ حضرت علیؑ سے افضل تھے تو تصدیق رسالت و بت
شکنی کے موقع پر ضرور آنحضرتؐ کے شریک ہوتے علاوہ برایں معارک و
مجاہد کے میدانیں نظر دوڑایئے سوائے جناب امیرؑ کے کسی کو بھی نبیؐ کا دلسوز
و جانثار نہ پایا جاوے گا تعجب ہو - کہ جناب حضرت ابوبکر و عمر جناب امیرؑ
سے افضل ہوں اور میدان جنگ میں نبیؐ کو چھوڑ کر رو بہ گریز ہو جاویں
کہیں سُنا گیا ہے کہ رفیق جانثار و یار وفادار نے میدان جنگ سے پشت
دکھائی ہو شاید جناب والا کو ثبوت پیش کردہ پر اطمینان حاصل نہو لہذا
بہ نظر مزید تسکین - اور اقوال علمائے اہل سنت حوالہ قلم کرتا ہوں جن سے
معلوم ہو جاویگا کہ جناب امیرؑ بالضرور احکامات نبوت کی بجا آوری میں
آنحضرتؐ کے شریک و سہیم تھے - تفسیر در منثور - ریاض النظرہ - محب طبری
شرح مشکوٰۃ - مولفہ ملا علی قاری میں معاملہ بالا - بہ وضاحت و صراحت
لکھا ہے انہیں سے ایک کتاب کی عبارت بھی نقل کئے دیتا ہوں

واخرج الامام احمد عن اسماء بنت عمیس قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم یقول اللھم انی اقول کما قال موسیٰ اللھم اجعل لی وزیرًا من
اھلی اخی علیاً اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیرًا ونذکرک کثیرًا انک کنت بنا بصیرا
احمد حنبل نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسولخدا کو یہ فرماتے سنا کہ خدایا
جس طرح اخی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کیا تھا اسی طرح میں بھی سوال کرتا ہوں میرے اہل سے
میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا اس سے میرا بازو قوی کر .... اور

اس کو میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم دونو ملکر تیری تسبیح میں شریک رہیں - اور تو ہی ہمارے حالی کا دیکھنے والا ہے - کیوں جناب نامی وجناب مظہر صاحب اب بھی آپ کو یقین حاصل ہوا یا نہیں - خدا را کچھ حیائے ایمانی فرماکر رسولخدا سے شرم کیجئے - اور اس بوڑھے میاں سسر کو اس گرامی قدر کے مقابلے میں فضیلت نہ دیجئے - جو کہ جمیع منازل ہارونی کا مالک تھا - آخر الامر یہ نتیجہ نکلا - کہ حسب خیال اہلسنت شب ہجرت نبی کو اپنے کاندھے پر سوار کرنے سے حضرت ابوبکر کو بمقابلہ نفس نبی کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی - البتہ آنحضرت کے خچر کے سامنے گردن بلند کرکے فرما سکتے ہیں - کہ تو نے پانچ سیر دانہ اور دو من گھاس کھا کر جو کام انجام دیا - وہی ہمارے بوڑھے اور کہنہ سال پیشوا نے پاؤ بھر آٹا کھا کر دیا - پس وہ تجھ سے افضل اور اعلٰے تر ہیں - اب میں اس اشتباہ کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں - کہ ایسے ڈرپوک اور بزدل کو جو سفر میں کچھ مدد نہ دے سکتا ہو بلکہ ضرر رساں ثابت ہو - حضرت نے کیوں ساتھ لیا - حضرات شیعہ کی کوئی روایت اس امر کا پتہ نہیں دیتی - کہ آنحضرت نے ابوبکر کو پہلے کہدیا ہو کہ مکہ کو چھوڑتے پر تو ہمارے ساتھ چلیگا - کیونکہ یہ سفر مخدوش ہے - اور آپ پرانے تجربہ کار بہادر و سپاہی ہیں - لہذا تم کو ساتھ چلنا ہوگا بلکہ ان کے یہاں یہ روایت ہوئی ہے - کہ آنحضرت نے تمام اہل اسلام کو حکم دیا تھا - کہ آج رات کو اپنے گھروں سے نہ نکلنا - اور چپ چاپ اپنے مسکنوں میں قیام پذیر رہنا - ابوبکر کو اس امتناعی حکم سے شبہ پیدا ہوا - وہ بغرض تجسس گھر سے نکلا - اتفاقاً راستہ میں حضرت سے ملاقی ہوا - جناب رسولخدا کو اس وقت سوائے ازیں کوئی چارہ نہ ہوا - کہ ان کو بھی ساتھ لے لیا جائے - کیونکہ یہ امر ممکن نہ تھا - کہ اگر آنحضرت اس کے خلاف عمل فرماتے - تو بڑے میاں ضرور مستفسر ہوتے کہ حضور اس وقت آدھی رات کو کہاں تشریف لئے جاتے ہیں - اگر

حضرتؐ ان کو سارا کچا چٹھا سنا کر آگے چل دیتے۔ تو کفار جو آپ کے تعاقب
میں تلاش کرتے ہوئے آتے تھے۔ وہ بوڑھے میاں کو بے وقت راستہ
پر چلتا یا کھڑا دیکھ کر حضرتؐ کا خسر سمجھ کر ضرور پکڑتے۔ اور دریافت
کرتے کہ تمہارے داماد اور نبیؐ کہاں گئے ہیں۔ اگر یہ بتلانے میں کچھ ہیر
پھیر کرتے تو وہ سفاک اور ظالم دوسری طرح پیش آتے۔ چونکہ یہ بیچارے
از بس نرم طبیعت واقع ہوئے تھے۔ دو چار دھول دھپے میں سارا
حال بتلا دیتے۔ بلکہ کفار ان کو اپنا رہبر قرار دیکر زبردستی ہمراہ لے
جاتے۔ کہ چلکر نشان بتلاؤ۔ آپ جانتے ہیں کہ مار دھاڑ ایسی بری چیز
ہوتی ہے کہ پولیس مٹے ہوئے مقدمہ کا پتہ چلا لیتی ہے۔ ضرور ہے کہ
ان کو کفار کشاں کشاں لاتے۔ اور بفضیب اعداء رسول خداؐ کو ضرر پہنچ
جاتا۔ لہذا آنحضرتؐ نے سگ آمد و سخت آمد سمجھکر بکراہت و بد دلی
ساتھ لے لیا۔ چنانچہ احتیاط کے موقع پر اکثر ایسا ہوا کرتا ہے جب مظنۃ
الطسنت فعل نبیؐ سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان کی شان بڑہانے اور
سنیوں کو یار غار کا سبق پڑہانے کے لئے لے گئے تھے۔ بلکہ ہو سکتا ہے
کہ آنحضرتؐ کو یہ منظور رہو کہ موجودہ مسلمانان اور آئندہ نسلوں پر ابوبکر
صاحب کا ضعف ایمان دکھلایا جاوے۔ تاکہ آئندہ کسی کو اس کی
رفاقت و خدمت پر ناز و شک نہ ہو۔ غار کی کارگزاری اور وفاداری
دیکھکر لوگ معلوم کرلیں کہ یہ حضرت کسی طرح قابلیت ہمراہیت نہ رکھتے
تھے۔ اور نہ اسلام میں کسی منصب عالی کی کرسی پر بیٹھنے کا انکو استحقاق
تھا۔ چنانچہ بنظر حفظ ما تقدم دوسرے مواقع پر بھی ایسا عمل فرمایا ہے
ایک مرتبہ ابوبکر کو اونچا کیا۔ پھر نیچا دکھلایا۔ یہ کیوں۔ صرف اس لئے
کہ خلایق سمجھ لیوے کہ ان کو کسی طرح کی قابلیت نہ تھی۔ یہ بات مسلمات
اسلامی سے ہے۔ کہ نبی صلعم بدون وحی کوئی کام نہ کرتے تھے۔ اور یہ بھی
ظاہر ہے کہ خدا اور رسولؐ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا نہ ان کے
احکام میں تلون ہوتا ہے۔ اسی سورۂ توبہ کی پہلی آیات جو براءت عہد

سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک واقعہ عظیم ہے۔ اور وہ یہ کہ اس سورہ میں آیات
زجر و توبیخ بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ اور ان سب سے کفار کو آگاہ کرنا
مقصود تھا۔ تاکہ وہ سنکر متنبہ ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ آیات ابوبکر کو
دیکر فرمایا۔ کہ تم مکہ میں جاکر احکام خدا سے کفار کو مطلع کرو۔ چنانچہ حسب
ارشاد نبویؐ ابوبکر مکہ کو روانہ ہوگئے۔ ایک ہی منزل گئے تھے کہ حکم خدا
نازل ہوا کہ اے رسولؐ ہمارے یہ احکام تم خود لیکر مکہ جاؤ۔ یا اس
کو بھیجو جو مثل تمہارے ہو۔ کیونکہ یہ امر عظیم ہے اور نبوت کا کام ہے۔ اسکو
ہر ایک معمولی آدمی ادا نہیں کرسکتا۔ یہاں آپ شاید یہ سوال کر بیٹھیں
کہ آنحضرتؐ بحکم آیۂ والی ہدایہ (ما ینطق عن الھوا ان ھو الا وحی
یوحی) بلا وحی کوئی کام نہیں کرتے۔ تو یہ منصوبی و معزولی کیسی۔ آج
جو حکم دیا اُسے اگلے دن منسوخ کیا۔ اس کی صاف وجہ یہی ہے۔ اور
عمل نبویؐ جتلا رہا ہے کہ دونو باتیں خدا کے حکم سے ہوئیں۔ کیونکہ خدا
اور رسولؐ کو اس بات کا علم تھا کہ بعد آنحضرتؐ آپ جیسے فدائیان
شیخین پیدا ہوکر باعث تذلیل و گمراہی خلایق ہونگے۔ لہذا اس عزل
و نصب میں اتماماً للحجت خلافت پناہی کا اقتدار دکھلا دیا۔ تاکہ
خلایق عقل رسا سے سمجھ لیوے۔ کہ وہ شخص جسے چند آیات کی تبلیغ
کی قابلیت نہیں۔ وہ قرآن کے تمام مطالب سے خلیفہ بنکر
اہل اسلام کو کسطرح آگاہ کرسکتا ہے۔

آیئے اب ایک اور موقع کی سیر فرمایئے۔ خیبر میں بڑے چھوٹے
دونو سسرے صاحب تین روز تک برابر علم اُٹھائے بھاگے بھاگے
پھرے۔ چوتھے روز حضرت علیؑ علم لیکر تشریف لے گئے۔ اور فتح و
نصرت کے ساتھ لوٹے۔ اس علمبرداری کے حالات کچھ ایسے گہرے ہیں
جن پر بنظر تعمق غور کرنے سے بلا دقت سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ
شیخین کی ناکامی اور جناب امیرؑ کی کامیابی پر پہلے ہی سے مطلع
تھے۔ چنانچہ باتفاق مورخین شیعہ و سنی جبکہ روئے فتح مفقود ہوئی

اور فوج نے شیخین کی اور شیخین نے اہل لشکر کی ناقابلیت ظاہر کی۔ تو مخبر صادقؐ نے فرمایا۔ کل میں علم اُس کو دونگا جو کرّار غیر فرّار ہے۔ خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ بلا فتح کیے نہ لوٹیگا۔ خدا نے یہ فتح اُس کے ہاتھوں پر موقوف رکھی ہے۔ آنحضرتؐ کا یہ کلام واضح جو انجام میں مطابق خبر واقع ہُوا۔ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ فاتح سے مطلع تھے پھر باوجود آگاہی ان بیچارے سسروں کو کیوں خیبر کا گز بنایا لازم تھا۔ کہ پہلے ہی علیؑ کو روانہ کرتے جو کہ فتاح اور مرد میدان نبرد تھا۔ یہ کارروائی بھی محض اسی غرض کے لئے کی گئی۔ تاکہ خلائق بچشم خود دیکھ لیوے۔ کہ علیؑ فاتح کرار ہیں۔ اور بخلاف اس کے شیخین فرار۔ حضرتؐ نے تو یہاں تک ان لوگوں کو ذلیل کیا۔ کہ قریب وفات اپنے غلام زادہ کی ماتحتی میں ان کو ایک لڑائی پر بھیجا۔ مطلب صرف یہی تھا کہ لوگ ان کی عزت اور وقار کا اندازہ کر لیں۔ کہ اس سے زیادہ یہ کوئی عزت نہیں رکھتے۔ کہ غلاموں کی جوتیاں سیدھی کیا کریں۔ اگر بہ مصلحت خدا اور رسولؐ یہ معاملات وقوع پذیر نہ ہوتے۔ تو صورت امتیاز پیدا نہ ہوتی خدا اور رسولؐ نے ہر طرح سے دکھلا دیا۔ اور ہر ایک پہلو سمجھایا۔ آگے اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کی عقل پر موقوف ہے۔

الحاصل غار میں تشریف لے جانے سے پیشتر بہ اتفاق فریقین آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا۔ کہ کفار مکہ نے میرے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا ہے اور آج رات کو وہ درانہ بہ ارادۂ قتل میرے گھر میں گھس آئینگے۔ مجھ کو خدا کی جانب سے حکم ہُوا ہے۔ کہ تم کو اپنی جگہ سُلا کر خود یہاں سے پوشیدہ چلا جاؤں۔ تاکہ قتل سے محفوظ و مصئون رہوں۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ حضورؐ بہ امتثال فرمان ایزدی مقام موعود پر تشریف لے جائیں۔ میں جناب کے مقام استراحت پر لیٹ کر اپنے آپ کو ایسا بنالونگا۔ کہ ہر ایک دیکھنے والا یقین کرے۔ کہ حضور والا آرام فرما رہے

نبی۔ بس آپ نے جس طرح اپنے ذی عزت و احترام بھائی سے وعدہ کیا۔ اُسے اُسی طرح بنھایا۔ کہ بے تکلف حضرت رسول صلعم کی سبز چادر اوڑھ کر حضرتؐ کی جگہ لیٹ رہے۔ واقف اسرار ضمائر نے علیؑ کی اس جانفشانی کے عوض میں (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ) کا زیبا و خوش قطع خلعت آنحضرتؐ کے پاس بھیجدیا +

ذرا انصاف سے دیکھیئے کہ کیا شان مرتضویؑ ہے۔ علیؑ بائع اور ذات احدیت مشتری۔ اپنے نفس کو راہ خدا میں بیچکر قیمت میں مرضات الٰہیہ کو حاصل کیا۔ مفسرین سینّیہ نے لکھا ہے۔ کہ نزول اس آیہ مبارکہ کا علیؑ کے حق میں ہُوا ہے۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ جب علی مرتضےؑ نبیؐ کی جگہ استراحت فرما ہوئے۔ تو ایزد تبارک و تعالےٰ نے جبرئیل و میکائیل علیہم السلام سے خطاب فرمایا کہ ہم نے تم دونوں میں بھیا چارہ قایم کیا ہُوا ہے۔ تم میں سے کون ایسا ہے۔ کہ اپنی جان کو دوسرے کے لئے قربان کردے۔ دونو نے عرض کیا کہ ہم ایک دوسرے پر تفوق نہیں دیتے۔ اپنی بقا کو مقدم جانتے ہیں۔ اسوقت خطاب ہُوا۔ دیکھو علیؑ نبیؐ کا بھائی ہے۔ محض ہماری رضا اور خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالکر بھائی کے قدموں پر اپنی جان قربان کرنے کی غرض سے اسکے بستر پر پڑا ہُوا ہے۔ جاؤ اور اُسے شر اعداء سے بچاؤ۔ دونو فرشتگان بارگاہ احدیت حسب الفرمان واجب الاذعان الٰہی تمام رات ایک سرہانے اور ایک پائینتی کھڑے ہوکر آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ جس نے مدارج النبوت۔ روضتہ الاحباب حبیب السیر اور روضتہ الصفا وغیرہ کو مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ ہردو ملائکہ مقربین خدمت مرتضویؑ میں عرض پیرا تھے۔ کہ یا علیؑ تمہارے جیسا کون ہے۔ جس پر خدا مباہات فرماتا ہے۔ ایک شب میں دو شخصوں سے جداگانہ کام ظاہر ہوتے +

اب آپ عقل سلیم سے کام لیکر ہردو کاموں میں موازنہ کریں۔ کہ

کس کا کام قابل داد ہے۔ اور کس کا کام قابل سرزنش۔ علیؑ بستر رسولِ خدا پر ننگی تلواروں کے سایہ میں نہایت اطمینان قلبی سے سوئے۔ اور آپ کے بڑے میاں حضرت ابوبکر صاحب گڑھے میں ایک سپولئے کے خوف سے بمعیت رسولؐ باوجود فرمان (لاتحزن) ہائے وائے کرکے روئے۔ انصاف مجسم ہو کر کہہ رہا ہے۔ کہ اس مہم میں علیؑ کو خلعت جوانمردی دیکر نعرۂ صلوٰۃ سے دل خوش کیا جائے۔ اور حضرت ابوبکر کی نسبت جو کچھ انصاف میں آئے۔ زبان درفشاں سے کہہ کر مومنین کے دل کو خوش و خورم فرمایئے۔ کیونکہ دونوں کے اعمالنامہ دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ علیؑ نے جو کام کیا واقعی وہ بہادری کا کام تھا۔ بایں وجہ کہ کفار قریش آمادۂ قتل تھے۔ مکہ کے چند قبائل آپ کے حضرت عمر کے ماموں ابوجہل کی سرکردگی میں لوٹے میں نمک ڈال چکے تھے۔ کہ حضرت رسولخدا کو ضرور مار ڈالیں۔ اور مقام خواب پیغمبر صلعم بھی معلوم تھا۔ نیز تنہائی تھی۔ ابوبکر زیر حمایت آں سرور تھے اور کفار کو جائے قیام بھی معلوم نہ تھی۔ تاہم جو لوگ سراغ لیتے ہوئے تجسس کناں در غار پر پہنچے۔ ان کی آہٹ پا کر آپ کے خلیفہ جی ایسے گھبرائے کہ صبر و استقلال کو ہاتھ سے دیکر کانپنے لگے۔ ابوبکر کے لئے ضرر کا پہنچنا بباعث موجودگی سرور عالم و عدم واقفیت مکان احتمالی تھا۔ اور علیؑ کے واسطے بوجہ تنہائی و علم مقام یقینی۔ پس جس نے ایسی جگہ قیام کیا جہاں نقصان یقینی تھا۔ اور پھر ذرہ برابر ارادہ اور استقلال میں فرق نہ آنے دیا ہو۔ وہ بلاشبہ جوانمرد اور بہادر تھا۔ خدانخواستہ اگر کہیں علیؑ کی جگہ ابوبکر ہوتے۔ اور کفار برہنہ تلواریں لیکر عالم تنہائی میں سر پر آکودتے۔ تو وہی حالت پیش آتی۔ جسے ضعیف المعدہ خوب جانتے ہیں۔ اہل دانش قران مجید و فرقان حمید سے دونوں کے لئے تفاول کریں۔ جناب امیرؑ کے لئے (مرضات اللہ) دیکھینگے اور بڑے میاں کے لئے (لاتحزن) شاید یہاں پر موانیان ابوبکر یہ کہدیں کہ کفار میں عہد و پیمان قتل آنحضرتؐ کے لئے ہوا تھا علیؑ سے کیا واسطہ تھا۔ وہ

بہر حال بچے ہوئے تھے۔ لہذا بحالت اطمینان وہاں پڑ رہنے میں کیا خوف تھا۔ ان کی خدمت میں عرض پیرا ہوں۔ جبکہ رسولخداؐ نے بعد نزول آیہ (وانذر عشیرتک الاقربین) اپنے کنبے کی دعوت کر کے فرمایا تھا۔ کہ میں ادیان باطلہ کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینکدونگا۔ تم میں سے اس امر عظیم پر کون میرا ممد و معاون ہونا چاہتا ہے۔ اسوقت تمام بنی ہاشم نے اپنی گردنیں جھکالیں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ مذاق کرنے لگے۔ یہ معاملہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں آپکے کام میں حضورؐ کی امداد کے لئے تیار ہوں تب آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بس تم ہی میرے بھائی اور وزیر اور خلیفہ ہو۔ اندریں صورت نبیؐ و علیؑ ہر دو کفار کی آنکھوں میں برابر کھٹکتے تھے۔ جیسا کہ وہ رسولخدا کو خار دامن سمجھتے تھے۔ ویسا ہی اُن کے مددگار اور جاں نثار و خلیفہ کا معدوم کرنا اپنا فرض عین جانتے تھے۔ اگر علیؑ کو خوف ہلاکت نہ تھا۔ اور قصداً فدائے رسول نہ ہونے کی غرض سے بستر نبویؐ پر لیٹے تھے۔ تو بمفاد آیۂ مذکورۃ الصدر خدا نے علیؑ سے کس چیز کو خریدا۔ اور علی نے کیا چیز فروخت کی۔ جس کی قیمت میں مرضات الہیہ کو حاصل کیا۔ قصہ مختصر آیۂ غار سے ابوبکر کے لئے تعریف کا پہلو نکالنا حضرات اہل سنت ہی کا کام ہے۔ آیۂ موصوفہ میں مقصود باری کسی کی تعریف و توصیف نہیں۔ بلکہ زجر و توبیخ مخالفان رسالت کے لئے حضرت احدیت نے اپنے اُن تفضلات اور عنایات کا ذکر فرمایا ہے۔ جو بحق آنحضرتؐ مبذول فرمائیں تھیں۔ دیکھو سیاق کلام خدا فرماتا ہے۔ ہم نے اپنے پیارے نبیؐ کی ہمیشہ مدد کی۔ ان مقامات میں سے ایک غار ہے۔ جس پر مکڑی نے جالا تنا۔ کبوتر نے انڈے دیئے۔ خار دار درخت نے در غار کو چھپایا۔ ایک شخص جو اُس کے اندر تھا۔ حزن و ملال سے باعث پریشانی ہوا۔ پس ہم نے اس پر سکینہ یعنے اپنی تسکین کو نازل کیا۔ جس سے اُن تمام مہیب علامات اور ساتھی کی مضطربانہ حالت نے اُس کے قلب ساکن اور مطمئن پر کوئی مخالف اثر نہ ڈالا۔ اور یہ اطمینان خاطر اپنے کام میں

مشغول رہا۔ اب ذرا انصاف سے غور فرمائیں۔ کہ اس جگہ مسلمانان فرار شعار کے سامنے خدا اپنی مہربانیوں اور عنایتوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ یا ابوبکر کے فضائل کی فرد مرتب کر رہا ہے۔ مجھے موجودہ اہلسنت پر ہنسی آتی ہے۔ جو آیۂ غار اور دیگر آیات کو محمول بہ فضائلِ صحابۂ ثلاثہ کرتے ہیں۔ کیونکہ عظمائے اہلسنت کو قطعی انکار ہے۔ کہ خدا نے اپنے مقدس کلام میں بصراحت کسی کی تعریف نہیں کی۔ چنانچہ شارح مواقف نے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے۔ (لا ثناء فی القراٰن علی واحدٍ من الصحابۃ بخصوصہٖ الٰی اٰخرہٖ) یعنے قرآن میں خصوصیت کے ساتھ کسی صحابی کی مدح و ثنا وارد نہیں ہوئی۔ پس نہ معلوم علمائے سنیہ متاخرین نے کہاں سے آیۂ غار کو حضرت ابوبکر کی مدح و ثنا میں قرار دیا ہے۔ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا متقدمین سنیہ کاذب تھے۔ یا متاخرین۔ بس ہر دو میں سے جس نے جھوٹ کہا ہے سو وہ بلاشک مصداق آیۂ معروفہ لعنت اللہ علی الکاذبین ہے۔ علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں۔ کہ سورۂ توبہ کا نام سورۂ عذاب و فاضحہ تھا۔ حضرت عمر فرمایا کرتے کہ آیات سورۂ برأت ایسی غیظ و غضب کی بھری ہوئی ہیں۔ کہ ہم یقین کرتے تھے۔ کہ صحابہ میں سے بلا فضیحت و رسوائی کوئی نہ بچیگا۔ دیکھئے سورۂ موصوفہ ایسی پُرعتاب ہے۔ کہ خدا نے اپنی رحمت یعنے بسم اللہ کو بھی اس سے اٹھا لیا ہے۔ تعجب ہے فرقۂ سنیہ کی قرآن دانی پر کہ بغیر بسم اللہ والی سورہ کی آیت کو بحق ابوبکر مفید جانتے ہیں۔ غالباً یہ بڑے میاں کے ذکر کی برکت ہے۔ کہ آیۂ رحمت سورۂ مذکورہ سے سلب و ضبط کر لی گئی۔ اہلسنت خواہ مخواہ قرآن کے غلط معنے بیان کر کے اپنے مذہب کی عزت اور خلفاء کی ظاہری وجاہت اور وقعت گھٹاتے ہیں۔ بھلا وہ کیا جانیں کہ مطالب کتاب الٰہیہ کیا ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے قرآن و عترتؑ کو حبل المتین فرما کر اُمت کو ان کے تمسک کا حکم دیا۔ جنہوں نے مسائل دین میں عترتِ رسولؐ سے کچھ نہیں لیا۔ بلکہ مذہب فاروقی پر فخر کیا ہے۔ وہ قرآن دان

ہونے کا دعوے کیوں فرماتے ہیں۔ حضرت عمر تو خود بیچارے تمام عمر کلالہ کے معنے نہ سمجھے۔ تو اُنکے پیرو کس طرح قران سمجھ سکتے ہیں۔

اگرچہ حصہ اول رسالہ ہذا میں مفصلاً لکھ آیا ہوں۔ کہ ائمہ علیہم السلام سے فرقہ سنیہ کو درباب دینیات کوئی علاقہ نہیں۔ زبانی ہر ایک سنی دعویٰ کرتا ہے۔ کہ ہم مطیع اہلبیت رسالت ہیں۔ اور جو احکام آئمہؑ نے فرمائے ہیں۔ ہم اُن کی تعمیل برابر کرتے ہیں۔ اور ان کے دشمنوں سے قطعی بیزار ہیں۔ مگر جب دیکھا اور پرکھا جاتا ہے۔ تو حضرات اہلسنت کا کیسہ قطعی اس زرعیار سے خالی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مختصراً عرض کرتا ہوں۔ کہ جب اہلسنت سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ جو مسائل اہلبیت آپکے مذہب میں معمول بہ ہوں۔ براہ عنایت اُن میں سے ایک دو کا پتہ تو دیجئے۔ تاکہ (یقولون بافواہھم مالیس فی قلوبہم) کا مصداق آپ کو نہ سمجھا جائے۔ اس وقت جواباً فرماتے ہیں۔ کہ ان مسئلوں پر شیعہ چلتے ہیں ہم تو اپنے آئمہ اربعہ یعنے ابو حنیفہ۔ شافعی۔ مالکی اور حنبلی کے مطیع و منقاد ہیں۔ جب کبھی کوئی معاملہ متعلق بہ وراثت وطہارت یا نماز۔ روزہ حج زکواۃ ۔ ودیون ودیت وغیرہا پیش ہوگا کبھی کسی سنی کی زبان پر یہ بات جاری نہ ہو گی۔ کہ آلِ رسولؐ کا اس بارہ میں یہ ارشاد ہے۔ بلکہ یہی کہیں گے۔ کہ امام اعظم کی یہ رائے ہے۔ صاحبین (ابو یوسف ومحمدؒ) یہ کہتے ہیں۔ فلاں امام کا یہ فتوے ہے۔ غرضیکہ افادات اہلبیتؑ سے اہلسنت کا کیسہ خالی ہے۔ اس فرقہ کی کتب احادیث میں اعلےٰ درجہ بخاری کا ہے۔ اس میں خاندان نبوۃ کا ایک قول بھی درج نہیں۔ یہ بات تمام فرقہ سنیہ کو تسلیم ہے۔

مرزا حیرت دہلوی جن کی شاگردی کا فخر مسٹر نامی کو ہونیوالا ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی سلسلہ وار اتباع حیرت شروع کر دیا ہے۔ اپنے رسالہ خلافت شیخین میں صفحہ ۵۷ سطر ۸ پر بتاسف اقرار کیا ہے۔ کہ خاندانِ رسالت سے بخاری نے کچھ نہیں لیا۔ عقلاء اس جگہ غور

فرما سکتے ہیں جس فرقہ کی کتب احادیث روایات آئمہؑ سے مبرا ہوں۔
وہاں مسائل کا کیا ذکر ہے۔ صاحب تحفہ نے باب یازدہم میں مانا ہے
کہ ابو حنیفہ اور ان کے امثال نے مسائل کثیرہ میں آئمہؑ سے اختلاف
کیا ہے۔ اور ان کے مخالف فتوے دیئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی
ازالۃ الخفاء میں ارقام فرماتے ہیں کہ خلافت مرتضوی برائے نام
تھی۔ ان کے زمانہ میں تمکین دین مطلق نہیں ہوئی۔ مسلمانوں میں بجائے
اتفاق نفاق پھیل گیا۔ باہمی الفت خیر باد کہہ کر رخصت ہوئی۔ شیخین
کے زمانہ میں جو عنایات ربانی فوج فوج نازل ہوتی تھیں۔ وہ بہ زمانۂ
علیؑ سلب و منقطع ہو گئیں۔ جس طرح ثلاثہ کے وقت میں مسلمانوں
نے جدال و قتال کیا۔ اس طرح دل توڑ کر ان کے تحت رایت نہیں
کیا۔ مذاہب اہلسنت میں ان کی کوئی حدیث صحیح نہیں مانی گئی۔ اور
نہ کوئی مسئلہ اصول مستخرج ہوا۔ ابو ہریرہ سے پانچ ہزار حدیثیں نقل
ہوئیں۔ اور ان سے صرف پانچسو وہ بھی غیر منتظم و مختل علی ہذا
سلسلہ تصوف میں بھی وہ پیشوا التسلیم نہیں کئے گئے۔ حسن بصری کا علیؑ
سے خرقہ درویشی لینا محض غلط ہے۔ جسقدر مسائل اصول ہیں وہ سب
شیخین سے ہیں جس نے سب سے پہلے کلیہ مذہب اصول قائم کیا
وہ شافعی ہیں۔ ان عبارات کے آگے لکھتے ہیں کہ (این فقیر تا حال
مطلع نہ شدہ است بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرتضیؑ) یہی
بزرگ اپنی دوسری کتاب قرۃ العینین کے صفحہ ۲۰۴ پر لکھتے ہیں (در وقت
مرتضیؑ فتح اسلام واقع نشد و در ہیچ فنے از فنون شرعی اعتماد کلی بر آثار
مرتضیؑ بظہور نیامدہ) پھر صفحہ ۸۳ اپر رقم فرماتے ہیں۔ (غلط از حضرت
مرتضیؑ واقع شد و آں غلطی در نفس مسئلہ فقہ بود) ابن حجر عسقلانی شیخ
الاسلام ابن تیمیہ کے حوالہ سے کتاب درر کامنہ کے صفحہ ۱۵۴ پر لکھتے
ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے سترہ باتوں میں خطا کی۔ اور وہ سب خطائیں
مخالف کتاب اللہ تھیں۔ عبارت یہ ہے۔ (وقال فی حق علی خطاء

سبحنہ عشرو شیاء ثم خلف فیھا نص الکتاب) تمام مضامین بالا کے
دیکھنے والا اگر عقل اور ایمان سے بہرہ یاب ہوگا۔ تو خود فیصلہ کرسکتا ہے
کہ مذاہب اہلسنت کو آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے کوئی علاقہ نہیں
بلکہ اُن کی مخالفت پر یہ گروہ تُلا ہوا ہے۔ خاندان رسالتؐ اگر دن کہتے
ہیں تو یہ رات بتلاتے ہیں۔ یہ لوگ اہلبیتؑ سے مسائل ہی میں اختلاف
نہیں رکھتے۔ بلکہ اہلبیت علیہم السلام کی دشمنی کو جزو مذہب سنیت
سمجھتے ہیں۔ اور بلا عداوت اہلبیتؑ اپنے ایمان کو صحیح اور درست
نہیں سمجھتے۔ تزک تیموریہ میں لکھا ہے کہ علمائے ماوراءالنہر نے جمع
ہوکر بہ ثبت مواہیر و دستخط امیر تیمور کے حضور میں ایک محضر پیش
کیا کہ علی ابن ابی طالبؑ قتل عثمان میں شریک تھے۔ اس ریزولیوشن
کو امیر یا ہیں فرماویں کہ ہر مسلمان علی المرتضےؑ سے عداوت رکھنا جزو
ایمان رکھے۔ امیر تیمور نے اپنے مرشد ہادی شیخ زین العرین سے
اس بارہ میں دریافت کیا۔ اُنہوں نے جواباً یہ مضمون لکھا۔ ابیات

برعرش بریں باشد اگر منزل تو — وز کوثر اگر سرشتہ باشد گِل تو
گر حب علیؑ نباشد اندر دل تو — لعنت بتو و سعی بے حاصل تو

بعد ازاں یہ جملہ لکھا۔ (وائے بر عثمان کہ قاتلش علیؑ باشد) لفظ
وائے ہے جو کہ بمقام حیف و افسوس لکھا جاتا ہے۔ پیر طریقت کا
یہ مطلب ہے۔ کہ علیؑ قاتل مشرکین و کافرین ہیں نہ کہ مومنین۔ اگر
واقعی عثمان کو علیؑ نے قتل کیا یا کرایا۔ بہر حال اس کے خون کی اباحت
لازم آتی ہے۔ پس افسوس بر حال عثمان کہ خارج از اسلام ہوکر مرا۔
اب ذرا چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمایئے۔ جس گروہ کے دل میں
حضرت امیرؑ کی طرف سے یہ جوش ہو کہ رعایا و برایا کو عداوت مرتضویؑ پر
معتقد و مستقل رہنے کے لئے سلاطین سے قانون پاس کراویں۔ وہ
دعوٰے اسلام کرسکتے ہیں۔ اور انکی نسبت یہ یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ
اُنہوں نے قرآن کے معنے صحیح سمجھے ہونگے۔ مسند میں امام احمد بن

حنبل لکھتے ہیں۔ (الرجل لایکون مومناً حتی یبغض علیاً ولو قلیلا)
یعنے کوئی شخص بلا بغض علی ابن ابی طالبؑ مومن نہیں ہو سکتا۔ واہ رے
مومنیت کہاں جاکر جنم لیا۔ علیؑ کے دشمنوں کے دل میں۔ میرزا حیرت
دہلوی جن کا اخبار اہلسنت کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا تھا۔ اپنی مولفہ
کتاب شہادت کے صفحہ ۱۳۹ اور ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ علی مرتضےٰؑ
سے جو محبت رکھنا ضروری دین و جزو ایمان کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل
غلط ہے۔ اہل تصوف جو اُن کو ہادی۔ اسلام و پیشوائے اولیائے کرام
کہتے ہیں۔ یہ ان کا دھوکا ہے۔ اہلسنت کا ایک بڑا شاعر فصیح جنکا
نام علی ابن جہم تھا وہ اپنے اشعار میں حضرت علیؑ کی توہین کرتا ہے۔
اور اپنے باپ پر نفرین کرتا ہے۔ کہ اے کمبخت تم کو میرے لئے سوائے
علی کے دنیا میں اور کوئی نام نہیں ملا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی
نے بھی تحفہ میں اس کو قبول کیا ہے۔ ابن خلکان وفیات الاعیان
میں شاعر مذکورہ کی برأت میں یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ (انہ کان معذوراً
فی بغض علیؑ والانحراف عنہ لانہا محبتہ لا تجتمع مع التسنن)
یعنے علی بن جہم عداوت علیؑ میں بدینوجہ معذور تھا۔ کہ علیؑ کی محبت تسنن
کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ گھر کا حال گھر والے خوب جانتے ہیں۔ ابن
خلکان نے نہایت سچائی سے اپنے مذہب کی حالت بیان کردی ہے
اہلسنت خود ہی درپردہ دشمن اہلبیتؑ ہیں۔ اور جو لوگ اہلبیتؑ
سے بغض رکھتے ہیں۔ ان کو اپنا یار جانی جانتے ہیں۔ چنانچہ شاہ
صاحب تحفہ مطبوعہ ثمر ہند لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۲ پر رقمطراز ہیں
(اہلسنت کہ دشمنان اہلبیتؑ را دوست دارند بہ حیثیت دشمنی اہلبیتؑ
دوست ندارند تا معذوری لازم آید) الحمدللہ خود نامی صاحب اور
مظہر صاحب کے تقریر و بیان سے ثابت ہوگیا۔ کہ سنی صاحبان اہلبیت اطہار
کے دشمنوں کو دوست رکھتے ہیں۔ خود ہی سطر ۹ سے تا سطر ۱۶
اپنے مذہب کی چند حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں۔ طبرانی و حاکم کے

حوالہ سے لکھتے ہیں۔ (من مات وھو مبغض لآل محمدؐ دخل النار وان صلی وصام) یعنے جو شخص بغض آل محمدؐ پر مرے وہ جہنمی ہے۔ اگرچہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے۔ پھر صرف طبرانی سے نقل کرتے ہیں۔ (من ابغضنا اھلبیت فھو منافق) جو شخص اہلبیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ اسی طبرانی سے ایک اور حدیث لائے ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہے۔ جو شخص اہلبیت سے بغض رکھیگا۔ وہ یوم قیامت تازیانہ آتش کھائیگا۔ حکیم ترمذی کا قول کتاب نوادرالاصول فی اخبار الرسولؐ سے اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ مقداد بن اسود نے روایت کی کہ معرفت آل محمدؐ سے برأت نار ہوتی ہے۔ اور اس کی محبت عبور صراط میں مدد دیتی ہے۔ اور عذاب خدا سے ان کی ولایت کا اقرار پناہ میں رکھتا ہے۔ جس خاندان کی یہ عزت ہو۔ اُن کے ساتھ اہلسنت ایسے بیہودہ تعلقات رکھتے ہیں۔ نامی صاحب و مظہر صاحب! آپکو لازم ہے کہ حسب آمد و شد قدیم عداوت اہلبیت طاہرین کو دل سے دور کردیں۔ ورنہ یاد رکھیں صراط سے نہ گذر سکینگے۔ اور دو ٹکڑے ہوکر جہنم میں گر جاوینگے۔ تازیانہ ہائے آتش سے چوتڑوں کی کھال اُدھڑ جائے گی۔ نماز و روزہ کچھ کام نہ آیگا۔ مسلمانوں کا روپیہ خوارج کے ملانے میں صرف کر کے بغض اہلبیت پھیلانے کی جو کوشش اور سعی کی جاتی ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق بنکر جہنم کے ایندھن بن جاؤ گے۔ آپ نے جو اہلبیت رسولؐ کی توہین کی ہے اور اُنکے ارشادات اور افادات کو غلط ٹھیرایا ہے۔ انشاءاللہ اس کا لطف آپ معہ اپنے پیشواؤں کے جلد اُٹھاؤ گے۔ دیکھو شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے اہلبیت و قرآن کو اُمت پر حاکم کیا ہے۔ اور ان کے مخالف مذہب کو غلط بتایا ہے۔ پس حسب تسلیم شاہ صاحب و حدیث متواتر و متفق علیہ (القرآن مع علی وعلی مع القرآن) سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ قرآن کے اصلی معنی

وہی ہیں جو اہلبیتؑ اطہار نے بیان فرمائے۔ ورنہ ان کے سوا جو مفاد آیات
بتلائے گئے غلط ہے۔ یہاں تک دو جملوں کی تصریح معہ دیگر امور ضروریہ
کردی گئی۔ لیکن حضرات اہلسنت جملہ (معنا) اور سکینہ میں بھی بیڑا اٹھا
کر ادل میں ابوبکر کو شریک اور اخیر میں مالک کل خیال فرماتے ہیں۔ لگے
ہاتھوں ان دونوں کی بھی توضیح کئے دیتا ہوں۔ تاکہ علمائے اہلسنت
کی بیجا دست اندازی معلوم ہو جائے۔

حضرات اہلسنت فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے جو فرمایا تھا۔
(ان اللہ معنا) اس میں ابوبکر کے لئے یہ فضیلت نکلتی ہے۔ کہ وہ
بھی مثل رسولؐ معیت خدا میں داخل تھے۔ نہ معلوم سنی صاحبان کو اس
میں کیا خصوصیت دکھلائی دیتی ہے۔ کہ معیت پر ناز و تبحر کیا جاتا ہے
خدا ہر مسلم و کافر کے ساتھ ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ نہ کہ محض رب المسلمین
ہر ایک کا رازق و مختار حیات و ممات اور حافظ و ولی وہی ہے۔ (نحن
اقرب الیہ من حبل الورید) اس پر شاہد ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔
کہ مسلمانوں کی رگ گردن سے خدا نزدیک ہے۔ اور غیر مسلمانوں سے
کوسوں دور۔ خدا کا ساتھ ہر شخص سے اس کے مراتب کے موافق ہے
کفار کی معیت اور طرح کی ہے۔ مومنوں کا ساتھ دینا دوسرا ہے۔
غرضیکہ خدا سب کے ساتھ ہے۔ کسی کے ساتھ بہ رحمت اور کسی کے ساتھ
بہ غضب۔ سورہ مجادلہ میں ہے۔ (ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا
ہو رابعھم) تین راز داروں میں چوتھا خدا ہے۔ پنچ مل خدا اور خدا
مل پنچ عام محاورہ زبان زد عام و خاص ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ
(معنا) کلام خدا نہیں ہے۔ بلکہ جناب احدیت نے آنحضرتؐ کے اس
قول کو نقل فرمایا ہے۔ جو کہ آپؐ نے غار میں ابوبکر سے فرمایا تھا دیکھو
اس کو خداوند تبارک نے ایک معمولی طور پر ایک مروجہ کلام فرمادی۔
اس میں اس کی کوئی خصوصیت ایسی نہیں جس کو شاذ و نادر زمانہ کہا
جائے۔ اہلسنت کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ابوبکر کا وہ حزن و ملال آنحضرتؐ

کے لئے تھا۔ اپنی ان کو پرواہ نہ تھی۔ اس سے اور بھی معنے ظاہر ہو گئے
کہ آپ میری وجہ سے مغموم و مکدر نہ ہوں۔ خدا میرے ساتھ ہے۔ لفظ
معنا میں جو تعمیم ہے۔ ایسا استعمال بہ مقام احتشام کیا جاتا ہے۔ اکثر
بول چال میں آتا ہے۔ ہم نے سیر کی۔ ہم نے کھانا کھایا۔ ہم سوار ہوئے
ہم آپ سے ملنے آئے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کھانے۔ سونے
اور چلنے میں کوئی اور بھی شریک ہے۔ بلکہ ہر جگہ اپنی ذات کا اثبات
اور نفس غیر کی نفی منظور ہوتی ہے۔ کتاب اللہ میں اکثر مواقع پر ذات
واحد کا استعمال بصیغہ جمع کیا گیا ہے۔ جیسے (اللّٰہ ربنا و ربکم
لنا اعمالنا لکم و اعمالکم) غور کیجئے کہ لنا اور اعمالنا سے اس جگہ مسلمان
اور اُنکے اعمال مراد لئے گئے ہیں۔ یا کہ صرف بنظر جلالت شان واحد
کو جمع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر لنا اور اعمالنا تمام اہل اسلام پر محیط و
مشتمل ہو تو ابوبکر بھی دامن معنا کا ایک گوشہ سر پر ڈال سکتا ہے۔
ورنہ نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ (انا انزلنا) ہم نے اس کو اتارا۔ یا (انا اعطینا)
یا ہم نے عطا کیا۔ یہاں خدائے واحد نے اپنی ذات کے لئے صیغہ جمع
ارشاد فرمایا ہے۔ اگر بنظر تحقیق و تدقیق دیکھا جائے۔ تو اس ڈانٹ
ڈپٹ یعنے (لا تحزن) میں ابوبکر کی سخت اہانت ہے۔ یہ امر بخوبی ظاہر
ہے۔ کہ بوقت اضطراب خلیفہ اول کو نہ خدا یاد تھا نہ اُسکی حفاظت
پر اس کو بھروسہ تھا۔ لہذا اس کو پریشان اور مضطرب دیکھ کر آنحضرتؐ
نے ابوبکر کو یاد دلایا کہ اے ابوبکر خدا کو تو بھول گیا۔ جو چیخنے اور چلانے پر
کمر بستہ ہو رہا ہے۔ اللہ پر نگاہ رکھ وہ ہماری حفاظت کرنے کے لئے
ہمارے ساتھ ہے۔

واہ! اہلسنت نے کیا عمدہ استخراج قرآن سے کر کے ابوبکر کی
وقعت میں پیش کیا ہے۔ (فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ) یعنے خدا
نے اپنی تسکین اس پر نازل کی۔ اہلسنت فرماتے ہیں کہ یہ انعام
بلا شرکت رسولؐ مخصوص ابوبکر صاحب کو ملا کہ شرف سکینہ سے

مشرف ہوئے - کیونکہ دیگر مواقع پر جو ذکر سکینہ ہُوا ہے - وہاں رسول اللہ اور مومنین سب کو داخل سکینہ کیا گیا ہے - اور اس جگہ صرف ابوبکر کو - ہیں نے ابتدا میں لکھا ہے کہ آیہ غار کے متعلق جسقدر ضمائر ہیں ان سب کا رجوع آنحضرتؐ کی طرف ہے - سیاق کلام دیکھو - آیہ موصوفہ جس ابتدا میں نبیؐ کے مصائب اور اس پر خدا کی مرحمت کا ذکر ہے بضرورت موقع فقرات آیہ حوالہ قلم کرتا ہوں ؛

فقرہ اوّل (الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ) اگر تم ہمارے رسولؐ کی نصرت نہ کرو گے - تو خدا اس کا ناصر ہے - اس میں حضرت ابوبکر کا کوئی لگاؤ نہیں ؛

فقرہ دوم (اذا اخرجہ الذین کفروا) جبکہ کفار نے اس کو برداشتہ خاطر اور دل تنگ کرکے نکالدیا - اس میں بھی بلا اشتمال ابوبکر حضرت رسولخدا صلعم کا ہی ذکر خیر ہے ؛

فقرہ سوم (ثانی اثنین) یہاں ایک امر واقعی کا بیان ہے کہ ہمارا رسول اسوقت تنہا نہ تھا - ایک اور آدمی بھی ہمراہ تھا - یہ ذکر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے ؛

فقرہ چہارم (اذھما فی الغار) جبکہ وہ غار میں تھے - اس میں سوائے شرکت مکانی کوئی خاص فضیلت نہیں - اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بہت سے مواقع پر مومن وکافر متقی وفاسق مسلم ومنافق - پیغمبر وغیر پیغمبر ایک جگہ ہو جاتے ہیں - چنانچہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کو ازواج کافرہ سے یکجائی تھی - خود ہمارے حضور انور کو عائشہ اور حفصہ سے جنکے بحکم آیہ مندرجہ سورۂ تحریم (فقد صغت قلوبکما) راہ راست سے دل ہٹ گئے ہوئے تھے - سالہائے سال اتفاق ہمبستری ہُوا - حضرت آسیہ وفرعون کا حال سب پر ظاہر ہے - اصحاب کہف کا کتا بایں عنوان شریک غار رہا - جسکا قصہ قران میں موجود ہے یہ مشرف بھی اگر بہ ذیل شرف معدود کیا جائے تو کوئی قابل نظر شرف نہیں

نقرہ پنجم (اذ یقول لصاحبه) اس کی بحث اول گذر چکی۔ جس سے
ثابت کیا گیا ہے۔ کہ لفظ صاحب عام ہے۔ کوئی خاص نہیں +
فقرہ ششم (لا تحزن) یہ بھی طے ہو چکا + فقرہ ہفتم۔ (فانزل اللہ
فقرہ ہشتم (وایدہ بجنود لم تروھا) ہم نے اس کی ایسے لشکروں سے
مدد کی۔ کہ جنکو تم نے نہ دیکھا۔ اس آیہ میں (علیہ) (وایدہ) و (اخرجہ)
کی کل ضمائر حضرت رسولؐ سے متعلق ہیں۔ جن کو کفار نے مکہ سے نکالا جن
کے نظر نہ آنیوالے لشکروں (فرشتوں) سے مدد کی۔ انہی پر سکینہ کو نازل
فرمایا۔ اہلسنت خواہ مخواہ بہ حمایت وطرفداری حضرت ابوبکر سکینہ کی عبارت
کو اپنے نبیؐ سے سلب کئے لیتے ہیں۔ بعض مفسرین اہلسنت مثل ملا حسین
کاشی صاحب تفسیر حسینی نے لکھا ہے کہ ابوبکر محتاج سکینہ بایں غرض
تھے۔ کہ انکو اضطراب تھا۔ اور حضرت کو استقلال تام کے لئے ضرورت
سکینہ نہ تھی بلکہ مضطر کے لئے لازمی تھی۔ اس پر مجھ کو اسقدر کہنے کی
جرأت ہوتی ہے۔ کہ اور مواقع پر جو مومنین اور آنحضرتؐ کو نزول سکینہ
میں حصہ دار بنایا گیا۔ وہاں حضرت کا مضطر و غیر مستقل ہونا ماننا پڑیگا
دیکھو اسی سورہ میں آیۂ غار سے چند آیات پہلے خدا نے ارشاد فرمایا
ہے (ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین الی آخرہ) نہ
معلوم اب حضرات اہلسنت کیا فرمائینگے۔ کیونکہ آنحضرتؐ پر نزول سکینہ
معہ مومنین ہوا ہے۔ علیٰ ہذا آیۂ غار میں جو سکینہ ہے وہ حضورؐ کی
ذات گرامی سے علاقہ رکھتا ہے۔ ابوبکر سے اس کو کوئی علاقہ نہیں ہے
ڈپٹی نظیر احمد صاحب شمس العلماء وایل ایل ڈی دہلوی نے ترجمہ قرآن
میں براکٹ کر کے لکھدیا ہے۔ (آنحضرتؐ) یعنی یہ شرف جناب سرور عالمؐ
کو ملا ہے۔ غرضیکہ ابوبکر صاحب پر تسکین وارد نہیں ہوئی۔ اگر وہ خدا
کے نزدیک مومن ہوتے۔ تو جس طرح آیۂ بالا میں رسول اکرمؐ کے
ساتھ مومنین شامل سکینہ ہوئے۔ یہ بھی ہوتے۔ افسوس ہے سنیوں
کی بیجا طرفداری پر کہ ایسے شخص کی حمایت میں قلم فرسائی کرتے ہیں۔

سکینتہ علیہ یہی فقرہ زیر بحث ہے +

جوکہ لباس مومنیت سے آراستہ نہ تھا۔ پس اگر ضمیر علیہ خلاف سیاق عبارت ابوبکر سے چسپاں ہوگی۔ تو ضمائر منتشر ہو جائیں گے۔ اور مطلب خبط و بے ربط ہو جائیگا کہیں کوئی مراد ہو۔ اور کہیں کوئی یہ امر انتظام کلام کے مغائر اور حدود فصاحت سے باہر سمجھا جائیگا تعجب ہے کہ جس کے طفیلی سے نزول سکینہ ہو وہ محروم اور ابوبکر مالک کل۔ اگر بخاطر داشت نامی و حنظہر صاحب ہم مان بھی لیویں۔ کہ تسکین ابوبکر پر نازل ہوئی تھی۔ اور حضرت کو کوئی مساہمت نہ تھی تو لازم تھا کہ ابوبکر کا قلب مسکن ہمیشہ بے خطر رہتا۔ ارباب سیر نے لکھا ہے۔ کہ بعد واقعہ غار راہ مدینہ میں سراقہ جو تلاش کرتا ہوا عقب میں آرہا تھا۔ حضرت کے قریب پہونچگیا۔ ابوبکر اس کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور غار کی طرح ہائے وائے کرنے لگے۔ اس وقت بھی آنحضرتؐ نے (لاتحزن) فرمایا۔ اگر بقول آپکے ابوبکر نزول سکینہ سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ تو تھوڑی ہی دیر میں وہ تسکین کچے رنگ کی طرح کیوں طبیعت سے دور ہوگئی۔ ایسا تسکین یافتہ راہ میں سراقہ کو روکتا۔ بڑھ کر ہاتھ مارتا۔ نہ یہ کہ گڑگڑا کر رسولؐ کے دامن قبا سے منہ چھپاتا دیکھو جس پر خدا نے انعام سکینہ فرمایا تھا وہ برابر لاتحزن کہتا رہا اگر ابوبکر خدا کے نزدیک مومن ہوتے۔ تو شریک سکینہ کئے جاتے اور بجائے علیہ علیہما وارد قران ہوتا۔

پس بوجوہات صدر ثابت ہوا کہ آیہ غار میں ابوبکر کی مدحت نہیں بلکہ اُن کے بودے پنے کی مذمت ہے۔ اسی واسطے ایک خوش کلام شاعر نے کہا ہے ؎

بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل ✦ آں حزن و بیقراری شیخ معمرم

مجھے اُمید ہے کہ اگر بلا تعصب و اعتساف حضرات اہلسنت توضیح آیہ پر نظر فرمائینگے۔ تو حضرت ابوبکر کی بیجا طرفداری سے مستعفی ہو جائیں گے ✦

اب لگے ہاتھوں۔ اس امر کی بھی توضیح کردوں۔ جیسے مولوی ثناءاللہ محدث نے بحوالہ حملہ حیدری جو ایک شیعہ شاعر نے لکھی ہے بمقام لاہور مجلس وعظ میں فرمایا۔ کہ ابوبکر کے گھر سے غار میں روزانہ کھانا جاتا رہا۔ جس سے آنحضرت کا خون بنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ بریں آپ نے جو صریح جھوٹ بول کر بخاری کا حوالہ دیا جس کی نسبت بذریعہ اشتہارات آپ کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ اور آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ انعام لیں اور بخاری میں اپنا دیا ہوا حوالہ دکھائیں۔ مگر صدائے برنخواست کا معاملہ ہے۔ کبھی جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے بیچاری معین الاسلام اور دائرۃ الاصلاح نے بہ صرف زرکثیر مولوی معوان حسین رامپوری اور ثناءاللہ محدث امرتسری کو بلایا۔ زیربار بھی ہوئے۔ مگر درخت کے وہی تین پات۔ رامپوری صاحب نے تو علمائے سلف کو غلط گو ٹھیرایا۔ اور ان کو جھوٹ کا سرٹیفکیٹ مرحمت فرمایا۔ امرتسری صاحب جھوٹے حوالے دیگر دو چار شعر پڑھ کر اور اپنی بیماری کا عذر کر کے چل بسے سبحان اللہ کیا وعظ و استدلال ہے میں یہاں حملہ کے اشعار لکھ کر ناظرین کو دکھلانا چاہتا ہوں۔ کہ انکے علماء کس قدر عوام کالانعام کو دھوکے میں رکھ کر ان کو جادۂ مستقیم سے منحرف رکھتے ہیں۔ وہ اشعار جنکو اہلسنت اپنے مدعا کی تقویت میں حملہ حیدری سے پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں	چو سالم بحفظ جہاں آفریں
زنزدیک آں قوم پر مکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت او نیز آمادہ بود	کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبیؐ بر درِ خانہ اش چوں رسید	بگوشش ندائے سفر در کشید
چو بوبکر زاں حال آگاہ شد	ز خانہ بروں رفت و ہمراہ شد
گرفتند پس راہِ یثرب بہ پیش	نبیؐ کند نعلین از پائے خویش
چو رفتند چندے ز دامان دشت	قدومِ فلک سائے مجروح گشت

ابوبکر آنگہ بہ دوشش گرفت — ولے این حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چناں قوت آید پدید — کہ بار نبوت تواند کشید
برفتند القصہ چندے دگر — چو گردید پیدا نشانِ سحر
بجستند جائے کہ باشد پناہ — زچشم کساں دور یکسو ز راہ
بدیدند غارے دراں تیرہ شب — کہ خواندے عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے — ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید — قبا را بدرید و آں را بچید
بدینگونہ تا شد تمام آں قبا — یکے رخنہ نہ گرفتہ ماند از قفا
براں رخنہ کو بُد آں یار غار — کف پائے خود را نمود استوار
نباید جز او ایں شگرف از کسے — کہ دور از خرد می نماید بسے
بہ غار اندروں در شب تیرہ فام — چساں دید سوراخہا را تمام
دراں تیرہ شب یک بیک بر شمرد — یکے کامد افزوں براو پا فشرد
نباید چنیں کارے از غیر او — بدینساں چو پرداخت از رفت ورو

چونکہ اشعار صدر بادی النظر میں اس بات کا پتہ دینے والے ہیں۔ کہ بہ حکم حضرت صلعم ابوبکر آمادہ سفر ہوکر اپنے گھر سے باہر آئے تھے۔ اور راستہ میں آنحضرت کی بڑی خدمت کی۔ کہیں کاندھے پر اُٹھایا۔ گاہے اپنی قبا کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ اور جب ایک سوراخ کے لئے کپڑا نہ رہا۔ تو اپنے پاؤں کی ایڑی لگادی۔ لہذا حضرات اہلسنت فرمایا کرتے ہیں۔ کہ ابوبکر از خود ہمراہ ہوگئے۔ تو ایک معتبر ذی عزت شیعہ شاعر نے جو صرف شاعر ہی نہ تھا۔ بلکہ زیور علم سے آراستہ تھا۔ اُس نے کیوں ایسے کھلے الفاظ میں اس واقعہ کو لکھدیا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ حضرات اہلسنت عموماً اور امرتسری صاحب خصوصاً جو بڑے دھن کی لیا کرتے ہیں۔ اور اُن کے حاشیہ نشین ان کی عقلی فراست و جوہر علمیت کے پل باندھا کرتے ہیں۔ اشعار پر نظر غائر نہیں ڈالی۔ اور نہ مؤلف حملہ حیدری کے واقعات پر غور فرمایا

لہذا حقیقت حال پر اطلاع دی جاتی ہے۔ حملہ موصوف میں دو قسم کی روایات نظم ہوئی ہیں۔ ایک بطریق اہلسنت دوم بطریق شیعہ۔ غار کے متعلق جس قدر مضمون نظم کیا گیا ہے۔ وہ حسب روایات اہلسنت ہے۔ خود اشعار کے مضامین بتلا رہے ہیں کہ ان روایات کی ناظم کے دل میں کوئی وقعت نہیں۔ دیکھو آٹھواں اور نواں شعر صاف لکھا ہے مجھ کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر نے آنحضرت کو کیونکر اٹھایا کیا کوئی دنیا میں ایسا شخص ہے جو بار نبوت اٹھا لے۔ اگر اس روایت پر صاحب حملہ کو اعتبار و اعتماد ہوتا۔ تو تعریض و استعجاب کیا معنے رکھتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص کسی روایت کو سچا سمجھ کر سندًا لائے۔ اور پھر اسے غلط بھی سمجھے۔ ملا رفیع باذل صاحب مرحوم مؤلف حملہ حیدری اورنگ زیب کے زمانہ میں قلعہ گوالیار کے کلید بردار تھے۔ وہ زمانہ شیعوں کے لئے نہایت شدید تھا۔ چنانچہ حصہ اول رسالہ ہذا میں خنجر رافضی کش کا حال لکھا جا چکا ہے عمومًا حضرات شیعہ تقیہ میں بسر اوقات کرتے تھے۔ عقلا غور فرمائیں کہ اس پرُ شور زمانہ میں شیعہ سوائے اتباع اہلسنت اور کیا کر سکتے تھے۔ چنانچہ مولف موصوف نے خود لکھدیا ہے ؎

جو البش بر او گفتہ گر بیش و کم
من از گفت راوی بیاں می کنم

اس شعر نے بالکل یہ بات دکھلا دی کہ روایت غار وغیرہ بربنائے روایات سنیہ لکھی گئی ہیں۔ اور موقع بموقع ان کی بے اعتباری بھی ظاہر کر دی گئی ہے۔ شعر ۳ سے تا آخر دیکھئے۔ ملا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ تاریک گڑھے میں ابوبکر نے کیونکر معلوم کر لیا۔ کہ یہاں اتنے سوراخ ہیں۔ پھر ہر ایک روزن میں دامن قبا کو ٹھونسنا اور جو ایک باقی رہ گیا۔ اس پر پاؤں کی ایڑی کا لگا دینا یہ کام سوائے ابوبکر کے دوسرے سے ممکن نہ تھا۔ شعر ۱۶ کا مصرعہ ثانی کہ (دو راز خرد می نماید بسے) صاف پتہ دے رہا ہے۔ کہ آپ تمام واقعات مندرجہ

روایت غار کو جس میں توصیف و تعریف ابوبکر دکھائی گئی ہے۔ بالکل غلط اور خلاف عقل جانتے ہیں +

جب زمانہ عالمگیر گذر گیا۔ اور حضرات شیعہ کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ تو آخر حصہ حملہ کو جس میں واقعات غدیر لکھے ہیں۔ مُلا صاحب نے بربنائے روایاتِ شیعہ نظم فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں ؎

زگفتار راوی آلِ رسولؐ ✼ نہ از گفتہ ہر سفلۂ بوالفضول

یعنے ہم نے جو پہلے معاملات نظم کیے۔ وہ راویانِ غیر کی روایات سے تھے۔ جو کہ سفہاء اور جہلا میں داخل ہونے کے باعث قابل اعتماد و اعتبار نہیں۔ اور اب اُن لوگوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ جو کہ خاندان نبوتؐ کے ثقہ اور عادل راوی ہیں۔ حضراتِ اہلسنت یہاں پر ایک اور خدشہ پیدا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ابوبکر نے آنحضرتؐ کو شب ہجرت کاندھے پر اُٹھایا۔ اور فتح مکہ کے روز جب آنحضرتؐ بُتانِ مکہ کو گرانے لگے۔ تو اُسوقت علیؑ آپ کے ساتھ تھے۔ علیؑ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ آپ میری پشت پر سوار ہو کر بُتوں کو گرائیے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ تم بارِ نبوت نہ اُٹھا سکو گے۔ لہذا تم میری پشت پر سوار ہو کر بُتوں کو کعبہ سے گراؤ۔ بس اس صورت میں معلوم ہوا کہ ابوبکر حضرت علیؑ سے افضل و برتر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت رسولِ خداؐ کو اپنے کاندھے پر اُٹھایا۔ جسسے معلوم ہوا کہ وہ بارِ نبوت کے متحمل تھے۔ اور حضرت علیؑ اس کے تحمل سے عاجز۔ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ✼ عیب نماید ہنرش در نظر

دوش احمدیؐ پر علیؑ کا سوار ہونا اور مکہ سے بتوں کا گرانا آپ کے فضائل اور مناقب پر مشتمل ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ ؎

علیؑ بر دوش احمدؐ چشم بد دُور ✼ عیاں شد معنی نُورٌ علےٰ نور

زہے نقش پائے کہ بر دوش احمدؐ ✼ زمہر نبوت مقدم تشنید

مگر افسوس کہ اہلسنت بجوشِ عداوتِ مرتضویہ اس فضیلت کو مبدل بہ منقصت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر بہ عنایت الہی وہ فضیلت فضیلت ہی رہیگی۔ اور جو خدشہ پیدا کیا گیا ہے۔ اُسے انشا اللہ پا در ہوا کئے دیتا ہوں۔ واضح رائے عالی ہو۔ کہ ہر شخص کے مقابل وہ حجت پیش کی جاسکتی ہے۔ جس کو وہ مانے اور تسلیم کرے۔ شیعہ کو قدیماً و جدیداً اس روایت سے انکار رہا ہے۔ کہ ابوبکر نے نبی صلعم کو اپنے کاندھے پر سوار کیا۔ چنانچہ ملا رفیع باذل مؤلف حملہ حیدری نے روایت اہلسنت پر جس میں نبی صلعم کو پشت پر لے جانا ذکر کیا ہے۔ ایک لطیف تعریض بھی کر دی ہے۔ دیکھو وہ شعر جو کہ عشہ پر اول عرض کر چکا ہوں ؎

ابوبکر انگہ بدوشش گرفت ۔۔۔ ولے ایں حدیث است جائے شگفت

کہ در کسِ چناں قوت آمد پدید ۔۔۔ کہ بارِ نبوت تواند کشید

جبکہ ہمارے نزدیک وہ روایت ہی صحیح نہیں۔ جس پر فرقۂ سنیہ ناز کر کے یہ ذہنی فضیلت پیدا کرتے ہیں۔ تو ہم کسی طرح اس دار و گیر میں نہیں آسکتے۔ جس کا سنی صاحبان نے ارادہ کیا ہے۔ اگر بپاس خاطر اہلسنت یہ واقعہ صحیح بھی مان لیا جائے۔ تب بھی حضرت ابوبکر کو کوئی فایدہ نہیں پہونچ سکتا۔ سمجھدار اہلسنت سے اُمید ہے۔ کہ معروضہ حقیر پر غور فرمائیں گے۔ کہ اگر یہ امر ابوبکر کی فضیلت پر دال ہے تو آنحضرت صلعم کا گھوڑا۔ گدھا اور خچر بالاولے ابوبکر سے افضل و بہتر سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کو منزلوں تک اُٹھائے چلے جاتے تھے۔ اور ابوبکر تو بقول اہلسنت دس بیس ہی قدم تک لیکر گئے تھے۔ اندریں صورت یہ مرکب میدان افضلیت میں جناب خلیفہ صاحب سے فرسخوں آگے ٹھیر گئے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرات

اہلسنت طرح طرح کی باتیں تراش کر چاہتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلثہ کے لئے کوئی فضیلت ثابت کریں۔ مگر ممکن نہیں ہے جس قدر قوت ذہنی سے باتیں بناتے ہیں۔ خرابی پر خرابی پڑتی چلی جاتی ہے۔ اہلسنت نے چشم خرد سے علیؑ کو نہیں دیکھا ہے جب ہی تو واہی تباہی باتیں بناتے ہیں۔ ؎

تو بتاریکی علیؑ را دیدہ ، زاں سبب غیرے براو بگزیدہ

اہلسنت جو فرماتے ہیں کہ علیؑ بار نبوت نہ اٹھا سکے۔ یہ ان کی زیادتی ہے۔ علیؑ کو نبیؐ سے وہ نسبت تھی جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ تبھی تو آپ ہر ایک امر نبوتی میں آنحضرتؐ کے شریک وسہیم تھے مکہ سے بتوں کا گرانا خاص وہ امر تھا جسکے لئے آنحضرتؐ کی بعثت ہوئی تھی۔ علیؑ شریک وسہیم تھے۔ دوسرا مقام مقام مباہلہ ہے جہاں پر نصاریٰ کے مقابلہ میں تصدیق نبوت ہوئی تھی۔ وہاں پر علیؑ آپ کے ہمراہ شریک رہے۔ ایسے مقامات پر کبھی کسی دوسرے کو نہیں دیکھا گیا۔ تبھی تو ایک شاعر کہتا ہے ؎

اگر جہاں میں نبیؐ بعد مصطفےؐ ہوتے ، قسم خدا و پیغمبرؐ کی مرتضےؑ ہوتے

آیۂ استخلاف مندرجہ نور

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون۔

اس آیۂ مبارکہ کا ترجمہ ثمرہ ایمان کے صفحہ ۸ پر مسٹر نامیؔ صاحب یوں فرماتے ہیں:۔ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک عمل کرتے ہیں۔ کہ وہ انکو بالضرور بہت جلد ملک کی خلافت یعنی سلطنت عنایت کریگا۔ جیسے ان لوگوں کو

خلافت عنایت کی تھی۔ جو اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ (یعنی داؤد و سلیمان علیہم السلام کو) اور مضبوط کر یگا اُن کے لئے اُن کا وہ دین جو اس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اور حضور بعد ازاں اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ بہ اطمینان ہماری عبادت کیا کریں گے۔ اور کسی کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے۔ اور پھر جو شخص اس (خلافت) کے بعد ناشکر گذاری کریگا۔ تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

میں جناب نامی صاحب کی قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا جو آپ نے اخیر فقرے کے ترجمہ میں دکھائی ہے۔ کہیں بصیغہ واحد ذکر کرتے ہیں اور پھر اُسی صیغہ واحد کو جمع بیان فرماتے ہیں۔ ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی کہ بر آسماں نیز بشتافتی

جناب من! اسی قابلیت پر دعوے قران دانی۔ اور پھر میدان مناظرہ میں کود پھاند۔ اب زمانہ زمانۂ علمی ہے۔ جہالت کا دور نہیں کہ آواز کو گلے میں پھیر کر ذرا بسم اللہ پڑھ دی۔ اور لوگوں کے استفسار پر کہہ دیا۔ کہ ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔ اور بلا امتحان لوگوں نے بھی تسلیم کر کے کہدیا۔ کہ جناب تو بڑے عالم و فاضل ہیں۔ اور لگے روٹیں سیدھی کرنے۔ افسوس اس امر کا ہے۔ کہ کن لوگوں کو مخاطب بنانا پڑا ہے۔ جو واحد اور جمع میں تمیز نہیں کر سکتے۔ خیر مجبوراً مختصر عرض کئے دیتا ہوں۔ تاکہ مطالعہ کنندگان رسالہ ہذا کو معلوم ہو جائے۔ کہ فرقہ عمریہ کن کن اصولوں سے لوگوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ماحصل آیۂ مبارکہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ وعدہ ہر ایک سے نہیں ہوا۔ بلکہ اس زمانہ کے مومنین سے ہوا ہے۔ یعنے صحابہ سے۔ کیونکہ الذین امنو کے بعد منکم وارد ہوا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ اُنہیں سے وعدہ ہے کہ تمہارے زمانہ میں مومن ہیں۔ منکم نے پچھلوں کو علیحدہ کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ حاضرین سے ہے نہ غائبین سے۔ اور منکم میں جو من آیا ہے اسے تبعیضیہ فرماتے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہے کہ بعض لوگ

مستفید ہونگے نہ کہ جمیع اہل اسلام۔ گویا بزعم فاسد خود اس آیۂ مجیدہ سے
خلافت حضرات ثلثہ ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ نئی بات نہیں وہی پرانی
اور فرسودہ کہانی ہے جس کا بارہا دندان شکن جواب دیا جاچکا ہے
اور اب تک حضرات اہلسنت کو جواب الجواب لکھنے کی جرات نہیں پڑی
چنانچہ صاحب تنویر الیقین صفحہ ۵۰ سطر ا پر لکھتے ہیں۔ کہ مضمون آیت
سے اتنی بات نکلی۔ کہ صحابہ سے خداوند کریم نے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ تم
میں سے کم از کم تین شخصوں کو کہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہونگے۔ ضرور
ہم خلیفہ بناکر روئے زمین پر انکو مسلط کردینگے۔ آپ کی مراد یہ ہے کہ اس
آیۂ مجیدہ میں بشارت خلافت خاص ہے۔ عام نہیں۔ اور اسی کا تعلق
خلفائے ثلاثہ سے ہے۔ آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ یہ انعام اُن مصائب
و بلیات کے معاوضہ میں ثلاثہ کو دیا گیا تھا۔ جو ترک وطن وغیرہ میں
از قسم اتلاف مال و جائداد و مکانات وغیرہ انہوں نے برداشت کئے
تھے۔ سبحان اللہ کیا استدلال ہے۔ جسکا جواب الآیات میں مرحوم
میر سجاد حسین صاحب اعلے اللہ مقامہ نے نہایت وضاحت کے ساتھ
دیدیا ہے جس کا جواب الجواب قیامت تک ممکن نہیں۔

آمدم برسر مطلب۔ تمام قران میں یہی ایک آیۂ مجیدہ ہے۔ جسے حضرات
اہلسنت جھوم جھوم کر تلاوت فرماتے ہیں۔ اور بزعم فاسد خود یقین
کئے ہوئے ہیں کہ خلافت حضرات ثلاثہ پر یہ آیہ جلی و محکم و بلاتاویل ہے
کہ جسکا ما فوق ممکن نہیں۔ چونکہ بظاہر حضرات ثلاثہ سریر آرائے سلطنت
ہوئے جس کو فرقۂ عمریہ اپنی اصطلاح میں خلافت کہتے ہیں۔ حالانکہ
آیۂ مجیدہ میں لفظ استخلاف وارد ہوا ہے۔ جو کہ مثبتِ خلافت ہے
لہذا فرقۂ عمریہ دھوکا دینے کو خلافت کے ثبوت میں اس آیہ کو پیش
کرکے جہلاء کو خوب فریب دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو باور کراتے ہیں
کہ قران میں بہ وضاحت و صراحت خلافت ثلثہ مذکور ہوئی ہے۔
چنانچہ ہمارے نامی صاحب بھی ثمرہ ایمان میں بہ اتباع حضرات

سلف، اس آیہ مجیدہ سے مستدل بہ خلافت ہوئے ہیں۔ سب سے
اول ہندوستان میں شاہ عبدالعزیز ہیں جن کے مایۂ استدلال کو
جناب سلطان العلماء سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بوارق مولقہ
میں بدلائل شافیہ باطل فرمایا۔ کتاب موصوف کے صفحہ ۶۰ سے "ناصحی"
نامی صاحب ملاحظہ فرمالیں۔ اس کے بعد میر نجف علی ساکن فرید آباد
نے بھی قرینہ استدلال اختیار کیا۔ جس کے جواب میں رسالہ دفع المغالطہ
جناب قبلہ مولوی عمار علی صاحب نے تحریر فرمایا۔ پھر ایک اور سنی عالم نے
بذریعہ رسالہ مجمع الاوصاف آیہ مذکورہ کو پیش کیا۔ جناب مولوی سید مظہر
حسین صاحب نے قواضب الاسیاف کے ذریعہ دندان شکن جواب دیا
اسی طرح چند علمائے سنیہ آیت متذکرہ پیش کر کے جواب پا چکے ہیں۔
ناصحی صاحب کو لازم تھا کہ ان جوابات کا رد فرما کر پھر کوئی تازہ بحث
قایم فرماتے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اجوبہ شیعہ کو بالکل ملاحظہ
نہ کیا۔ یا آنکہ دیکھ کر دیدہ دانستہ جواب سے اعراض فرمایا۔ اور بہ اتباع
علمائے سلف تحفہ وغیرہ سے مضمون نقل کر دیا۔ اگر آپ جوابات سے
واقفیت نہ رکھتے تھے۔ تو ذرا بھر کے لئے اپنے گورو گھنٹال غلام محمد
امرتسری سے ہی پوچھ لیتے۔ یہ امر تو خلاف انصاف ہے۔ کہ شیعوں
کا جواب الجواب نہ دیا جائے۔ اور اسی بات کو بارہا دہرایا جائے۔
جسکے متعدد جواب ہو چکے ہوں۔ ہم تو بار بار جواب لکھتے تھک گئے
حجاب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں باتوں کو جو بکرات مرات لکھی جا چکی ہیں
لکھیں۔ مگر ہمارے مخاطب صاحبان کچھ نہیں دیکھتے۔ اندھے ہو
رہے ہیں۔ بار بار انہیں باتوں کو لکھتے ہیں۔ جنکو بعد طمطراق اگلے
کہہ کر مسکت جواب پا چکے ہیں۔ چلو اسی ایک بات پر فیصلہ رہا۔ اگر
حضرات اہلسنت سچے اور اپنے دعوے پر کامل استدلال رکھتے
ہیں۔ تو بسم اللہ دیر نہ کریں۔ بوارق دفع المغالطہ قواضب الاسیاف
کا جواب دیں۔ ہم ساری کتاب کا جواب نہیں مانگتے۔ صرف آیہ استخلاف

کی بحث کا جواب جو انکے قلم فرمائیں۔ مگر کجا۔ وہ تو اپنے اصول پر بھی قایم نہیں رہیں گے۔ مجھے سخت الجھن ہوتی ہے جب دیکھتا ہوں کہ حضرات اہلسنت کیا کر رہے ہیں۔ ایک طرف شاہ عبدالعزیز اور مولوی خلیل احمد اور دیگر علمائے سنیہ لکھتے ہیں۔ کہ خلافت بنویہ اصولی اعتقادی نہیں۔ بلکہ فروعی عملی ہے۔ قرآن میں اسکا کہیں پتہ و اشارہ تک نہیں اور خلفائے ثلاثہ نہ معصوم تھے اور نہ منصوص۔ بایں ہمہ پھر آیات کثیرہ پیش کرنے کے لئے قلم بدست ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سے پیشتر بہ نقل عبارات علمائے سنیہ لکھ چکا ہوں۔ کہ خلافت منصوص من اللہ والرسول نہیں بلکہ اجماعی ہے۔ چنانچہ نامی صاحب بھی اسی عقیدہ کا اظہار فرما چکے ہیں۔ جب خلافت کی نسبت یہ عقیدہ ہے تو ثلثہ کو خلیفۂ رسول کیوں کہا جاتا ہے۔ خلیفہ تو وہ ہوتا ہے جسے مستخلف اپنے بعد قایم مقام تجویز کرے۔ جبکہ ثلثہ منصوص من الرسول نہیں بلکہ اُمت کے بنائے ہوئے ہیں۔ تو خلیفۂ اُمت ہوئے۔ جس طرح بعض اقوام چوہدری یا مہتر تجویز کر لیا کرتے ہیں +

آمدم بر سر مطلب۔ چونکہ آیہ مجیدہ میں چند شرائط ہیں۔ مثلاً (امنو) (وعملو الصالحات) (دیعبد وننی لا لیشرکون لی شیًا) وغیرہ۔ نظر بر آں معلوم ہوا۔ کہ چونکہ حضرات ثلثہ کے بغیر اور کوئی خلعتِ خلافت سے ممتاز نہیں ہوا یہی حضرات سہ گانہ با ایمان و عمل نیک کرنیوالے اور خالص عابد اور خدا پرست ہوئے۔ باقی سب ان اوصاف کے مغایر۔ فرقہ سنیہ کی یہ جرأت بھی قابلِ حیرت ہے۔ کہ کل طبقہ صحابہ کی نیکوکاری و خوش کرداری سے قطعی مستعفی ہو گئے۔ اور ثلثہ کو مثل تعویذ گلے کا ہار بنا لیا۔ صرف ثلثہ کے سر پر ایمان داری کا مہر الیپیٹ کر باقی سب کو مشرک اور ناقص الایمان و اعتقاد فرمایا کیونکہ اگر اور حضرات موجود الوقت بھی صاحب ایمان و نیکوکار ہوتے تو خدا ان کو آیہ استخلاف سے فایدہ پہنچاتا۔ نامی صاحب اور دیگر

حضرات اہلسنت جن کے خیال میں آیۂ بالامبشر بہ خلافت ثلثہ ہے ضرور اس بات کے معتقد ہیں کہ یہی تینوں آدمی برگزیدہ باری تھے۔ انہیں کو خوف و ہراس تھا جس کا بدلا امن سے کیا گیا۔ اچھے اچھے کام کرنا انہیں کا شعار رہتا تھا۔ اگر دوسرے صحابہ بھی صفات مذکورہ کے متصف ہوتے۔ تو ضرور نعمات آلہیہ سے بہرہ پاتے۔ اگر ہم کسی کو بجرم مخالفت خاندانِ رسالت بدکیش کہیں۔ تو رافضی کا خطاب پاویں۔ اور فرقہ سنیہ کل صحابہ کو محروم از عطیات باری خیال فرما کر بھی دینداروں میں بجائے خود شمار ہونے کا دعوےٰ فرمائیں۔ مجھ کو نئے تعلیم یافتہ سنیوں سے امید ہے کہ وہ ضرور اس نتیجہ پر غور فرمائیں گے۔ بنظر توضیح حال ہر فقرہ کی تصریح کئے دیتا ہوں۔ کہ انصاف کرنیوالوں کو امر صحیح کا پتہ لگ جائے۔ اور سمجھنے کے بعد غلطی میں نہ پڑیں +

فقرہ اوّل (آمنو) یعنے وہ خلفاء صاحب ایمان ہونگے۔

دوم۔ (منکم) یعنے تم میں سے جو ایمان لایا۔ خلیفہ کیا جائیگا۔

سوم۔ (وعملو الصالحات) یعنے اُن سے عمل نیک سرزد ہوتے ہونگے

چہارم (کما استخلف الذین من قبلھم) تمکو ایسا خلیفہ بنا دینگے کہ تم سے پہلوں کا کیا ہے +

پنجم (ولیمکنن لھم دینھم) یعنے اُن کے دین کو تمکین حاصل ہوگی

ششم (الذی ارتضی لھم) یعنے ان کا دین پسندیدہ باری ہوگا۔

ہفتم (ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا) یعنے بعد خوف انکو امن دیا جائیگا

ہشتم۔ (یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا) یعنے جو خلیفہ کئے جائینگے وہ ایسے خلوص اور حسن عقیدت سے عبادت کریں گے۔ کہ سوائے خدا کسی اور کو قابل پرستش نہ سمجھیں گے +

نہم (ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون) اور پھر جو شخص اس خلافت کے بعد ناشکری کریگا۔ تو وہی لوگ فاسق ہیں (دلوث) فقرہ صدر کا حرف بحرف وہی ترجمہ ہے۔ جو مسٹر نامی صاحب

نے ثمرۂ ایمان کے صفحہ ۸ پر کیا ہوا ہے ؛

فقرہ اول "آمنو"

شیعہ اور سُنی میں آجتک جسقدر گفتگو ہے۔ حضرات ثلثہ کے ایماندار ہونے پر ہے۔ حضرات اہلسنت انکو کامل الایمان بتلاتے ہیں۔ اور شیعہ اُنکو نامسلمان ومنافق وغدار وخائن وآثم وکاذب کہتے ہیں چنانچہ صدہا کتابیں شیعوں کی طرف سے اس بحث میں لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ رسالۂ نفاق الشیخین بحکم صحیحین ورسالہ سجادیہ وآئینہ حق نما وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ بریں بذریعہ حمایت الایمان۔ سید مظہر حسن صاحب نقوی رئیس امروہہ نے مشتہر کیا۔ کہ اگر کوئی سُنی بہ رد رسالہ آئینہ حق نما ثلاثہ کا دنیا سے با ایمان جانا ثابت کردے۔ توہم سادات امروہہ اس کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ ابتک کسی عالم اہلسنت کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ ان رسائل کا جواب دیکر حضرات ثلاثہ کو نفاق کی مضبوط رسی سے کھولکر آزاد کراتے۔ جب تک حضرات اہلسنت بہ رد مضامین رسائل مذکور اپنے پیشوایانِ دین کا ایمان صحیح پر مرنا ثابت نہ کریں۔ صفت "آمنو" ان پر قایم نہیں ہوسکتی ؛

فقرہ دوم "منکم"

نامی صاحب کی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو "من" ہے۔ وہ تبعیضیہ ہے۔ یعنے وعدہ آلہیہ بعض صحابہ سے تعلق رکھتا ہے تمام صحابہ سے نہیں۔ فرقہ حقہ شیعہ کا قول ہے۔ کہ "من" اسجگہ بیانیہ ہے۔ جس نے آنحضرتؐ اور سب مومنین پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور اس آیۂ مجیدہ میں خلافت لغوی مراد ہے۔ نہ اصطلاحی۔ باصطلاح عام خلیفہ وہ کہا جاتا ہے۔ جسے کوئی اپنی غیبت میں ہمیشہ کے لئے یا برائے چند

جانشین مقرر کر جائے۔ اور لغوی یہ ہے کہ کوئی کسی کا جانشین ہو جائے۔
اسجگہ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ "من" بیانیہ ہے۔ یا تبعیضیہ۔ خلافت لغوی
کی توضیح آگے بیان کرونگا۔ علامہ زمخشری تفسیر کشاف جلد دوم مطبوعہ
مطبع محمد آفندی کے صفحہ ۹۸ پر آیۂ استخلاف کے متعلق لکھتے ہیں
(الخطاب للرسول صلعم ولمن معہ ومنکم للبیان) یعنے یہ وعدہ آنحضرتؐ
اور اُن کے ہمراہیوں سے خدا نے کیا ہے۔ اور منکم کا من اس موقعہ
پر بیانیہ ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد دوم مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۷۸
پر ہے۔ کہ (خطاب للرسول ولامتہ اوله ومن معہ ومن للبیان)
ترجمہ اس جگہ مخاطبہ رسولؐ اور اُمت رسولؐ سے ہے۔ جو طبقۂ اولے
میں سے تھے۔ اور من واسطے بیان کے ہے۔ نواب صدیق حسنؒ خان
بھوپالی تفسیر فتح البیان مطبوعہ بولاق مصر جلد ششم صفحہ ۲۳ پر
لکھتے ہیں۔ (الخطاب للنبی ومن معہ) یعنے آیۂ استخلاف میں آنحضرت
اور اُن کے ہمراہیوں سے خطاب ہے۔ نہایت افسوس سے لکھا جاتا
ہے کہ نامی صاحب کے دعوے کو بالا اس کے کہ ہم کچھ زحمت برداشت
کریں۔ انہیں کے ہم مذہب مفسر ڈسمس فرما رہے ہیں۔ اگر ان کو کچھ
غیرت ایمانی ہے۔ تو (من) پر جو رنگ تبعیض چڑھا یا ہے۔ اُسکو کھٹائی
سے صاف کر دیں۔ کیونکہ علامہ زمخشری و قاضی بیضاوی وغیرہ مشاہیر
علماء کے روبرو ان کی توجیہ بلا وجیہ کا چراغ ہرگز روشن نہ ہوگا۔ اب
یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں۔ کہ حضرات اہلسنت کیوں یہ کوشش فرما رہے
ہیں کہ (من) بیانیہ نہیں۔ اس کی صریح وجہ یہ ہے۔ کہ اہلسنت مترما
شرمی ظاہر بظاہر مثل برادران عموزاد خوارج جناب امیر علیہ السلام کی
خلافت چہارمی سے انکار تو نہیں کرتے۔ مگر دل میں اعتقاد بھی نہیں
رکھتے۔ وہ خلافت ثلثہ ہی کو خلافت راشدہ جانتے ہیں۔ اور نعمت
استخلاف کے مستحق انہیں کی ذات کو سمجھتے ہیں۔ اور حضرت امیرؑ کی
ذات سے نفی کرتے ہیں۔ لہذا تبعیض کو ثلثہ کے لئے مفید سمجھ کر (من)

کو بیانیہ ہوتے سے متعصب اہلسنت انکار کر جاتے ہیں۔ یہ ثبوت اسکے چند اقوال اہلسنت پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین بخوبی سمجھ لیویں کہ حضرات اہلسنت کو اہلبیت رسالت سے کہاں تک تمسک ہے:۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر کی چھٹی جلد صفحہ ۴۸۸ پر ارقام فرماتے ہیں۔ بعد تحقیقات معلوم ہوا ہے کہ آیہ استخلاف میں جو صفات بیان ہوئی ہیں۔ وہ بہ زمانہ حضرات ثلثہ پوری ہوگئیں۔ باینوجہ کہ ان کے زمانہ میں فتوحات کاملہ ہوئیں۔ تمکین دین ہو کر لوگوں کو آسائش ملی امن و امان سے اہل اسلام اوقات بسر کرنے لگے۔ علیؑ کے زمانہ میں نہ دین کو تمکین حاصل ہوئی۔ نہ مسلمانوں کو تفکرات شبانہ روزی سے نجات ملی۔ نہ اعلائے کلمۂ حق ہوا۔ نہ کوئی ملک فتح ہو کر داخل محروسۂ اسلام ہوا۔ بلکہ آپ اہل اسلام سے جنگ و جدل کرتے رہے:۔

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ ۳۴۴ پر ایک طولانی عبارت لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے:۔

علی مرتضےؑ برائے نام خلیفہ تھے۔ جس طرح مسلمانوں نے مشائخ ثلثہ کے ماتحت جدال و قتال کیا۔ اس طرح علیؑ کی ہمراہی میں نہیں لڑے۔ عنایات ربانی جو عہود ثلثہ میں فوج فوج نازل ہوتی تھیں وہ اُن کے وقت میں بند ہوگئیں۔ تمکین دین کے خلاف مسلمانوں میں مناقشہ و مجادلہ کی ہوا چھیل گئی۔ آیہ استخلاف کا ان میں مطلق اثر نہ ہوا۔ وہی بزرگ اپنی دوسری کتاب تنویر العینین فی تفضیل شیخین کے صفحہ ۱۶۹ پر لکھتے ہیں:۔

(حضرت مرتضےؑ در ایامِ خلافتِ خود در شغل مناقشہ ہا و منازعہا افتاد و در ایام او ہیچ بلد مفتوح نہ شد و ہیچ فتح ظاہر نگردید۔ بلکہ جہاد بالکلیہ مسدود ماند) عبارت صدر کے معاینہ سے ہر با انصاف کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرات سُنیہ کے نزدیک آیہ استخلاف کے مقصود الیہ صرف ثلثہ ہیں۔ اور حضرت امیرؑ کو وہ خلیفہ موعود من اللہ

نہیں جانتے۔ بلکہ ان کے زمانہ کو باعث سلب عنایات ایزدی کہتے ہیں۔ اہلسنت بظاہر علیؑ کو چوتھا خلیفہ کہتے ہیں۔ مگر چونکہ دل و زبان میں اتفاق نہیں۔ لہذا بہکتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ اسرار نہانی ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ عزیز دہلوی تحفہ میں بمقام مطاعن عثمان تحریر فرماتے ہیں۔ جناب رسولخدا صلعم بہ علی مرتضےٰؑ فرمودہ بود (یا علی لا تجتمع الامۃ بعلیک بعدی وانک تقاتل الناکثین و القاسطین والمارقین) (یعنے اے علیؑ جمع نہ ہوگی اُمت تیری ریاست پر میرے بعد ہر آئینہ تو جنگ کریگا عہد توڑنے والوں اور بے انصافوں اور دین سے نکل جانیوالوں کے ساتھ۔) چونکہ حسب اعتقاد اہلسنت خلافت اجماع سے ہوتی ہے۔ لہذا وہ ڈینگ سے فرما دیتے ہیں: کہ آپ پر مثل ثلثہ اجماع اُمت نہیں ہوا۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں رقمطراز ہیں۔ (قال البخاری فی تاریخہ روی عن جمھان عن سفینۃ ان النبی صلعم قال لابی بکر و عمر و عثمان ھو لاء الخلفاء من بعدی) دیکھئے اس جگہ بھی حضرت علیؑ کا نام جدا کیا گیا۔ کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہؤا ہے کہ جب آنحضرت نے مسجد بنائی تو ابو بکر سے کہا کہ میرے پتھر کے برابر پتھر رکھو۔ علیٰ ہذا ابوبکر کے پتھر کے ساتھ عمر کا پتھر رکھوایا۔ اور ان کے برابر عثمان کا جب تینوں بزرگوار اپنا اپنا پتھر ایک دوسرے کے برابر رکھ چکے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یہی میرے بعد خلیفہ ہونگے۔ دیکھو یہ سنگ باری بھی ثلثہ تک ہی محدود رہی۔ خشت و سنگ و کلوخ انہیں حضرات کی خلافت پر گواہ رہے: علاوہ بریں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں فرماتے ہیں۔ (قال رسول اللہ صلعم رایت کان میزاناً دلی من السماء فوزنت بابی بکر فرجحت بابی بکر ثم وزن ابو بکر فرجح ابو بکر بعمر ثم وزن عمر بعثمان ثم رفع المیزان فقال النبی صلعم ھذا خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ ملک من یشاء) یعنے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایک ترازو آسمان

سے آیا۔ میں اور ابوبکر اس میں تولے گئے۔ میں بھاری نکلا۔ پھر ابوبکر اور عمر وزن کیے گئے۔ ابوبکر عمر سے بھاری نکلے۔ پھر عمر اور عثمان تولے گئے۔ عمر بھاری نکلے۔ پھر وہ ترازو آسمان پر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔ کہ خلافت نبوتیہ انہیں تینوں پر ختم ہوئی۔ آیندہ جو ہوگا وہ بادشاہ ہوگا۔ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں شافعی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ خلفاء نبی صرف تین ہیں۔ ابوبکر و عمر و عثمان۔ اور یہ بھی لکھتا ہے کہ اکثر علمائے حدیث ساکن بصرہ و شام علیؑ کو خلیفہ نہ مانتے تھے۔ بلکہ اُن کے زمانہ کو فتنہ و فساد و تفرقہ اہل اسلام کا سبب اعتقاد کیے ہوئے تھے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی جو بجرم تبدیل معانی قران کافر ہوکر مرے ہیں۔ اور جن کے حق میں فتاوے کفر تحفۃ الاشعریہ کے پشت پر ثبت ہوا ہیر علمائے سنیہ دکھائی دے رہے ہیں۔ ہدیۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ بہ زمانہ حضرات ثلاثہ جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظاہر ہوا۔ اور اُس نے رواج پایا۔ جیسے ابوبکر کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دینا اور حضرت عمر کا متعہ کو منع کرنا۔ اور تراویح کی تاکید فرمانا۔ اور حضرت عثمان کا یوم جمعہ ایک اذان کا بڑھانا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق (ارتضی لہم) ہے۔ علٰے ہذا القیاس جس مسئلہ پر اُن کے زمانہ میں اتفاق و اجماع ہوگیا۔ وہ لاریب حق و ثواب ہے۔ اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے۔ اور جو اس کا منکر ہے وہ حق کا منکر ہے۔ جملہ (وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات) حقیت اصحاب ثلاثہ پر بوجہ احسن دلالت کرتا ہے تعجب ہے کہ زبانی تو حضرت امیرؑ کو چوتھا خلیفہ بتادیں۔ اور بشارت آیۂ حمیدہ سے مستثنےٰ سمجھیں واقعی عقیدت مند ایسے ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ جناب ناصحی صاحب بھی دبی زبان سے ثمرہ ایمان میں ارقام فرماکر داد اسلام دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ بدرجۂ چہارم قرار دیے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی نیکوکار ایماندار تھے۔ اور بوقت نزول آیہ موجود تھے۔ ثمرہ ایمان صفحہ ۹ سطر ۲

مولوی محمد قاسم صاحب و صاحب تنویر العینین نے لکھا ہے۔ کہ فدک و متعہ وغیرہ کے متعلق جو خلفاء نے قوانین جاری کئے وہ دین پسندیدہ و ارتضئی الہٰی کے صفت سے موصوف تھے۔ جو ان احکام سے انحراف کرے وہ حق کا منکر ہے۔ چونکہ تجاویز خلفاء سے راہ اختلاف اختیار کرنیوالے کو منکر از حق کہا گیا ہے۔ لہٰذا یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ اس دین پسندیدہ خداوندی سے کس نے مخالفت کی۔ بروئے تحقیقات جو منحرف ثابت ہوگا وہ منکر حق تجویز ہوکر عندالسنیہ فرد اسلام سے خارج سمجھا جائیگا۔ فدک کے بارہ میں کتب اہلسنت میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ کہ بعد وفات سرور عالمؐ جب ابوبکر نے فدک کو اپنے قبضہ میں لیا۔ تو جناب سیدہؑ نے استغاثہ پیش کیا۔ کہ میرے والد بزرگوار نے فدک کو میرے نام ہبہ کیا ہوا ہے خلافت پناہ نے شہادت طلب کی۔ جناب امیرؑ و حسنینؑ و ام ایمن وغیرہ نے وقوع ہبہ کی شہادت دی۔ مگر ابوبکر نے اس شہادت کو قابلِ اطمینان نہ سمجھ کر رد کر دیا۔ بعد خارج ہونے دعوے ہبہ کے وراثت کا دعوے سیدۂ بیکس نے دائر کیا۔ اس پر یہ ارشاد ہوا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو مال وہ چھوڑتے ہیں داخل صدقہ ہے۔ اس پر بھی بہ اعانت و طرفداری سیدۂ جناب امیرؑ نے قران سے احتجاج کیا۔ مگر سماعت نہ ہوئی۔ جناب علامہ مولوی حامد حسین صاحب مرحوم و مغفور نے تشئید المطاعن میں جو تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے۔ ۵۲ کتب اہلسنت سے دعوے ہبہ و وراثت کو ثابت کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوبکر کے متواتر احکام سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بحدے ناراض ہوئیں۔ کہ تا دمِ حیات ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ اور وصیت فرمائی۔ کہ میرے جنازے پر ابوبکر نہ آوے۔ صحیح مسلم میں لکھا ہے۔ کہ بر سر دربار حضرت عمر نے جناب امیرؑ کو کہا کہ آپ نے مقدمہ فدک میں مجھ کو اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خائن و آثم سمجھا۔ متعہ کے بارے میں کتب سنیہ میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے۔ کہ بہ مخالفت عمر جناب امیرؑ

دوام کے لئے مجوز متعہ رہے۔ اور صاف صاف فرمادیا کہ متعہ اُمت
محمدیہ کے لئے زنا سے بچنے کیواسطے ایک چادر رحمت تھی۔ جسکو عمر نے
ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اگر وہ منع نہ کرتا تو اہل اسلام میں سوائے شقی
کے کوئی زنا نہ کرتا۔ مجلس شورئے میں جو بعد قتل عمر تجویز خلافت کیلئے
منعقد ہوئی تھی۔ عبدالرحمن بن عوف پریزیڈنٹ مجلس کے جواب میں
آپنے صاف کہدیا کہ میں سیرت شیخین کی پابندی نہ کرونگا۔ نامی صاحب
پہلے وہ کتابیں دیکھیئے جو بجواب تحفہ و منتہی الکلام و ہدایتہ الشیعہ و
آیات بنیات وغیرہ حضرات شیعہ نے لکھی ہیں۔ اور جنکی تعداد صدہا
سے زیادہ ہے۔ صرف ایک تحفہ کے بقید ابواب (۶۵) جواب ہیں۔
پھر آپ رائے قائم کریں کہ آیا استخلاف کن کے حق میں ہے۔ اور بجرم
مخالفت احکام شیخین خاندان رسالت منکر حق ہے یا کیا۔ ہائے افسوس
زبانی یہ دعوے کہ خاندان رسالت سرتاج اُمت ہیں۔ اور حضرت امیرؑ
چوتھے درجہ کے مقتدر خلیفہ ہیں۔ اور دل میں یہ کہ اُن کو صرف عدم اتباع
شیخین سے دین پسندیدہ خداوندی کا منحرف اعتقاد فرمائیں۔

نامی صاحب سے میں سوال کرتا ہوں۔ اور پوچھتا ہوں کہ وہ
اپنے مذہب کی نوعیت قایم فرماکر تبلاویں کہ اہلبیتؑ رسولؐ کو بوجہ
انحراف احکام ثلثہ کس جرم کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ وجوہات متذکرہ
صدر سے ثابت ہوا کہ بعض صحابہ یعنے ثلاثہ کو مفاد آیہ سے تمتع
دلانا بالکل خلاف ہے۔ اور آل نبیؐ کو ثلثہ سے کوئی پیوستگی نہ تھی
بلکہ شرکت جنازہ بھی ان سے چھوٹی ہوئی تھی۔

فقرہ سوم وعملوا الصالحات

آنحضرت کے زمانہ میں ایک لاکھ صحابہ تھے۔ اہلسنت ان سب
کو بمطابق اصول الصحابۃ کلہم عدول یعنے تمام صحابہ صاحب عدالت
ہیں۔ اور سب کو مثل نجوم سمجھ کر کہتے ہیں جس کی اقتدا کی جائے ہدایت

حاصل ہوگی۔ میں بخت متحیر ہوں کہ جس گروہ کو صحابہ سے یہ عقیدت ہو۔ اور سب کو عادل و ثقہ قابلِ اقتدا مانا جائے۔ وہ اعمالِ صالحہ کے دائرہ کو ایسا تنگ کرے۔ کہ صرف تین تک محدود رکھے۔ افسوس ہے بحال اسلام و اہل اسلام کہ اتنی کثیر جماعت سے سوائے ثلاثہ کے ایک بھی ایسا نہ ہوا۔ کہ عملی خیر کا بار اٹھائے ہوئے سر پر دکھائی دے۔ اگر بنظر انصاف اہلسنت غور کریں گے۔ اور دیکھینگے۔ تو یہ تینوں بزرگوار بھی بے لوث دکھائی نہ دیں گے۔ جیش اسامہ سے تخلف کر کے نبی صلعم کے حکم کو نہ مانا۔ اور تازیانہ لعن وطعن سے سزایاب ہوئے۔ دیکھو شہرستانی ملل ونحل صفحہ ۹۔ اس نافرمانی کا دفعیہ عزیز دہلوی اس طرح کرتا ہے۔ "نہایت کار آنست کہ در عصمت او خلل باشد و عصمت در امامت شرط نیست۔ بلکہ ضروری عدالت است و از ارتکاب یک دو گناہ صغیرہ عدالت ہم برہم نمے شود) دیکھو تحفہ صفحہ ۲۴۳۔ کیا خوب ابوبکر وغیرہ برد حکم رسالت پناہی گناہ کے مرتکب ہوں۔ اور خدا ان کے سر پر آیہ استخلاف کا کرزن رکھدے۔ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے۔ کہ نعمات باری سے وہ لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔ جو کہ بقول مریدان خود گناہ گار اور نبی کا حکم نہ ماننے والے ہوں۔ او خود گم است کرا رہبری کند۔

فقرہ چہارم کما استخلف الذین من قبلہم

اب اس جگہ یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ خلفائے سابقین جن کی مثل و مانند خدا نے آنحضرت پر ایمان لانے والوں کو قرار دیا۔ کس رتبہ اور حیثیت کے تھے۔ وہ معصوم تھے یا غیر معصوم۔ بصورت معصوم ہونے کے ثلاثہ کو ان سے کیا نسبت تھی۔ ارباب عقل کو معلوم ہو کہ قرآن میں خلفا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معصوم دوسرے غیر معصوم۔ جو باتفاق امت صاحب عصمت خلیفہ ہیں۔ وہ تین بزرگوار ہیں۔

اوّل حضرت آدم علیہ السّلام۔ ان کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ (انی جاعل فی الارض خلیفه) دوم حضرت داؤد علیہ السلام (یاداؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض) تیسرے ہارون علیہ السلام ان کے لئے یہ خبر ہے۔ (واذ قال موسیٰ لاخیه هارون اخلفنی فی قومی) پس ثلاثہ ان خلفائے معصومین کے ہم پلہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ معصوم و غیر معصوم ایک قسم کے عہدہ کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ البتہ جناب امیرؑ چونکہ باجماع شیعہ معصوم ہیں۔ وہ ان کے ہم ترازو سمجھے جائینگے۔ اسی سبب سے ہم نہایت فخر اور مباہات کے ساتھ حضرت علیؑ کے چوتھے خلیفہ ہونیکا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جناب خضر علیہ السلام نے حسب روایات شیعہ حضرت امیرؑ کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ (السّلام علیک یا رابع الخلفاء) پس خلفائے اولین حضرت آدمؑ حضرت داؤدؑ حضرت ہارونؑ کی ذیل میں آپ خلیفہ چہارم ہیں۔ اور بمفاد آیۂ مندرجہ سورہ مائدہ (ولقد اخذ الله میثاق بنی اسرائیل وبعثنا هم اثنی عشر نقیبا) چونکہ حسب خبر معتبر امت محمدیہ اکثر امور میں مماثل و مشاکل امت موسویہ ہے۔ لہذا ہمارے نبیؐ نے خبر دی کہ میرے اوصیا بھی ہم عدد نقبائے بنی اسرائیل ہونگے۔ لہذا آئمہ اثنا عشر کے دور میں خلیفہ اوّل و ابوالائمہ ہیں۔ اس میں مطلق استبعاد نہیں۔ اس خلافت کو خاصہ و الہیہ کہتے ہیں +

نامی صاحب! ذرا اپنے آپ کو سنبھالئے اور انصاف کیجئے۔ کہ آپ تو خلافت اجماعیہ کے قایل ہیں۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے بنی اسرائیل میں بارہ نقبا مقرر کئے۔ چنانچہ عبدالعزیز بھی تحفہ کے باب ہفتم میں حسب صراحت رقمطراز ہیں۔ کہ خلیفہ کا تقرر بدست امت ہے۔ خدا کو اس میں دخل دینے کا حق نہیں۔ اور اگر وہ کسی کو اپنی جانب سے خلیفہ مقرر کرے۔ تو اس سے فساد پیدا ہو کر نظام عالم میں خلل پڑ جائے۔ چونکہ جناب اکثر تحفہ

کی ہی کاسہ لیسی فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمادیں کہ حضرت ابو البشر و داؤد و ہارون علیہم السلام سے جو بحکم قرآنی مقرر کردہ جناب باری تھے۔ کیا خلل اور فساد دنیا میں پیدا ہوا۔ خلفائے موصوفین کی فرد مصائب دیکھ کر عجب نہیں کہ لوگوں کو خدا کی معاذ اللہ سفاہت عقلی پر یقین کامل آجائے۔ کیونکہ اہلسنت اصلی اور واقعی خلیفہ اُسکو مانتے ہیں جس کو حکومت ارضیہ حاصل ہو۔ اور خوب خوب فتح ممالک کرے۔

براہ کرم نامی صاحب و دیگر اہلسنت بنظر تطابق اعتقاد خود خلیفہ اوّل حضرت آدمؑ کے حالات پر نظر ڈالیں۔ کہ انہوں نے کتنی جماعت انسانی پر حکومت کی۔ اور کون کون سے ممالک تسخیر کیئے۔ سنیوں کو لازم ہے۔ کہ حسب کلیہ مقرر کردہ خود انکو خلیفہ خدا نہ کہیں۔ اور جن جن آیات میں خدا کا خلیفہ مقرر کرنا لکھا ہوا ہے کلام مجید سے نکال ڈالیں۔ اب میں خلفائے معصوم کی توضیح ختم کر کے اس جماعت کو دکھلاتا ہوں جسکو خدا نے بلفظ خلیفہ یاد کیا ہے۔ اسی کو لغوی خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ ایک قوم کو دوسری قوم کی جگہ قایم کرنا۔ آیۂ استخلاف اسی مد میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ اس قسم کی خلافت کا ذکر ہوا ہے۔ بطور نمونہ چند آیات دکھلاتا ہوں۔ سورۂ انعام میں خدا فرماتا ہے (ان یشا یذہبکم و یستخلف من بعدکم ما یشاء کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین) اگر خدا چاہے تو تم کو دفع کر کے قایم کرے۔ جسکو چاہے تمہارے بعد جس طرح کہ پیدا کیا تم کو اور لوگوں کی اولاد سے۔ حضرت ہودؑ نے جو اپنی قوم سے فرمایا ہے۔ وہ سورۂ ہود کے رکوع پنجم میں اس طرح ہے:۔ (و یستخلف ربی قوما غیرکم) میرا پروردگار سوائے تمہارے اور لوگوں کو قایم مقام کریگا۔ بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ (عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض

فینظر کیف تعملون) قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک
کرے۔ اور خلیفہ کرے تم کو زمین میں۔ پھر دیکھئے۔ کہ تم کیسے عمل کرتے
ہو۔ یہاں پر تمام قوم بنی اسرائیل سے خطاب ہے۔ خدا نے فرعون
کو معہ اُس کی قوم کے ہلاک کیا۔ اور بنی اسرائیل کو اُن کی جگہ قایم
فرمایا۔ عنان حکومت حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ رہی۔ علیٰ ہذا۔ آیۂ زیر
بحث میں بھی جملہ مومنین سے خطاب ہے۔ کہ کفار کے ممالک کا اُن
کو حاکم بنایا۔ اور تمام عرب پر مسلط کر دیا۔ اور آنحضرتؐ اُن کے فرمانروا
رہے۔ سورہ حدید میں (امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم
مستخلفین فیہ فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر) ایمان
لاؤ خدا اور رسولؐ پر اور خرچ کرو اُس چیز سے جس میں خدا نے تم
کو گذشتگان کا قایم مقام قرار دیا۔ پس جو لوگ تم میں سے ایمان
لائے۔ اور خرچ کیا۔ اُن کے لئے اجر عظیم ہے۔ یہ خطاب اہل اسلام
سے ہے۔ اور وہی لفظ استخلاف اس جگہ بھی درج ہے۔ عجب نہیں
کہ یہاں بھی ایمان بخدا و رسولؐ لانیوالے اور راہ خدا میں خرچ
کرنیوالے حضرات اہلسنت ایسوں کو جنہوں نے شب ہجرت دو سو
کی چیز پر آنحضرت سے سات سو منافع لیا۔ ٹھیراویں۔ اور باقی
ایمانداروں کو دھتا بتاویں۔ سوائے ازیں دیگر آیات میں بھی خلافت
کا ذکر ہوا ہے۔ (فنجیناہ ومن معہ فی الفلک وجعلناھم
خلائف واغرقنا الذین کذبوا بایاتنا) حضرت نوح علیہ السلام
کے قصہ میں خدا فرماتا ہے کہ نجات دی ہم نے اُس کو اور اُن کو
جو کشتی میں اُس کے ہمراہ تھے۔ اور مقرر کیا ہم نے اُن کو خلیفہ
یعنے قایم مقام اگلوں کا۔ اور غرق کر دیا ہم نے اُنکو جو ہماری
آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ پھر قوم ہودؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔
(واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح) یاد کرو جبکہ ہم نے تم
کو خلیفہ مقرر کیا۔ قوم نوحؑ کے بعد۔ قوم ثمود کے بارے میں

ارشاد ہوا ہے۔ (واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد) یاد کرو۔
جبکہ ہم نے خلیفہ کیا تم کو بعد قوم عاد۔

نامی صاحب! یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جسقدر آیات اوپر بیان ہوئی ہیں۔ سب میں لفظ (کم) وارد ہوا ہے۔ اُس جملہ کا یہ فائدہ ہے۔ کہ علیمن وقت خطاب ایمانداروں کو قائمقامی گذشتگان یعنے ان کی خلافت حاصل ہو جائے۔ اگر حسب عقیدہ اہلسنت یہ خلافتیں لغوی نہ تھیں۔ بلکہ اصطلاحی تھیں جیسا کہ ابوبکر نے عمر کو خلیفہ کیا۔ یا معاویہ نے یزید کو۔ یا مروان نے اپنی اولاد دگرام کو۔ یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ آیہ استخلاف جس میں خلافت بمعنے لغوی ہے۔ آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی۔ حضور کی موجودگی میں کوئی شخص خواہ بکر ہو یا عمر خلیفہ نہ کہلاتے تھے۔ اس اُمت میں جو خلیفہ بہ منشائے آیہ ہیں۔ وہ مشبہ ہیں۔ اور خلفائے ماسبق جن کی طرح خدا نے خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ مشبہ بہ ہیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مشبہ بہ کی خلافت لغوی معنی پر مستعمل ہو۔ اور مشبہ کی اصطلاحی معنی پر۔ الحمد للہ قرآنی نظائر سے ثابت کیا گیا۔ کہ جن خلفاء کی طرح اہل اسلام کو خلافت ملنے کا ذکر ہوا ہے۔ وہ خلافت بتوبہ مراد نہیں۔ جس کو سمجھ کر حضرات سنیہ شتر بے مہار کی طرح گردن درازی کرتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو اُمت ہائے سلف کی قائمقامی کا مژدہ دیا گیا ہے۔ اگر نامی صاحب اور دیگر اہلسنت انصاف سے غور فرمائیں گے۔ تو امر واقعہ پر مطلع ہو کر آیندہ خلافت اصطلاحیہ کا نام زبان پر نہ لاوینگے۔

فقرہ پنجم۔ (ولیمکنن لھم دینھم)

(یعنے اُن کے دین کو تمکین دیا جائیگا)

ابتدائے اسلام میں جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے مع مالستا ہو

کفار اور اشرار کا غلبہ اسدرجہ تھا۔ کہ اہل اسلام علانیہ نماز ادا نہ کر سکتے تھے۔ کلمہ توحید آزادانہ طور سے زبان سے نہ نکالتے تھے۔ چنانچہ معارج النبوۃ میں ملا معین جو بڑے پائے کے علماء اہلسنت سے ہیں۔ ارقام کرتے ہیں کہ جب تعداد اہل اسلام ۳۹ تک پہونچ گئی۔ تو ابو بکر نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ہم کو دب کر فرائض اسلامی ادا نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ جو کچھ کریں آزادانہ طور پر بجالائیں آنحضرتؐ نے ہر چند فہمائش کی۔ مگر ابو بکر نے کچھ نہ سنا۔ اور اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ آخر الامر آنحضرتؐ خاموش ہو رہے۔ ابو بکر نے کعبہ میں آکر ایک خطبہ پڑھنا شروع کیا جسے سنکر عتبہ بن ربیعہ نے اس قدر آپکو نعلین سے پیٹا کہ آپ کا ناک اور منہ ایک ہوگیا۔ چنانچہ اصل عبارت معارج اس طرح ہے۔ (عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نعلین بر گرفت وچنداں بر روئے ابو بکر زد کہ بینی او از رخسارہ ممتاز نے گشت) مگر جب بدر کی لڑائی واقع ہوئی۔ اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ تدریجاً اقتدار اسلام ترقی کرتا گیا۔ تا اینکہ فتح مکہ تک کامل تمکن ہوگیا۔ کفار اسلام کے نام سے کانپنے لگے۔ ذوالفقار مرتضوی نے بڑے بڑے سرکشوں کی گردن نیچی کردی۔ دمبدم اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ اس حد تک غلبہ ہوا۔ کہ آپ کے پیر و مرشد ابوسفیان جیسے شوریدہ پشت اور مفسدہ پرداز کو بھی مجبوراً اسلام ظاہری لانا پڑا۔

کتب فریقین میں آنحضرتؐ سے بہ اسناد صحیح حدیث موجود ہے حضور انور نے فرمایا کہ ہمارے نام میں خدا نے وہ جلالت اور عظمت عطا فرمائی ہے۔ کہ ایک ماہ کی راہ پر کفار ہمارا نام سنکر بستر خواب پر چونک پڑتے ہیں۔ تمکن حقیقی و واقعی آنحضرتؐ کے ہی زمانہ میں حاصل ہو چکا تھا۔ آئندہ ہر بادشاہ ملک گیری کر کے اُسے ترقی دیتا رہا۔ آیۂ زیر بحث کو بغور دیکھو۔ لفظ (وعد اللہ)

بصیغہ ماضی بولا گیا ہے۔ تنزول قرآن سے سالہا سال بعد خلافت ثلاثہ واقع ہوئی۔ تعجب ہے کہ زمانہ مابعد کی خلافتوں کو جو عرش ہو وہ بصیغہ ماضی سے یاد کی جائے۔ جو کہ بالکل مہمل و غیر موزون و نامربوط ہے۔ قید ماضی ہمیں بتلا رہا ہے۔ کہ قبل از نزول سورہ نور جس میں یہ آیہ درج ہے۔ مومنین صحابیین سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ تمکو تمکین دیا جائیگا جو بفضلہ فتح مکہ سے پورا ہو گیا۔ جس کی تائید آیہ ذیل ہے جو سورہ انفال میں ہے۔ بخوبی ہوتی ہے۔ (واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون) بعد واقعہ بدر بنابر تسکین اہل ایمان آیہ بالا کا نزول ہوا ہے۔ جسکا ما حصل یہ ہے۔ کہ اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل اور کمزور تھے۔ اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار تم کو پکڑ کر نہ لے جاویں۔ پس خدا نے تم کو جا دی۔ اور تمہاری مدد کی اپنی نصرت سے اور پاک و پاکیزہ روزی تم کو عنایت کی۔ تاکہ تم شکر گذار ہو۔ نامی صاحب اور دیگر حضرات اہلسنت غور فرمائیں۔ اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھولکر بچشم بینا دیکھیں۔ اور سوچیں کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تمکین دین حاصل نہ ہوئی تھی۔ اور تمام مسلمان خوف بدامنی میں تھے۔ تو خدا نے کب اور کہاں مدد کی اور خوف کفار کس وقت ان کے دلوں سے برطرف ہوا۔ جسکا شکریہ خدا اپنے بندوں سے طلب کرتا ہے۔ تعجب ہے۔ ذات خداوندی سے ثلاثہ کے عہد میں جس کی انتہا ۳۵ھ ہے۔ اسلام کا خوف برطرف ہوکر اسے تمکین و تسلط حاصل ہو۔ اور خدا اس زمانہ سے برسوں پہلے لوگوں سے فرمائے۔ کہ تم میرے تفضلات کا شکریہ ادا کرو اہل دانش و بینش غور فرمائیں کہ علمائے اہلسنت نے آیہ استخلاف کو ثلثہ کے حق میں تعبیر کرنے سے کیسی سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ ذات باری پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ مگر انکو کیا۔ خدا کی خدائی رہے

یا نہ رہے۔ رسالمن حضرت پناہی ثابت ہو یا نہ ہو۔ حضرات ثلثہ کی خلافت
پر آنچ نہ آئے۔ افسوس ہے کہ محبت ثلاثہ ہیں جو چاہتے ہیں لکھ دیتے
ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ جس بات کو ایک عالم اہلسنت صحیح کہتا ہے۔
اُسی کو دس جھوٹا کہنے لگتے ہیں۔ مولوی صدیق حسن خان بھوپالی تفسیر
فتح البیان کے صفحہ ۳۳۸ پر بذیل تفسیر آیہٴ استخلاف لکھتا ہے:۔
(بدلا من الکفار وھو وعد یعم جمیع الامۃ وقیل ھو خاص بالصحابۃ
ولا وجہ لذالک) مطلب یہ کہ غلبہ کفار کے بدلے میں خدا اہل اسلام کو
تسلط دیگا۔ اور یہ وعدہ عام ہے خاص نہیں۔ تمام اُمت اس میں
شامل ہے۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے۔ کہ اسکا تعلق خاص صحابہ
سے ہے۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر اسی صفحہ پر عبارت بالا سے
دو تین سطر بعد لکھتے ہیں۔ (فقد ابعد من قال انھا مختصۃ بالخلفاء
الاربعۃ او بالمھاجرین) تحقیق کہ بہت ہی دور گیا ہے حق سے وہ شخص۔
جس نے یہ عقیدہ کیا کہ وہ خلافت مخصوص ہے خلفائے اربعہ یا مہاجرین
سے۔ تفسیر جلالین جلد دوم صفحہ ۵۰ پر بذیل تفسیر (لیستخلفنھم فی الارض)
(بدلا عن الکفار) لکھا ہے۔ یعنے بجائے کفار مسلمانوں کو قایم کرے گا
(کما استخلف الذین من قبلھم) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ (من بنی اسرائیل
بدلا عن الجبابرۃ) مدعا یہ کہ بنی اسرائیل کو تجار و اشرار و جبار کا قائم مقام
کیا گیا۔ نامی صاحب اور دیگر حضرات اہلسنت جن کے ذاتی خیال میں
تاجِ خلافت محض ثلثہ کے سر پر رکھا ہوا ہے۔ وہ تفاسیر متذکرہ
کی عبارات سے سبق حاصل کریں۔ ورنہ یوم محشر تمام اہل اسلام
اُن سے سوال کریں گے۔ کہ واہ صاحب آپ کون تھے کہ استخلاف
جسمیں تمام مسلمان شریک تھے۔ تین آدمیوں کے قرعہ میں لگا دیں۔
اور پھر انکو خلیفہ خدا و رسول مانیں۔ حالانکہ خود ابوبکر مرتے دم تک کہیں۔
کہ بھائیو میں خلیفہ نہیں خالفہ ہوں۔ اور عمر فرماویں کہ جس طرح
پر ابوبکر خلیفہ بنے۔ اگر کوئی اور اس طرح پر بننا چاہے تو اُسے قتل

کر دو۔ کہ خدا نے اُسکے شر سے محفوظ رکھا۔ مگر تمہاری وہ مثل ہے یا ان
نہ مان ہیں تیرا مہمان۔ تم خلیفہ خدا اور رسول بناکر ہی چھوڑو گے۔ آپ نے
تمام اہل اسلام کی مشقتوں پر جو خدمات اسلام کی بجا آوری ہیں کی
گئیں خاک ڈالدی۔ اور عطائے یزدانی کو ان تین بھگوڑوں کے
مخصوص کر دیا۔ جو کبھی کسی کافر کے مقابلہ ہیں ثابت قدم نہ رہے۔ اور
پہاڑوں پر کوہی بکرے کی طرح اُچھلتے پھرے۔ یا ایسے بھاگے کہ تین روز
تک دکھائی بھی نہ دیئے۔ کیا آپ کے نزدیک اور کوئی مسلمان عمل صالح
کرنیوالا نہ تھا۔ یا انکے سوا جتنے بھی تھے وہ مشرکانہ طریقہ سے بتوں کو
سجدہ کیا کرتے تھے۔ جو آپ نے تمام مسلمانوں کو خوانِ نعمت سے اُٹھاکر
نارنج پلاؤ کا تر اور میٹھا لقمہ حضرات ثلثہ کے گلے ہیں ٹھونس دیا۔
نامی صاحب! یاد رکھئے یہ میدان مناظرہ ہے۔ آپ جسقدر بیجا
طرفداری ثلاثہ کی کر کے قلم گھساؤ گے اسی قدر بلا ہیں پڑو گے۔ اور حق
کو جسقدر چھپاؤ گے اُسی قدر ظاہر ہو کر رہیگا۔ چنانچہ الحمدللہ صدہا گم
گشتگان وادی ضلالت جادہ مستقیم پر گامزن ہو رہے ہیں۔ کوئی ہے
جو ہمارے قلم کے سامنے قلم اُٹھاکر نامی صاحب اور مظہر صاحب کو دام بلا
سے چھڑائے۔ کیونکہ اب اُن کی نوبت یہاں تک پہونچگئی ہے۔ کہ کہیں
اپنے زخم کو کسی ڈوربی باف کے رشتہ سے رفو کراتے ہیں۔ کہیں کسی
میراثی اور بھاٹ کی ستار سے درد دل الاپتے ہیں۔ غرض ان کی حالت
قابل رحم ہے۔ خدا ان پر رحم کرے۔

فقرہ ششم (ارتضیٰ لہم)

(جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے)

افسوس ہے کہ حضرات اہلسنت ترجمہ بھی اپنے خیال کے مطابق
کرتے ہیں۔ اس ترجمہ سے جو نامی صاحب نے کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے
کہ ہر ایک اُمت کے لئے خدا علیحدہ علیحدہ دین پسند کرتا رہا ہے۔

حالانکہ مطابق (کل مولود یولد علے فطرۃ الاسلام) دین دین اسلام ہی تھا۔ اور ہے۔ دیکھو خدا فرماتا ہے۔ (ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ) جو شخص غیر اسلام کے کسی اور دین کی خواہش کرے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ جاننا چاہئے۔ کہ (ارتضیٰ لہم) کے معنے یہ ہیں۔ کہ اللہ راضی ہوا دین اسلام سے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ (رضیت لکم الاسلام دینا) یعنے میں رضامند ہوا تمہارے واسطے دین اسلام سے۔ اس موقعہ پر ارتضیٰ سے مراد نفس اسلام ہے جو کہ مستقل اور مضبوط طریقہ سے آنحضرتؐ اور تابعین آنحضرتؐ کے لئے پسند کیا گیا۔ نہ یہ کہ عہد ثلثہ میں ثلاثہ کے لئے پسند کیا گیا۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ جس دین کو ثلثہ بغل میں دبائے ہوئے تھے۔ وہ کس مرتبہ کا دین تھا۔ اور اسوقت کے با اقتدار مسلمان اس کو کس عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور کس حد تک واجب الاتباع جانتے تھے۔ خلافت اول پر جو جھگڑا ہوا۔ محتاج بیان نہیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجر و انصار کی جو گفت آپس میں ہی۔ کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ لوگوں سے مخفی نہیں۔ سعد عبادہ سردار انصار جنکی تعریف قرآن میں موجود ہے۔ اسی خلافت کے جھگڑے میں لگدکوب و پامال ہوئے۔ اور بالآخر بلا بیعت بکر یہ رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ بلکہ جب تک زندہ رہے وہاں رہنا گوارا نہ فرمایا۔ جہاں حضرات ثلثہ مقیم تھے۔ حضرت امیرؑ اور ابوبکر میں جو گفتگو بیعت کیوقت ہوئی۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر اعثم کوفی۔ روضۃ الصفا وغیرہ کتب سیر کے دیکھنے والوں پر الشمس والنہار سے زیادہ روشن و مبرہن ہے۔ آپ نے ابوعبیدہ جراح کو صاف الفاظ میں فرمادیا۔ کہ معدن نبوت و مہبط وحی ہم ہیں۔ رموز اسلام کو ہم سے بہتر جاننے والا اور کوئی دوسرا نہیں۔ تم لوگ یہ کوشش کرتے ہو۔ کہ حکومت اسلامی کو ہمارے گھروں سے نکالدو۔ اور دوسرے لوگوں میں لیجاؤ۔ اس موقعہ پر آپ کی تقریر وہ مدلل تھی۔ کہ بالآخر آپ کے بڑے میاں ابوبکر کو لاجواب ہو کر کہنا پڑا۔ کہ اے ابوالحسنؑ آپ کی

باتوں کا جواب میرے پاس سوائے سکوت کچھ نہیں۔ شیخ جمال الدین محدث نے عجز ابوبکر کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے۔ (ابوبکر چوں دید کہ کلمات علی جملہ محکم و استوار و مقابل صد ہزار اند الخ) حاصل کلام دلائل مرتضویہ سے عاجز آ کر ابوبکر نے کہا۔ اے علیؑ میں آپ سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ جس طرح لوگوں نے اتفاق کر کے مجھ کو حکومت کے لئے تجویز کیا ہے۔ آپ بھی عزت افزائی فرمایئے۔ اور اگر آپ کی رائے اس کے مطابق نہیں۔ تو مجھ کو بھی زیادہ اصرار نہیں۔ علیؑ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے مگر افسوس اسوقت ہمارے مسٹر نامی و مسٹر مظہر نہ ہوئے۔ کہ ابوبکر کو عاجز دیکھ کر کہتے۔ آپ کیوں بغلیں جھانکتے ہیں۔ ہم نے تو ہیر پھیر کر کے آپ کی خلافت کے لئے قرآن سے چند آیات نکال ڈالی ہیں۔ انکو آپ اسنداً لا علیؑ کے مقابلے میں پیش فرمایئے +

آمدم برسر مطلب۔ تھوڑے دنوں کے بعد خفیہ پولیس نے دربار خلافت میں اطلاع دی۔ کہ علیؑ حضور کے خلاف بیحد ناراض و دل تنگ ہے۔ کہ اپنے گھر میں لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے ہیں۔ کہ خدام دولت کو تخت حکومت سے اتار دیں۔ خلیفہ صاحب نے اپنے ایڈیکانگ دستیر خاص یا نفس ناطقہ حضرت عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور انکو بیعت کے لئے حاضر دربار کرو۔ اگر نہ آئیں تو گھر پھونک دو۔ چنانچہ حضرت عمر گئے اور بہ سخت کلامی، ورد و بدل آگ اور لکڑیاں بنی کا گھر جلانے کے لئے طلب فرمائیں۔ سولہ کتب اہلسنت سے، جن میں ایک ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ صاحب بھی داخل ہے۔ صاحب تشیید المطاعن نے اس واقعہ آتشبازی کو ثابت کیا ہے۔ عبدالعزیز تحفہ میں لکھتا ہے کہ آگ نہیں لگائی۔ مگر جناب سیدہؑ کو دھمکایا اور خوف دلایا کہ تم مفسدوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔ ورنہ میں آگ لگا دونگا۔ اگر جناب سیدہؑ کے گھر کو وہ جلا بھی دیتے۔ تو بھی عنداللہ ماجور و مثاب ہوتے۔ نہ کہ معتوب و مغضوب۔ بلکہ سنت نبویہ پر عمل کرتے۔ کیونکہ آپ نے

حکم دیا تھا کہ جو لوگ شریک نماز جماعت نہ ہوں - اُن کا گھر پھونک دیا جائے - ابوبکر اجماع اُمت سے خلیفہ ہوئے تھے - اُن کی خلافت سے انکار کرنیوالوں کا گھر جلا دیا جاتا - تو وہ عین منتخب تھا ٭

چنانچہ گذشتہ دنوں لاہور میں دائرۃ الاصلاح نے مولوی معوان حسین رامپوری اور ثناء اللہ ولد خضر جو امرتسر ؁ کو بلوا کر لاہور میں وعظ کرایا - تو ان ہر دو صاحبان نے کہا کہ چونکہ جناب سیدہؑ کے گھر میں شریر اور مفسد لوگ جمع ہوئے تھے - اس لئے حضرت عمر نے دھمکی دی تھی - جس پر معراج الدین نامی خادم جو دائرۃ الاصلاح کا بانی مبانی تھا - اُس نے بذریعہ اشتہار علمائے سنیہ سے سوال کیا ہے کہ بھائیو! ہمارے مذہب کا دارومدار حدیث (کل صحابۃ عدول) پر ہے - یہ آپ نے کیا کہدیا کہ جناب سیدہؑ کے گھر میں اوباش اور اشرار جمع ہوتے تھے کیا وہ اشرار گروہ صحابہ سے تھے - اور جناب سیدہؑ کیوں انکو اپنے مکان میں اکٹھا ہونے دیتیں - کیا صاحبان عصمت و طہارت کا یہی کام ہے کہ اُن کے یہاں اشرار و مفسد لوگ جمع ہوا کریں - ان اشرار کے اسماء سے آگاہ فرمایئے - تا حال صدائے برنخاست کا معاملہ ہے - مگر میں بپاس خاطر میاں معراجدین ان لوگوں کے نام بتائے دیتا ہوں - جنکو اشرار و مفسد سے تعبیر کیا گیا ہے - اول حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ - زبیر بن عوام رسولخداؐ کے پھپھی زاد بھائی جو ابوبکر کے بڑے داماد تھے - اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں - اور حضرت عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا یا حضرت مقداد اور سعد وقاص کا نام بھی آیا ہوا ہے - جنکو حضرت عمر نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا اور عشرہ مبشرہ سے بھی ہیں - اور کوئی ان کے سوا نہ تھا ٭

ایک خلافت پر جو (ارتضی لہم) کا شامیانہ چڑ تو افگن تھا - اسکی شان دیکھی گئی - اب دوسری خلافت سے جو مسلمانوں نے پیوستگی کی تھی - اُسکو ملاحظہ فرمایئے - بذریعہ کتب سنیہ کے حوالے سے دکھلاتا ہوں

کہ حضرت عمر کی خلافت پر اکابر صحابہ نے ابتدا میں سخت مخالفت کی۔ اور کسی طرح حکومت عمر کو پسند نہ کرتے تھے۔ بیاض ابراہیمی صواعق محرقہ۔ تاریخ واقدی۔ صحیح ترمذی۔ مستدرک کنز العمال۔ ازالۃ الخفا وغیرہ میں مرقوم ہے۔ کہ جب مرتے وقت ابوبکر نے بنام عمر فرمان قائمقامی تحریر فرمایا۔ تو ذی عزت صحابہ بگڑ گئے۔ جنمیں حضرات طلحہ اور زبیر بھی شامل تھے۔ اور اعتراض کیا کہ آپ نے ہم ایسے شخص کو مسلط کرنا چاہا ہے۔ جو کہ نہایت تند خو اور بدمزاج ہے۔ اور جس کی درشتی طبع سے لوگ کنارہ و متنفر ہیں۔ اور اس سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اور اس کی جانب سے طبائع منقبض ہیں۔

ایک اُردو کتاب کی جو زمانہ حال میں لکھی گئی ہے۔ عبارت نقل کرتا ہوں۔ (عمر کے خلیفہ مقرر کرنے پر لوگوں نے کراہت کی۔ اور ابوبکر سے کہا۔ کیا جواب دوگے خدا کو اس بات کا کہ ہم پر مسلط کیا تم نے مرد سخت کو) دیکھو مباحثہ احمدیہ مطبوعہ مطبع برن پرکاش بلند شہر مولفہ عبدالصمد مدرس خورجہ صفحہ ۸۰۔

نامی صاحب اور مظہر صاحب غور فرمائیں۔ کہ اگر شیخین کا دین پسندیدہ الٰہی تھا۔ اور انکی رفتار عین مطابق حکم رسولؐ تھی۔ اور امر و نہی حسب منشائے خداوندی کرتے تھے۔ اور بالکل اسلام کی سڑک سیدھی پر چل رہے تھے۔ اور یہ خلافت منجانب قدرت اُنکو ملی تھی۔ تو حضرت علیؑ نے خلیفہ اول کی بیعت سے اُسوقت تک کیوں انکار کیا۔ جب تک اپنے دروازہ پر آتش افروختہ نہ دیکھ لی۔ اور کیوں حضرت سعد بن عبادہ بلا بیعت کئے مدینہ چھوڑ گئے۔ اور اسی حالت میں دارالبقا کو چل بسے۔ اور کیوں حضرت سیدہؑ ان سے ناراض رہیں۔ یہاں تک کہ جبتک زندہ رہیں کلام نہ کیا۔ اور اپنے جنازہ پر اُنکو نہ آنے دیا۔ اور کیوں عمر کی خلافت سے صحابہ عدول نے انحراف کیا۔ مجلس شوریٰ میں جو بعد قتل عمر مرتب ہوئی تھی۔ حسب روایات مثبتہ

حضرت علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل پیرا ہونے سے انکار کیا۔ تاریخ الخلفا صواعق محرقہ و مسند امام احمد بن حنبل میں واقعہ شوریٰ کو ان لفظوں سے لکھا ہے:۔ (عن ابی وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف کیف بایعتم عثمان وترکتم علیاً قال انی قد بدأته لعلی فقلت ابایعك علی کتاب اللہ وسنته رسوله وسیرة ابی بکر وعمر فقال فیما استطعت ثم عرضت ذالك علی عثمان فقال نعم) ابن وائل کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے علیؑ کو چھوڑ کر عثمان کی بیعت کیونکر کی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میرا اس میں کچھ قصور نہیں۔ میں نے اوّل علیؑ سے کہا تھا۔ کہ کتاب خدا و سنت رسولؐ و سیرت شیخین پر اگر عمل کریں۔ تو میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ علیؑ نے جواب دیا۔ میں سیرت شیخین پر عمل کرنیکا وعدہ نہیں کرتا۔ عثمان سے جب یہ سوال کیا گیا۔ تو اس نے اتباع شیخین کا اقرار کیا۔ اس واسطے اُس کی بیعت کی گئی۔ تعجب ہے کہ حضرت علیؑ و دیگر معززین صحابہ جو رموز قران مجید سے واقف تھے۔ اور آیات مصحف کی تفسیر آنحضرتؐ سے سن چکے تھے۔ وہ اتنا بھی نہ سمجھے۔ کہ دین شیخین (ارتضیٰ لہم) کے زیور سے آراستہ اور پیراستہ ہے۔ ہم کو ان کی مخالفت زیبا نہیں۔ یہ نعمت اُن کو خدا کی جانب سے بعوض اعمال صالحہ عطا ہوئی ہے۔ ایک ہو تو اس کی شکایت کی جائے۔ سارا عرب بہک گیا مصریوں نے جمع ہو کر عثمان کو بجرم و خطا مار ڈالا کسی کے ذہن نے امداد نہ کی۔ کہ ہم خلیفہ موعود کو قتل کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ سوائے مسٹر نامی اور اُنکے مرشدو نکے ایک بھی آیہ مجیدہ کا اصل مطلب نہ سمجھا۔ سب کے سب نافہمی کے گڑھے میں جا پڑے بلکہ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے۔ تو خود حضرات ثلاثہ کے فہم میں بھی یا تیہ آئی تھی۔ کہ ہم سند یافتہ خلیفہ ہیں۔ حضرت عمر نے ایک روز بہ زمانہ خلافت خود سر منبر کہہ دیا۔ کہ (الا ان بیعت ابی بکر کانت

خلتۃ وقی اللہ المومنین شرّھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ)
بیعت ابوبکر بلا غور و تامل ناگہانی طریقہ سے واقع ہو گئی۔ خدا نے
اُس کے شر سے مومنین کو محفوظ رکھا۔ آیندہ اگر کسی نے مثل ابوبکر
حصول خلافت میں مبادرت کی۔ تو اُس کا قتل کرنا ضروری ہے۔
باانصاف اہلسنت جو کہ حضرت عمر کو سچا اور راستباز جانتے ہیں۔ ذرا
سوچیں اور غور کریں کہ اگر خلافت بکریہ حسب وعدہ خداوندی مصداق
آیۂ مجیدہ زیر بحث واقع ہوئی تھی۔ تو عمر نے کیوں اسکو مادہ شرارت
قرار دیا۔ اور مثل ابوبکر ادعائے خلافت کرنے والوں کو واجب القتل
ٹھیرایا۔ تعجب ہے۔ کہ خدا بمثل خلفائے سابقین ابوبکر کو ایوان عزت
کی سیر کرائے۔ اور عمر کہے کہ نہیں۔ وہ بلا اجازت دربانوں کے خود
بخود گھس گیا ہے۔ اگر آیندہ کوئی اس طرح درانہ گھس آئے۔ تو اُسے
باہر کر کے جتیاؤ۔ مبادا کسی سنی کو خیال پیدا ہو کہ عمر خلافت بکریہ
کے بنیادی پتھر کو کس طرح ایسا کمزور بتلائے۔ یہ شیعہ کا تراشیدہ
مضمون ہے۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ تحفہ کے باب دہم مطاعن ابوبکر کو
ملاحظہ فرما کر اطمینان حاصلکریں۔ انشاء اللہ ان کو معلوم ہو جائیگا
کہ شاہ صاحب نے بھی حضرت عمر کے قول کی تصدیق کی ہے۔

اس سے بڑھ کر سنئیے خود حضرت ابوبکر نے کہا ہے۔ (اقیلونی
اقیلونی لست بخیر کم و علیؑ فیکم) ابوبکر نے حاضرین دار الخلافہ سے
مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مجھ کو چھوڑ دو چھوڑ دو علیؑ کی موجودگی میں۔
میری کوئی ضرورت نہیں۔ چونکہ ابوبکر کا خلافت سے استعفےٰ دینا
بالکل مبطل و بیخ کن خلافت تھا۔ لہذا شاہ صاحب نے قطعًا باب
خلافت میں انکار کر دیا۔ کہ یہ جملہ ہماری کتب میں موجود نہیں۔ ہمارے
شیعہ عالم نے تشئید المطاعن میں جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے۔
فضل بن روز بہان کی ابطال الباطل اور امام غزالی کی سرالعالمین
وسبط ابن جوزی کی خواص الامہ سے ثابت کر دیا۔ کہ بلاشک ابوبکر

نے اسی مضمون سے استعفٰی دیا تھا - کہ جب علیؑ موجود ہیں ۔ تو میری
کیا ضرورت ہے - اگر بقول اہلسنت خلافت بکریہ حسب وعدہ الٰہیہ
تھی - اور صحابہ نے جائز طور پر اجماع کیا تھا - تو وہ کبھی منصب خداداد
سے مستعفی نہ ہوتے - شاہ عبدالعزیز بھی بڑے چلتے پرزے تھے -
جس جگہ دیکھتے کہ مذہب کو اس بات سے نقصان پہونچیگا - جھٹ
انکار کر جاتے - اقالۂ بیعت کے واقعہ کو ایسے جلیل القدر فضلا جن کے
نام عرض کئے گئے تسلیم فرماویں - اور شاہ صاحب دُم بھی ہاتھ میں
نہ دیں - حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ عزیز دہلوی نے سنیوں کو اس طرح
ہاتھ پیر باندھ کر مغالطہ کے بھنور میں دھکا دیا ہے - کہ عاجز بیچارے
غوطے پر غوطے کھا رہے ہیں - مگر کنارے نہیں لگتے - اگر کوئی سنی روز
عقبیٰ کے دار و گیر سے خوف رکھتا کر شاہ صاحب کے پنجوں سے نکلنا چاہے
تو تشئید المطاعن کو اول سے آخر تک بچشم انصاف دیکھ جائے - پھر
اگر خانۂ سنیت کو پھونک کر شیعہ نگری میں نہ آجائے - تو ہمارا ذمہ -

قصہ مختصر اقالۂ بیعت کا ایسا سچا واقعہ ہے کہ دہلی کے ایک مسلم الثبوت
عالم نے بھی اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے - اور وہ بزرگ عالم شاہ صاحب
سے مقدم ہیں - ان کا نام نامی شاہ عبدالحق دہلوی ہے - جنکو سرخیل
محدثین مانا گیا ہے - مدارج النبوۃ وغیرہ انہیں کی تالیفات سے ہیں
آپ رسالہ تکمیل الایمان کے صفحہ ۱۱۴/۱۱۶ پر اس بات کو بڑی شرح و
بسط کے ساتھ لکھتے ہیں - کہ خلافت ابوبکر کے لئے کوئی حکم خدا اور
رسولؐ نہ تھا - اور یہ دلیل لائے ہیں کہ اگر وہ کسی حکم سے مسند امامت
پر جلوہ افروز ہوتے - (تو تنزلی از آں مقام و تخییر علیہا چہ معنے دارد)
یعنی نہ منبر سے اترتے نہ علیؑ کے اختیار کرنے کی مومنین کو ہدایت
فرماتے - چونکہ ان سے یہ افعال سرزد ہوتے - لہذا سمجھا گیا کہ وہ
غیر سند یافتہ خلیفہ تھے - عموماً اہلسنت اس عقیدہ کے ہیں - کہ
امامت کے لئے خدا اور رسولؐ کے حکم کی کوئی ضرورت نہیں - بلکہ

حکم خدا کو باعث مفاسد سمجھ کر اس بات کے قایل ہوئے ہیں۔ کہ چند آدمی جمع ہو کر جسے چاہیں خلیفہ نامزد کر دیں۔ اُنکے اعتقاد کے بطلان کے لئے عرض کرتا ہوں کہ بعض خدا شناس و اہل معرفت نے یہ سمجھ کر کہ عہدۂ امامت کا عطا کرنا بہ اختیار خدا ہے سلطنت کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے آبا و اجداد پر نفرین کی۔ کہ بلا استحقاق محض چار خود غرض آدمیوں کی گٹھ جوڑ کر لینے سے خلیفہ کہلائے گئے۔ وہ تارک سلطنت یزید لعین کا فرزند معاویہ ہے ؀

شیخ ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ کے فارسی ترجمہ کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید نے سلطنت کو چھوڑا۔ اور وجہ ترک یہ بیان کی۔ کہ (امر خلافت عہد لیست از جانب خدا و رسولؐ او بہ اختیار احدے نیست۔ مگر خدائے تعالٰے ہر کہ را لائق امر خلافت کردہ انت پس او خلیفہ میشود نہ آنہا کہ بہ اختیار مردماں باشد و ہر کس کہ می خواہند خلیفہ نمایند و او را امام دین خوانند امامت و نبوت بید قدرت اوست ہر کرا خواہد قابلیت ایں امر بدو است۔ چنانکہ مہتر داؤدؑ خواست کہ بعد او فرزندش پیغمبر شود خدائے تعالٰے فرمود کہ اے داؤدؑ بنوت و امامت اختیار من است۔ پدر ستیکہ جد من معاویہ نزاع کرد دریں امر با کسیکہ از خدا و رسولؐ دین و دنیا را احق و اولےٰ بود از وے علیؑ ابن ابیطالب و فتیکہ او وفات یافت و در قبر رہن ذنوب گشت الخ

ناصبی صاحب! ذرا اپنے آپ کو سنبھالئے اور دیکھیے کہ معاویہ بن یزید کیا کہہ رہا ہے۔ آپ تو محبت معاویہ اور یزید میں سرشار ہو رہے ہیں۔ اور معاویہ کو مجتہد کہہ کر مستوجب ثواب قرار دیتے ہیں۔ اور اسکا پوتہ اسے مذنب قرار دیتا ہے۔ خیر یہ ارشاد فرمایے کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے جو سلطنت عظیم سے یہ سمجھ کر استعفٰے دیدیا۔ کہ امامت بدست خدا اور رسولؐ ہے نہ کہ چار آدمیوں کے اختیار میں۔ ایسا فعل کیوں اس سے سرزد ہوا۔ آیا اسے خبط ہو کر اس کی عقل زائل

ہوگئی تھی۔ یا آنکہ منجانب قدرت اُس کو یہ ہدایت ہوئی تھی)۔ دو بیگھہ زمین کو تو کوئی نہیں چھوڑتا۔ چہ جائیکہ اتنی وسیع سلطنت معاویہ ابن یزید نے صرف حکومت کو ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ جناب امیرؑ کو منجانب خدا اور رسولؐ احق بہ حکومت اسلام بتایا۔ اور اپنے دادا معاویہؓ ابن سفیان کو ناحق کا جھگڑنے والا اور بالآخر جہنم نشین ظاہر کیا۔

نامی صاحب! آپ تو بعض ناعاقبت اندیش برادران اہلسنت کی شکایت ثمرہ ایمان میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ ناحق معاویہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اب آپ اس کا کیا علاج فرمائینگے۔ کہ معاویہ بن یزید اسکو جہنم نشین کہہ رہا ہے۔ اور جناب امیرؑ کے احق وادلے بہ خلافت ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ آپکے اسلاف مثلاً عزیز دہلوی وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر خدا خلیفہ مقرر کرے۔ تو وہ باعثِ فسادِ خلق ہوگا۔ اور معاویہ بن یزید کہتا ہے۔ کہ خلافت خدا کے اختیار میں ہے۔ دیکھیں اب حضرات اہلسنت معاویہ بن یزید کو سچا کہتے ہیں جس نے صحابہ رسولؐ کا زمانہ دیکھا اور قران کو ان سے سنا اور سمجھا یا عبدالعزیز وغیرہ کو سچا قرار دیتے ہیں۔ جو ہزار سال سے زیادہ زمانہ صحابہ کو گذری۔ پیدا ہوئے تھے۔ اور وہ اسوقت حسب الرائے خود تفسیر کر رہا ہے۔

واضح رہے ارباب خرد ہو کہ ہر شخص اپنے حقدار و غیر ذی حق ہونیکا بجائے خود پورا یقین رکھتا ہے۔ حضرات ثلاثہ کے اکثر واقعات ایسے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی متیقن نہ تھے۔ کہ ہماری خلافت منجانب قدرت ہے۔ بلکہ انکو اپنے خلیفہ جائز ہونے یا نہ ہونے میں اسدرجہ تذبذب تھا۔ کہ قطعی فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ کہ ہم کیا چیز ہیں۔ تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۹۵ پر جو عربی عبارت ہے۔ اس کا ترجمہ عرض کرتا ہوں:۔

(ابن شعد نے زادان سے بسلسلۂ سلمانؓ نقل کیا ہے کہ ایک روز عمر نے سلمانؓ سے پوچھا۔ کہ میں بادشاہوں یا خلیفہ۔ سلمانؓ نے کہا کہ اگر

آپ نے مسلمانوں سے ایک درہم بطور ناجائز حاصل کر کے غیر مشروع ضروریات میں صرف کیا ہے تو آپ بادشاہ ہیں۔ اور اگر ہر معاملہ میں احکام الہیہ پر عامل ہو کر مسلمانوں سے اخذ اموال کیا ہے تو حضور خلیفہ رسول ص ہیں۔ یہ امتیازی بات سنکر عمر رونے لگے "

نامی صاحب نتیجہ نکالتے ہے۔ جو شخص خدا کی طرف سے خلیفہ ہو۔ اس کو لوگوں سے اس بات کی جانچ کرانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ سلمانؓ نے سلطنت و خلافت کی جو معیار بتلائی تھی۔ اس کو سنکر عمر کا رونا صاف بتلاتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذات کو ایسا ہی بادشاہ جانتے تھے۔ جیسا کہ سلاطین دنیا اندھا دھند لوگوں کا مال مار کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ یہ بھی اس واقعہ سے ثابت ہوا۔ کہ صحابہ جلیل الشان جیسے کہ حضرت سلمانؓ تھے۔ جن کی شان میں (السلمان منا اہل البیت) وارد ہے۔ بجائے خود متیقن نہ تھے۔ کہ خلافت عمر یہ و بکریہ بہ روئے وعدہ الہیہ واقع ہوئی ہے۔ ورنہ جسوقت ہچکیاں لے کر آنسوؤں سے رومال حضرت عمر بھر رہے تھے۔ سلمانؓ آنسو دامن سے پونچھ کر کہتے۔ کہ حضور کیوں قلب نازک کو صدمہ دیتے ہیں۔ آپ نے ایک پائی بھی کسی مسلمان کی ناروا طریقہ سے نہیں لی۔ خدام دولت فی الواقعہ خلیفہ رسول ص ہیں۔

قرآن کی ایک بڑی آیہ استخلاف جسے نامی صاحب نے ثمرہ ایمان میں لکھا ہے۔ آپ کی تائید کے لئے موجود ہے۔ مقام تامل ہے جبکہ خود بذاتہ حضرت عمر اپنے خلیفہ ہونے میں متامل تھے۔ نیز دیگر اصحابہ انکو خلیفہ خدا اور رسول ص نہ جانتے تھے۔ تو حضرت نامی اور دیگر اہلسنت پر کون سی غیر معمولی وحی نازل ہوئی جس سے مقصود آیہ استخلاف ثلاثہ کو سمجھنے لگے۔ مدعی سست گواہ چست۔ اہلسنت نے ناحق انکو آسمانِ عزت کا آفتاب بنا رکھا ہے۔ وہ بیچارے تو اپنے آپ کو مومن بھی نہ جانتے تھے۔ کتب سنیہ میں لکھا ہے۔ کہ جناب

خدیفہ سے جنکو حسب تسلیم شاہ عبد العزیز علم المنافقین تھا۔ عمر بہ اصرار دریافت کیا کرتے۔ کہ بھئیا آنحضرتؐ نے بہ ذیل منافقین میرا نام تو آپ کی یادداشت میں نہیں لکھایا۔ خدیفہ نے جواب دیا۔ کہ میں امین اسرار ہوں۔ کشف راز نہیں کرسکتا۔ (انت اعلم بنفسک) تم خود اپنے کردار سے خوب واقف ہو۔ آئینۂ خیال میں دیکھ لیجیے اگر لیلۃ العقبہ میں آپ شریک جماعت منافقین تھے۔ تو بندے منافق ہیں۔ بصورت دیگر آپ کھرے مسلمان عمر کا استفسار اور حذیفہ کا جواب نہایت معنے خیز امر ہے۔ تہذیب اسلام یہی ہے کہ مومنین باہم مظنون بہ ظن واہیہ نہ ہوں۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ (ظنوا بالمومنین خیرا) یعنے مومن کی طرف گمان نیک کرنا چاہیے اگر درحقیقت عمر شریک جماعت مفسدین ہوکر درپے آزار و ہلاکت نبویؐ نہ ہوئے تھے۔ اور حسب عقیدہ نامی صاحب و منظر صاحب نبیؐ کے بڑے سچے جان نثار یار وفادار تھے۔ تو اُن کی یہ بدگمانی نبیؐ کی طرف کیوں ہوئی۔ کیا معاذاللہ آنحضرتؐ ایسے تھے۔ کہ عمر جیسے ایماندار کا نام خدیفہ کی فہرست میں تحت منافقین لکھوا دیں۔ عمر کی یہ بد خیالی صاف تبلا رہی ہے کہ وہ رتبہ رسالت سے واقف نہ تھے۔ اور نہ اُنکو معلوم تھا کہ باہم مومنین کو کس طرح رہنا چاہیے۔ اور آپس میں کیسے صاف خیالات رکھنے چاہییں۔ خدیفہ کا خشک جواب اور بھی دریائے تحیر میں غوطے دے رہا ہے۔ اگر فی الواقعہ انکی فہرست میں خلیفہ صاحب کا نام نامی درج نہ تھا تو صاف کہدیتے کہ جناب کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ نبیؐ کے سسر اُنکے مصاحب خاص ہیں۔ چند مواقع پر رسولؐ کی رائے رد ہوئی۔ اور حسب صوابدید و منشائے حضور نزول وحی ہوا۔ آپکے غلام بھی منافق نہیں ہوسکتے۔ اتنا کہنے پر حذیفہ پر کوئی الزام خلاف رازداری عائد نہ ہو سکتا تھا۔ جرم افشا جبھی قائم ہوتا۔ جو کسی ایسے شخص کو اطلاع دیتے۔ جسکا نام

نی الواقع اُن کی فہرست میں درج ہونا۔ خلیفہ کے اس گول جواب دینے سے معلوم ہوا۔ کہ اُن کی پاکٹ بک میں بالضرور بذیل منافقین ان کا نام نامی درج تھا۔ حضرت عمرؓ کا وہم اسدرجہ بڑھ گیا ہوا تھا۔ کہ ذرا ذرا باتوں سے انکے دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی۔ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں صفحہ ۳۸۴ شفیق اور ابو وائل و مسروق کی چند روائتیں لکھی ہیں۔ جنکو راویاں موصوف نے حضرت ام سلمہ زوجہ رسولخدا صلعم سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعض اصحابہ ایسے ہونگے جنکو میں قیامت میں نہ دیکھ سکونگا اور نہ وہ مجھ کو دیکھنے پائیں گے۔ عمرؓ نے ام سلمہ سے پوچھا۔ کہ آپ برحلف بیان فرمائیں۔ کہ کیا میں بھی ان میں ہوں۔ جو حضرت کو نہ دیکھ سکینگے۔ معظمہ نے جوابدیا۔ کہ میں نہ تم کو ان لوگوں سے خارج کر سکتی ہوں۔ اور نہ ان میں داخل۔ تعجب ہے کہ ام سلمہؓ نے بھی عمر کو مطمئن نہ کیا۔ افسوس کہ آپ عجب تشویش و تذبذب میں نہفت فرمائے ملک بقا ہوئے تعجب ہے جو شخص اپنے مومن و منافق و خلیفہ اور بادشاہ ہونے میں مذبذب تھا۔ اسکو اہلسنت مسٹر نامی و مسٹر مظہر صاحب زبردستی آسمانی خلیفہ بنائے دیتے ہیں۔ اگر بپاس خاطر نامی صاحب و مظہر صاحب ہم تسلیم بھی کرلیں۔ کہ حضرات ثلثہ حسب الوعدہ آیہ استخلاف خلیفۃ اللہ تھے۔ تب بھی ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری کی دوسری جلد. مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۸۳ پر لکھا ہے۔ حضرت عمر فرمایا کرتے راوددت ان ذالک کفاف لا علےؔ ولا لی) میں اسی کو غنیمت جانتا ہوں۔ کہ پس ازوفات یہ خلافت مجھ کو نفع پہنچائے نہ نقصان کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۱۹۶ پر بھی یہی مضمون مندرج ہے۔ عقلائے اہلسنت عقل سلیم سے کام لیکر ذرا غور کریں۔ ہرگاہ یہ خلافت الٰہی جلیل المرتبہ تھی کہ عمل صالح کے عوض عطا ہوتی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ خواہش کیوں کی۔ کہ یہ خلافت الٰہی کسے لئے تھے ہیں۔ غیر موثر و بے نتیجہ رہے۔ تفصلات

الہیہ کی یہی توقیر کی جاتی ہے - جو حضرت عمر نے کی - نامی صاحب و مظہر صاحب اگر اپنی کتب کا غور سے ملاحظہ کریں - تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ کہ عمر تو اپنے لئے لفظ خلافت کو ناپسند فرماتے تھے - تاریخ الخلفا مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۳ و ۵۴ پر لکھا ہے - ابن عساکر بن قرہ سے ناقل ہے کہ ابوبکر اپنے زمانہ میں خلیفہ رسول کہلاتے تھے - جب عمر خلیفہ ہوئے تو انکو خلیفہ خلیفہ رسول لکھنا چاہا - مگر عمر بولے یہ عبارت طولانی ہو جائیگی - لوگوں نے کہا ہم نے حضور کو اپنا امیر بنایا - پس آپ ہمارے امیر ہیں عمر نے کہا اس میں کوئی مضایقہ نہیں - تم سب مومن ہو - اور میں تمہارا امیر ہوں - مجھ کو امیر المومنین لکھا جائے - یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ وہ اپنے آپکو منجانب اللہ و منجانب الرسول خلیفہ نہ جانتے تھے - ورنہ ہمارا یہ کہدیتے - کہ بھائیو ابوبکر سے غلطی ہوئی - کہ وہ اپنے آپکو خلیفہ رسول کہلاتے رہے - وہ اور ہم تو بروئے آیہ استخلاف خلیفۃ اللہ ہیں مجھے آج سے خلیفۃ اللہ کہا کرو - حقیقت الامر یہ لوگ بڑے صاحب نصیب تھے - بیٹھے بٹھائے جو عہدہ چاہا ملگیا - حضرات اہلسنت زبردستی چاہتے ہیں کہ ہم ایسے باور ہو الخلفاء کو منصوب کر دہ خداوندی سمجھ لیں یہ امر ناممکن ہے - البتہ ہم تو یہی کہیں گے - کہ یہ لوگ چار بھلے مانسوں کے مقرر کیئے ہوئے مہتر تھے - ہم سچ کہتے ہیں کہ شیخ صاحبان نے کبھی مسلمانوں سے یہ استدعا نہ کی تھی - کہ ہم بروئے آیہ استخلاف مسند خلافت دبائے ہوئے ہیں - وہ تو ایسے سیدھے سادے راست گو تھے - کہ نہایت ہوشیاری اور دینداری سے ہمیشہ برسر عام اپنی حالت کا اظہار فرما دیا کرتے - چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ کی پہلی فصل باب اول میں لکھا ہے - کہ ابوبکر نے کہا - ایہا الناس آگاہ ہو کہ مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے جو کہ راہ صواب سے ہٹا کر خراب راستہ پر لگاتا ہے - جا گر تم مجھ کو راستی پر دیکھو - تو میرا اتباع کرو - اور کجی پر میری رائے دیکھو - تو سیدھی راہ پر لاؤ - تحفہ کے صفحہ ۲۸۴ پر ابوبکر کے طعن ہشتم کے جواب میں لکھا ہے

نے بھی مضمون بالا کو نقل فرمایا ہے۔ اگر بقول اہلسنت خلفا کے جمیع اعمال صالحہ تھے۔ اور ان کا دین پسندیدہ تھا۔ تو کبھی خلیفہ صاحب ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالتے امر واقعی تو یہ ہے کہ ان لوگوں کی حکومت بلا حکم پیغمبرؐ محض دھینگا مشتی بہ تقویت مخالفین اہلبیت علیہم السلام ملگئی۔ اس کی مفصل خبر آنحضرتؐ پہلے دے گئے تھے۔ جناب باری نے خواب میں آپکو آگاہ کر دیا تھا۔ کہ آپ کے بعد اس منبر پر لوگ بندروں کی طرح سے اچھل کود کرکے خلائق کو صحیح راستہ سے ہٹا کر بادیہ ضلالت وغوایت میں سیر کرائینگے۔ اہلسنت اس حدیث کو صحیح مانکر فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو مثل میموں نامیموں حرکات کے مرتکب ہونگے۔ وہ بنی امیہ ہیں شیخین نہیں۔ چلو اس میں ہمارا کیا ہرج ہے۔ عثمان و معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہم جو خلفائے اثنا عشر میں عندالسنیہ محسوب ہیں یہ سب کے سب بنی امیہ ہیں۔ اگر نامی صاحب بنا سب تصور کریں تو کسی بندر والے سے ایک ٹوپی لیکر ان سب اولاد امیہ کے سر پر رکھدیں۔ ہمارے نزدیک حضرات شیخین اور انکے دمساز معہ تمام بنی امیہ حدیث نبویؐ کے تحت میں داخل ہیں۔ بخاری اور مسلم میں جو چند احادیث متعلق بہ حوض وارد ہوئی ہیں۔ وہ تمام بندروں کی دم کا پتہ دینے والی ہیں جنکا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہونگا۔ کہ فرشتگان عذاب میرے اُن اصحابوں کو جنکو میں جانتا اور پہچانتا ہوں۔ پکڑ کر لائینگے میں کہونگا اے ملائکہ تم ان کو پکڑے لئے جاتے ہو۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو آٹھوں پہر میرے گرد و پیش رہا کرتے تھے۔ میں ان کو خوب جانتا ہوں جواباً ملائکہ عرض کرینگے۔ کہ حضور آپکے بعد ان لوگوں نے ڈھنڈ مچا کر زمین کی دھول آسمان میں پہنچا دی تھی۔ احداث بدعات سے شریعت کا کایا پلٹ کر دیا۔ اسوقت آنحضرتؐ فرمائینگے۔ اچھا ان بدشعاروں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدو۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ حضرتؐ کے ارشاد سے معلوم ہوگیا۔ کہ منبر نبویؐ پر مثل بوزینہ جست و خیز کرنیوالے

اور احداث بدعت سے دین نبوی کو پلٹ کر ہوئے کنشاں حوض کوثر پر
آنیوالے آنحضرت کی جان پہچان والے حضرات ہونگے۔ وہ بزرگوار سوائے
شیخین یا اُنکے اتباع کے اور کون ہوسکتے ہیں آنحضرتؐ نے کوئی امر
پوشیدہ نہیں رکھا۔ ظاہر کر کے فرمادیا۔ تاکہ اُمت میں دھوکہ اور اختلاف
نہ ہو۔ سب سے بڑا محدث بدعت آپ نے ابوبکر کو فرمایا ہے۔ اکثر کتب
سنیہ خصوصاً موطاء امام مالک میں لکھا ہے۔ کہ حضور نے شہدائے احد کے
حق میں فرمایا۔ کہ خدایا میں ان شہیدان راہ نیک کے حسن انجام اور خاتمہ
بالخیر ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ ابوبکر نے کہا کہ ہم بھی مثل ان شہداء کے
ہیں۔ ہمارے لئے بھی آپ دعا فرماویں۔ جناب نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم
نہیں کہ بعد میرے دین میں تم کیا کیا خرابی ڈالوگے۔ یہ سنکر ابوبکر رونے
لگے۔ تاریخ واقدی و مشکوٰۃ میں بھی یہ مضمون درج ہے۔ علاوہ بریں اگر غور
و انصاف سے دیکھا جائے۔ تو بنی امیہ حدیث حوض کے مصداق قرار نہیں
پاسکتے۔ کیونکہ انہوں نے کوئی احداث فی الدین نہیں کیا۔ وہ تو تابع سنت
اولین ہیں۔ جو راہ پہلوں نے نکالی۔ اسی کو ان پچھلوں نے اپنا شعار
قرار دیکر عمل کیا۔ البتہ ان کے خیالات اور منصوبوں کی تکمیل میں کوشاں
رہے۔ حدیث حوض و شہدائے احد کے وقت کا ارشاد اور بندروں والی
خبر کا نتیجہ مل ملاکر یہ پتہ بتلاتا ہے۔ کہ مراد آپکے اخبار کی یہ تھی۔ کہ وہ بد شعار
ایسی راہ پر لوگوں کو چلا دینگے جو ہمارے طریقہ کے خلاف ہوگی۔ پس ظاہر
ہوا کہ حوض کوثر پر روکے جانیوالے کسی ناجائز طریقے کے بانی ہوں۔
بنی امیہ کسی سنت یا سیرت کے موجد نہیں۔ ان کا جاری کیا ہوا مسئلہ
کوئی اہلسنت میں معروف نہیں۔ البتہ اہلسنت کے مذہب میں علاوہ
از سنت الٰہی و رسالت پناہی ایک تیسری شاخ معروف بہ سیرت شیخین
ہے جسپر عمل کرنے سے حضرت امیرؑ نے بوقت مجلس شوریٰ عبدالرحمٰن
بن عوف کے سامنے انکار کر دیا تھا۔ بحمد اللہ یہ آسانی پتہ لگ گیا۔ کہ حوض
کوثر پر روکے جانیوالے آنحضرتؐ کے نہایت جان پہچان والے حضرات

شیخین ہونگے۔ یہ احادیث معمولی نہیں جن کا انکار کر دیا جائے۔ بلکہ وہ نہایت صحیح و با اعتبار ہیں۔ امام نووی نے کتاب مفہم شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد صفحہ ۲۴۹/۲۵۰ پر لکھا ہے۔ کہ احادیث حوض صحیح ہیں۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور ان کی تصدیق کرنی ایمان ہے سوائے ظاہری معنے کے ان کی کوئی تاویل نہیں۔ یہ حدیثیں متواتر النقل ہیں۔ کیونکہ ایک جماعت صحابہ نے نقل کیا ہے۔ اہلسنت بباعث حسن عقیدت ہر نوع مطاعن سے شیخین کو بچاتے ہیں۔ مگر ان اور کتب احادیث میں ہر قسم کی آیات و اخبار متضمن بہ غضب و عتاب دیکھتے ہیں۔ مگر ہرگز ہرگز طبیعت پر زور دیکر نتیجہ نہیں نکالتے۔ کہ آخر ان مذمت بھری خبروں کا کس سے علاقہ ہے۔ خدا اور رسولؐ نے تو صاف کہدیا۔ کسی بات کو نہیں چھپایا۔ سورہ محمدؐ میں ارشاد باری ہوا ہے۔ (فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم الیٰ اٰخرہ) یعنے اے حاضران دربار تم عنقریب متولی امر اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد برپا کرو گے۔ اور درپے قطع رحم ہوگے۔ لعنت خدا اس پر جو ایسا کرے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔ کہ قریب بہ زمانہ وفات آنحضرتؐ نے صحابہ کو جمع کر کے ایک فصیح اور بلیغ خطبہ پڑھا۔ زاں بعد تنبیہاً و تادیباً آیہ موصوفہ بالا سنا کر وعید شدید مندرجہ آیت سے صحابہ کو خوف دلایا۔ دوسرے مقام پر اپنے بعد آنیوالی حکومتوں سے خبردار کیا صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہمارے بعد عنقریب ایسے آدمی جلوہ فرمائے حکومت ہونگے۔ جن کے دل شیطان کے ہونگے۔ اور صورتیں انسان کی۔ وہ خلائق کو راہ ناصواب پر ڈالدینگے؎

نامی صاحب و مظہر صاحب انصاف سے فرماویں۔ کہ اگر آیہ مجیدہ موصوفہ کا تعلق صحابۂ موجود الوقت سے نہ تہا۔ تو حضور انورؐ نے اپنے مصاحبین خاص کو اسکے نتائج و مفاد سے کیوں متنبہ فرمایا۔ اور خود جناب نے اپنے بعد کے حکام کو انسان صورت اور شیطان سیرت فرمایا

معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد جو لوگ بہ محرومی اصلی حقداران ناروا طرق سے
پامال کن مسند اسلام ہوئے۔ وہی بندر تھے۔ اور وہی حوض کوثر پر روکے
جائینگے۔ انہی کو خدا و رسولؐ نے مفسد و قاطع رحم و شیطان سیرت فرمایا
بالآخر یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ایسے لوگ خلعت استخلاف کو زیبا طریقہ سے اپنے
بدن پر آراستہ نہیں کرسکتے۔ جملہ (وارتضی لہم) مندرجہ آیہ ان پر کسی طرح صادق
نہیں آسکتا۔ اہلسنت پر لازم ہے کہ آیات قرآنی کو سمجھ کر پڑھیں لفظ
خلافت دیکھ کر خواہ مخواہ جامہ سے باہر نہ ہوں۔

جملہ ہفتم (ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا)

(یعنے خوف وہراس اُن سے ہٹا لیا جائیگا اور وہ با امن بسر کرینگے)
واضح رائے ارباب دانش ہو کہ ثلثہ کے زمانہ سے پہلے آنحضرتؐ کی
حیات میں اہل اسلام سے خوف مرتفع ہو کر امن سے زندگی بسر کرنے
لگ گئے تھے۔ کفار اُن کے نام سے خوف زدہ ہو کر نیند میں چونک
پڑتے تھے۔ فقرہ پنجم کی توضیح میں امن وامان کی حالت کو واضح
کر کے دکھایا گیا ہے۔ بضرورت موقعہ اسجگہ بھی مختصراً عرض کرتا ہوں۔
تفسیر بیضاوی جلد دوم صفحہ ۵۷ پر ہے۔ (کان رسول اللہ صلعم و
اصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین ثم ھاجروا الی المدینۃ و
کانوا یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ حتی انجز اللہ وعدہ
فاظھرھم العرب) یعنے آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ نے بحالت خوف
دس برس مکہ میں بسر کئے۔ ازاں بعد مدینہ کو ہجرت کی۔ اور وہ لوگ کمال
خوف وہراس سے ہر وقت ہتھیار باندھے رہتے۔ رات دن لوہے کے
جال میں جکڑے دکھائی دیتے تھے۔ تاآنکہ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔
اور اہل اسلام کو تمام عرب پر غالب کر دیا۔ علاوہ بریں جلد دوم کشاف
کے صفحہ ۹۸ پر ہے۔ (وعدھم اللہ ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثھم
الارض ویجعلھم فیہا خلفاء کما فعل بنی اسرائیل الخ) وعدہ کیا خدا نے

اپنے رسولؐ اور مسلمانوں سے یہ کہ غلبہ دے اسلام کو کفر پر اور وارث کرے انکو زمین کا اور خلیفہ گردانے مثل بنی اسرائیل جس طرح کہ بعد ہلاکت سرکشوں اور جبابرہ کے ملک مصر و شام کا انکو حاکم کیا تھا۔ اور دین مرتضے کو تمکین دیکر قایم کرے۔ اور نفوس مومنین سے اس خوف کو زائل کردے۔ جس میں وہ مبتلا تھے۔ اور وہ رنج و ابتلا یہ تھا۔ کہ مسلمان دس برس تک پر خطر حالت میں رہے۔ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پہونچگیے۔ مگر شد بنا ہم وہ اس سے ہروقت مسلح رہتے۔ ناچار ہو کر ایک شخص نے عرض کی۔ کہ خدایا کبھی وہ دن بھی آئیگا۔ کہ ہم اس قلعہ آہنی سے نجات پاکر کھلے بندوں پھرا کرینگے؟ آنحضرتؐ نے یہ مضطربانہ حالت دیکھ کر فرمایا۔ کہ انشا اللہ تھوڑے دنوں میں یہ تشویش دور ہو جائیگی۔ تم میں سے ہر ایک بہ اطمینان تمام کوچہ ہائے مدینہ میں سیر کیا کرے گا۔ پس خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور رسولؐ کو جزیرہ عرب پر غالب کردیا۔ پھر کوئی حالت اضطراب باقی نہ رہی۔ تمام مسلمان پیر پھیلا کر استراحت فرمائے بستر عافیت ہو گئے۔

مولوی صدیق حسن خان بھوپالی تفسیر فتح البیان جلد ششم کے صفحہ ۳۳۷ پر حسب مضمون بالا لکھ کر کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ شیخین کے زمانہ میں مسلمانوں کو امن ملا اور خوف برطرف ہوا۔ وہ حضرات بالکل غلطی پر ہیں۔ اپنی معتبر تفاسیر کا ملاحظہ کریں۔ کہ خدا نے تمام وعدے مندرجہ آیہ موصوفہ آنحضرتؐ کے روبرو پورے کردیئے۔ اسلام کو غلبہ تمام حاصل ہو گیا۔ سب کے سب بہ طفیل سرور عالمؐ پر امن رہنے لگے حضرات ثلاثہ یا دیگر اہل اسلام کسی بدامنی میں نہ تھے۔ بلکہ ہتیار کھولے ہوئے چاروں شانے چت چارپائی کی چولیں ہلایا کرتے تھے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض خاصان الہی بہ زمانہ شیخین آسائش دنیاوی سے برکنار ہو کر غریق دریائے تفکرات و لقمۂ نہنگ آفات ہو گئے تھے۔ بطور مختصر بعض مصیبت زدگان کا واقعہ سناتا ہوں۔ مالک بن نویرہ مرد مسلمان اور ایک قبیلۂ اسلام کا سرگروہ ابوبکر کے زمانہ میں بہ بہانہ ارتداد زبردستی قتل

کیا گیا۔ خالد بن ولید جسکو سیف اللہ کا خطاب بارگاہ بکریہ سے ملا ہوا ہے
اسی غضب کو بلا انتظار عدہ اس کی زوجہ سے مرتکب عمل شنیع ہوا۔ حضرت
امیرؑ پر بصیغہ بیعت طلبی ہر طرح کا جبر و تشدد کیا گیا۔ یہاں تک کہ دروازہ
سیدہؑ پر آگ لیکر گئے۔ آ ذوقہ اہلبیتؑ چھین لیا۔ حقوق شرعی یعنے ارثاً
پدری سے جناب سیدہؑ کو محروم کیا۔ خمس جو آل نبیؐ کے مختص تھا بند کیا
گیا۔ کسی طرح کی عزت ظاہری بنی ہاشم کو نہ دی گئی۔ اصحاب رسولؐ دربار
جوتیوں سے پٹوائے گئے۔ (ابن مسعود) عمار یاسرؓ کی ہڈی پسلی توڑی گئی۔ ابوذرؓ
غفاری کو بعد عقوبت مدینہ طیبہ سے اخراج کیا گیا۔ صدہا قرآن جلائے
گئے۔ وغیرہ وغیرہ ایسے وقت اور زمانہ کو پُرامن کہنا ان ہی لوگوں کا
شیوہ ہے جو عقل و دانش کے بازار میں کبھی دوکان لگا کر نہ بیٹھے ہوں
آہ! جناب سیدہؑ اپنے باپ کو گھر میں بیٹھ کر نہ روسکیں۔ مدینہ سے باہر
بیت الحزن بنا کر مصروف آہ و نالہ ہوں۔ اور سنّی صاحبان فرمائیں کہ وہ زمانہ
نہایت اطمینان کا تھا۔ جو شخص واقعات مذکورہ کی تحقیقات کرنا چاہے
وہ صرف ایک کتاب تشہید المطاعن دیکھ لے۔ یہ میں ماننے کے لئے تیار
ہوں کہ خاندان رسالت اور اُنکے ہوا خواہوں کے علاوہ جملہ اہل اسلام
شیخین کے جان نثار تھے۔ وہ وقت گہوارۂ عافیت تھے۔ چونکہ فرقۂ
سنیہ کو خاندان نبوتؐ سے قطعی بے تعلقی ہے۔ اور ان کے مصائب اور
تکالیف ان کی نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ لہذا بلا تکلف کہدیا
کہ وہ زمانہ نہایت امن و امان کا تھا۔ میں بعض واقعات کا جو اس زمانہ
میں گذرے۔ ذکر کرتا ہوں۔ شاید کوئی اہل دل پڑھ کر اثر پیدا کرے۔ اکثر
علمائے اہلسنت نے واقعہ ذیل کو اپنی تالیفات میں بہ تغیر الفاظ
و اتحاد معانی لکھا ہے۔ مگر میں کتاب الامامہ والسیاسۃ سے ایک مضمون نقل کرتا
ہوں۔ جسکا اُردو ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے :۔

ابن قتیبہ کتاب مذکور میں یہ واقعہ قصہ بیعت مرتضویؑ لکھتا ہے
(ابوبکر کو خبر پہونچی کہ چند آدمی میری بیعت سے منحرف ہو کہ علیؑ کے پاس

آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے عمر کو حکم دیا کہ تم جا کر ان لوگوں کو اس حرکت سے باز روک دو۔ جس وقت وہ گئے۔ معلوم ہوا کہ سب آدمی فاطمۃ الزہراؑ کے گھر میں جمع ہو کر مشورہ کر رہے ہیں۔ عمر نے ان کو ڈانٹا اور کہا۔ باہر نکلو۔ مگر وہ نہ آئے۔ تب عمر نے لکڑیاں منگوائیں۔ اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم باہر نہ آؤ گے تو میں اس گھر کو پھونک دونگا۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں سیدہ و حسنینؑ ہیں۔ کہا مجھے پرواہ نہیں۔ اُسوقت تمام لوگوں نے بیعت کر لی صرف حضرت علیؑ رہ گئے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنے گھر سے باہر نہ نکلونگا۔ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ اس ہنگامہ شور افزا میں جناب فاطمہؑ پس در کھڑی ہو کر بولیں۔ کہ تم لوگ اس وقت میرے گھر درانہ و بے ادبانہ آئے ہو۔ ایسے لوگوں سے میرا کوئی عہد نہیں۔ تم نے جنازۂ رسولؐ کو چھوڑ دیا۔ اور خلافت کا با خود فیصلہ کر لیا۔ ہم کو نہ امارت اسلام دی اور نہ ہمارے لیئے کوئی حق تجویز کیا۔

یہ سنکر عمر واپس آئے۔ اور ابوبکر سے کہا کہ یہ وقت چشم پوشی کرنیکا نہیں۔ علیؑ کو گرفتار کیجئے۔ بزور بیعت لیجئے۔ ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو کہا۔ تو جا اور علیؑ کو بلا لا۔ غلام مذکور نے جا کر آواز دی کہ اے علیؑ تم کو خلیفہ رسولؐ یاد کرتے ہیں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا۔ کہ کیا جلد افترا کیا۔ تم نے نبیؐ پر کہ اپنے آپکو اُن کا خلیفہ ظاہر کیا حالانکہ غلط ہے۔ قنفذ واپس آیا۔ اور سنی ہوئی بات کو دوہرایا۔ ابوبکر سنکر بہت روئے۔ عمر نے پھر با صرار دوسری مرتبہ شخص مذکور کو بھجوایا۔ اس وقت اُس نے کہا۔ کہ آپ کو امیر المومنین طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ وہ دعوے کیا جاتا ہے جسکا انکو حق نہیں یہ جواب سنکر عمر کو طیش و غضب سے تاب ضبط باقی نہ رہی۔ اور معہ ایک جماعت جناب فاطمہؑ کے گھر پر آئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب سیدہؑ نے یہ دیکھ کر ایک چیخ ماری۔ اور رو رو کر کہنے لگیں۔ کہ اے بابا آپ دیکھتے ہیں۔ کہ پسر ابوقحافہ و پسر خطاب ہم کو کس طرح ستا رہے ہیں۔ بعض آدمی جناب سیدہؑ کے رونے سے متاثر ہو کر واپس چلے گئے۔

قریب تھا کہ فرط غم سے اُنکے کلیجے پھٹ جاویں اور دل شق ہو جاویں۔ جو
لوگ ہمراہیان عمر رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے علیؑ کو گھر سے نکالا۔ اور ابوبکر کے
پاس لے گئے۔ وہاں لیجاکر کہا۔ کہ بیعت کرو۔ علیؑ نے کہا کہ اگر بیعت نہ کروں
تو کیا کروگے۔ عمر نے قسم کھاکر کہا۔ کہ اگر بیعت نہ کروگے تو قتل کرڈالیں گے
آپ نے فرمایا کہ بندہ خدا و برادر رسولؐ کو قتل کروگے۔ عمر نے کہا۔ خدا کے بندے
تو ضرور ہو۔ مگر نبی کا بھائی ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ابوبکر یہ باتیں چپکے بیٹھے سن
رہے تھے۔ عمر نے جھنجھلاکر کہا۔ بولتے کیوں نہیں۔ حکم دو کہ اس کا فیصلہ کیا
جائے۔ ابوبکر نے کہا۔ انکو چھوڑ دو۔ جب تک فاطمہؑ زندہ ہیں ہم ان پر
جبر نہیں کر سکتا۔ اسوقت حضرت علیؑ جناب رسولخداؐ کی قبر سے جاکر لپٹ
گئے۔ اور چلا چلا کر روتے تھے اور پکارتے تھے۔ یا ابن ام ان القوم
استضعفونی وکادو یقتلوننی۔ (اے میرے ماں جائے۔ قوم نے
مجھکو ضعیف کردیا۔ اور قریب تھا کہ مار ڈالیں۔) یہ ابن قتیبہ وہ بزرگوار
ہیں۔ جن کے ثقہ ہونے کی شہادت اور علمائے دین نے دی ہے۔ لہذا ان
کتب اہلسنت کے نام جن میں ابن قتیبہ کی تعریف اور عالم ثقہ ہونے کا
مضمون درج ہے۔ قلمبند کرتا ہوں۔ کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان
جلد اول صفحہ ۲۵۱ میزان الاعتدال علامۂ ذہبی جلد دوم صفحہ ۷۰ کتاب
محاضرات علامہ ابو الحجاج جلد اول صفحہ ۱۴۶/۱۴۷۔ تاریخ بغداد جلد اول۔
تاج المکلل نواب صدیق حسن خان صفحہ ۲۹۔ اتحاف النبلاء صفحہ ۲۷۷۔ سوائے
ازیں اگر ابن قتیبہ کا زیادہ اقتدار معلوم کرنا مدنظر ہو۔ تو مجلدات عبقات
الانوار سے حدیث منزلت کی جلد صفحہ ۴۰۲ سے لغایت ۴۰۸ تک ملاحظہ
فرماویں۔ اطمینان کلی حاصل ہوگا۔

غرضیکہ عمر کا جناب سیدہؑ کے گھر پر آگ لیجانا اور انکو دھمکانا۔ کہ ہیں
معہ حسنینؑ گھر کو پھونک دونگا۔ اہلسنت کی ۱۶ کتابوں میں لکھا ہے۔ سب
جملہ کتب کی عبارات تشئید المطاعن میں درج ہیں۔ اگر اہلسنت منا
سمجھیں۔ تو ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ دہلوی کا مقصد دوم مآثر ابوبکر ملاحظہ

فرماتیں۔ بالفاظ صریح واقعہ مذکورہ شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ تاریخ طبری مطبوعہ برن پیس لندن کی جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۱۸۱۸ کی عبارت نقل کرتا ہوں (حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرہ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر ابن الخطاب منزل علی وفیہ طلحہ و زبیر و رجال من المہاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم اولتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ) خلاصہ مطلب یہ کہ عمر علیؑ کے گھر پر گئے اس میں طلحہ و زبیر اور دیگر مہاجرین تھے۔ عمر نے کہا۔ اس گھر سے باہر نکلو۔ اور بیعت کرو۔ ورنہ تم پر گھر جلا دونگا۔ یہ سنکر زبیر تلوار لیے گھر سے نکلے۔ اچانک ٹھوکر کھائی اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی لوگوں نے انکو پکڑ لیا۔

علاوہ ازیں کتاب المختصر فی اخبار البشر یعنی تاریخ ابو الفداء مطبوعہ لندن کے صفحہ ۱۵۶ پر ایک طولانی عبارت درج ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمام بنی ہاشم و زبیر و عتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید و مقداد و سلمان و ابوذر غفاری و عمار ابن یاسر و براء بن عازب و ابی بن کعب وغیرہ ابوبکر کی بیعت سے منحرف ہو کر علیؑ کی طرف مائل ہوئے۔ پس عمر نے دروازہ سیدہ پر جاکر دھمکی دی۔ کہ میں تمہارا گھر جلا کر خاک کردونگا۔ ورنہ بیعت ابوبکر اختیار کرو۔ شبلی نے بھی الفاروق میں لکھا ہے۔ کہ بنی ہاشم سوائے علیؑ کے ابوبکر کے آگے گردن نہ جھکاتے تھے۔ مگر عمر نے بزور بیعت لی)

ان واقعات درد انگیز کو دیکھ کر کوئی انصاف پسند نہ کہیگا۔ کہ بمفاد آیہ استخلاف زمانہ شیخین امن کا زمانہ تھا۔ بلکہ انکے ایماندار ہونے کا بھی یقین نہ کریگا۔ کیونکہ ایماندار سے کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ جس گھر سے فیض پاوے۔ اوسی کے جلانے کو آگ منگاوے۔ کیوں نامی صاحب و مظہر صاحب! خوف کا بدل ایسا ہی امن ہوتا ہے۔ جو بہ زمانہ شیخین خاندان نبوت اور بعض اصحابہ کو حاصل تھا۔

جملہ ششم (یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً)

(جو لوگ خلیفہ کئے جائینگے ایسے خلوص اور حسن عقیدت سے عبادت کرینگے۔ کہ سوائے خدا اور کسی کو لائق پرستش نہ سمجھیں گے)

چونکہ حسب عقیدہ اہلسنت ایک کثیر التعداد گروہ صحابہ سے خدا نے تین آدمیوں کو انتخاب کر کے بعوض بجا آوری خدمات اسلام و کردار نیک خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ لہذا بلا تکلف سمجھا گیا۔ کہ ثلاثہ ہی نے خدا تعالےٰ کو واحد اور یکتا سمجھ کر بلا شرکت غیرے پرستش کی۔ باقی صحابہ تمام مشرک و ملحد و ناخدا ترس تھے۔ اگر ان میں بوئے شرک نہ ہوتی۔ تو منصب خلافت سے محروم نہ ہوتے۔ سبحان اللہ طرفداری ثلثہ نے کہاں تک اہلسنت کی نوبت پہنچائی ہے۔ کہ باقی تمام صحابہ کی عبادت کو مملو از شرک و کفر اعتقاد کر لیا۔ ناظمی صاحب و مظہر صاحب۔ آپ ہی تنہا نہیں کہتا یہی عقیدہ ہے کہ کل اہلسنت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک پنجابی عالم نے مجمع الاوصاف رسالہ لکھا جس کا جواب منجانب شیعہ قواضب الاسیاف لکھا گیا ہے۔ پنجابی صاحب فرماتے ہیں۔ (یعبدوننی لا یشرکون) کے فاعل اس آیت میں اس وعدہ کے موعود لہم ہیں۔ اور خداوند تبارک نے انہیں کی خبر دی ہے۔ کہ وہ میری عبادت بہ اخلاص و خشوع اپنی خلافت کے پاکیزہ اور خجستہ زمانہ میں کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ پکڑینگے۔ پس (یعبدوننی لا یشرکون) سے کل لوگ مراد لینا بالکل خلاف ظاہر ہے۔ اور آیات قرآنی کے ساتھ افترا پرداز ہے۔ علاوہ بریں تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک میں یہ عبارت ہے (ان هذه الاية اوضح دليل على صحة خلافة الخلفاء الراشدين لان المستخلفين الذين امنوا وعملوا الصالحات هم) یعنی یہ آیہ دلیل واضح ہے خلفاء کی صحت خلافت پر کیونکہ مستخلفین سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے۔ وہ یہی ہیں سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔

لاکھوں آدمیوں سے صرف منتخلفین - ایماندار اور عمل صالح کرنیوالے اور موحد ثابت ہوتے ہیں - چونکہ فخر الدین رازی اور شاہ ولی اللہ نے بوجہ انسداد باب جہاد و عدم تمکن حضرت امیرؑ کو بھی خارج از بشارت آیہ کہا ہے لہذا وہ بھی تمام صفات مندرجہ آیہ سے باہر کیے گئے - حضرات اہلسنت اور نامی صاحب و مسٹر مظہر سے التماس ہے - کہ وہ خود فیصلہ منصفانہ فرمائیں - کہ حضرات ثلثہ کی طرفداری اسلام کو کس حد تک تباہی اور بربادی میں ڈالنے والی ہے ؟

جملہ نہم

(و من کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون)

(جو لوگ کہ اس نعمت کا کفران کریں وہی ہیں اصلی فاسق الطاعت سے نکلے ہوئے)

حضرات اہلسنت فرماتے ہیں - کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کو جو جائز نہ سمجھے - اُس نے نعمات الہیہ کی کچھ قدر نہ کی - چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ میں فرمایا ہے - (کہ منکرین خلافت شیخین را خدا در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ) عجب تماشہ ہے - جو لوگ ایسے خلفاؤں کی خلافت سے انکار کریں جنکو نبیؐ نے اپنا خلیفہ نہ بنایا ہو - اور جنہوں نے زبردستی متمکن بہ سریر خلافت ہو کر حسب صراحت بالا خاندان پیغمبرؐ پر ابواب ظلم کھولے ہوں) وہ کافر کہے جائیں - میں تمام علمائے سنیہ سے عموماً اور مسٹر نامی اور مظہر صاحب سے خصوصاً پوچھتا ہوں - کہ ابتدائے خلافت میں جنہوں نے اطاعت و بیعت بکریہ سے انکار کیا - اور یہاں تک بیعت سے دست کشی کی کہ جب تک اپنے گھر آگ روشن نہ دیکھ لی - سیدھے انگلیوں حلقہ بگوش نہ ہوئے - وہ کافر تھے یا مسلمان عمار یاسرؓ و ابن مسعودؓ و ابوذر غفاریؓ وغیرہ جو عہد خلافت عثمانیہ میں سر دربار پٹوائے گئے - اور جلاوطن ہوئے یہ لوگ بہ مخالفت عثمان کس نمبر کے کفار میں شمار

ہونیکی قابلیت رکھتے ہیں۔ رسولخداؐ کی صاحبزادی جس نے فرط غضب سے تاحیات خود ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ اور بوقت معافی طلبی عفو نہ فرمایا۔ بلکہ حضوری جنازہ سے شیخین کو روکدیا۔ یہ صاحبزادی بالزام نافرمانی دنیا سے معاذ اللہ کافر ہوکر اٹھیں یا کیا۔ بلاسمجھے قرآن کے معنے اپنی طرف سے گھڑانے اہل ایمان کا کام نہیں۔ ہم سے سنئے (من کفر بعد ذالک) کے صحیح معنے کیا ہیں قرآن پاک میں خدانے خود اس کا فیصلہ فرمادیا ہے۔ سورہ فاطر میں خدا کہتا ہے۔ (ھو الذی جعلکم خلایف فی الارض فمن کفر بعد ذالک فعلیہ کفرہ) مطلب یہ کہ مستخلفین بعد اس نعمت نامتناہی کے کہ انکے خوف کو امن سے بدلدیا جائے گا۔ بلا دغدغہ خدائے واحد کی عبادت کرسکینگے۔ تمکین دین بوجہ اتم ہوجائیگا۔ پھر کفران نعمت الہیہ کرکے حدود الہی سے قدم باہر رکھینگے۔ تو انکا شمار اہل طغیان میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کفران کا تعلق ان خلفائے لغوی سے ہے۔ نہ کہ حسب خیال سنیہ منکرین خلافت ثلثہ سے۔ سورہ یونس میں ارشاد باری ہوا ہے۔ (ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاءتھم رسلھم بالبینات وما کانوا لیؤمنوا کذالک نجزی القوم المجرمین ثم جعلنا کم خلایف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ البتہ ضرور ہلاک کیا ہم نے بہت سے اگلے زمانہ والوں کو جبکہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور آئے ان کے پاس ان کی قوم کے رسول معہ علامات ظاہرہ کے۔ مگر وہ ایمان لانیوالے نہ تھے۔ اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم گناہ گاروں کی قوم کو پھر قرار دیا ہم نے تم کو غالب اور قایم مقام اگلوں کا۔ زمین میں۔ تاکہ دیکھیں ہم کہ تم کیونکر عمل کرتے ہو۔

صاحبان عقل ذرا غور فرمایئے۔ کہ حسب مفاد آیہ وہی لوگ ذمہ دار اعمال نیک کئے گئے۔ جنکو قایم مقام گذشتگان بنایا گیا ہے۔ اور تمکن دیا گیا۔ نہ وہ لوگ کہ جن کو ان کی قایم مقامی سے انکار ہو۔ اسی طرح سورہ انعام میں ارشاد ہوا ہے۔ (ھو الذی جعلکم خلایف الارض ورفع

بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فیما آتاکم ان ربک سریع العقاب)
وہ اللہ ایسا ہے کہ خلیفہ کیا زمین ہیں تم کو اور بلند کئے مراتب بعض کے
بعض سے تاکہ امتحان لیے تمہارا اس چیز ہیں جو کہ تم کو عطا کیگئی ہے۔
تحقیق کہ خدا تعالے جلد عقاب کرنیوالا ہے۔

یہاں پر بھی امتحان اُنہیں جانشینان سابقین کا تجویز ہوا ہے نہ کہ
اُن کے منکرین کا۔ نہایت شکریہ کا مقام ہے۔ کہ جو دہوکہ آیۂ استخلاف
سے اہلسنت جہلار کو دیا کرتے ہیں۔ بایں عنوان اُس کی دہجیاں اڑائی
گئی ہیں۔ کہ انشاء اللہ آیندہ کسی کو ان استدلالات کے روبرو مقابلہ کی تاب
نہ رہیگی۔ تعجب تو اس امر کا ہے۔ کہ اہلسنت خلافت کو پنچایتی اعتقاد
کرکے پھر بخلاف کلیہ مقرر کردہ خود آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہیں
چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان کے صفحہ ۱۴۱ پر
لکھتے ہیں۔ (و مختار نزد اہل تحقیق آنست کہ در ہیچ جانب یعنی در خلافت ابوبکر
و نہ در خلافت علی نص قطعی از پیغمبر صلعم واقع نہ شدہ) ایسا ہی شاہ صاحب تحفہ کے
صفحہ ۲۷۲ پر فرماتے ہیں۔ (باید دانست کہ اول مسائل اختلافیہ ایں
باب آنست کہ اہلسنت گویند کہ بر ذمہ مکلفین واجب است کہ شخصے را
از میان خود۔ رئیس گردانند و اتباع او در آنچہ موافق شرع است لازم
گیرند و او را در امور مشروعہ ممد و معاون باشند) نہایت تعجب ہے
کہ جن کے بارے ہیں بقول عبدالحق کوئی ارشاد نبوی صلعم نہ ہو۔ اور
حسب تسلیم شاہ صاحب جنکا تقرر مکلفین کے ذمہ ہو۔ ان کی خلافت
کے منکرین کلمہ گو کافر ہو جاویں۔

رہا یہ کہ اہلسنت کو عقیدت خلفائے ثلثہ بالخصوص شیخین کے لئے یہ
بڑا غرہ ہے۔ کہ انکے زمانہ حکومت ہیں فتوحات عظیمہ لاحق اسلام ہوکر
توسیع مملکت ہوئی۔ اگرچہ اسکے جواب ہیں بہت سے رسائل لکھے جاچکے ہیں
مگر مختصراً یہاں پھر عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر صرف فتوحات ہی باعث وقعت
و حقیت سمجھی جاویں۔ تو سوائے ثلثہ کے جن ہیں دیگر اہل اسلام نے فتوحا

کر کے ترقی کو غایت درجہ پر پہنچایا - عرب سے پھرتے پھرتے ہندوستان اور چین تک پہنچ گئے - ان بیچاروں کو کیوں آیہ استخلاف سے محروم رکھا جائے - اگر انصاف سے اہلسنت دیکھیں تو ثلاثہ سے معاویہ - یزید - مروان - عبد الملک اور ولید وغیرہ کو زیادہ فتاح وجہانگیر اور قلعہ کشا پائینگے میری سمجھ میں نہیں آتا - کہ خلفائے مذکورہ کیوں وعدہ آیت سے مستثنے کیے گئے - صحاح اہلسنت کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اپنے بعد بارہ خلفاء کی خبر دی تھی - چنانچہ بخاری مسلم اور مشکوٰۃ اور دیگر کتب صحاح میں متعدد ومتکثر مقامات پر وارد ہوا ہے - کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ و یکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش) یعنے آپ نے فرمایا کہ یہ دین اسلام ہمیشہ قایم رہیگا تا آنکہ قیامت آجائے - اور تم پر بارہ خلیفہ ہونگے - اور وہ سب قوم قریش سے ہونگے سیوطی تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۷ پر یہ عبارت لکھتے ہیں - (عن النبی صلعم لا یزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی من ناواھم علیہ اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش اخرجہ الشیخان و غیرھما) یعنے حضرت رسول صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ دین ہمیشہ غالب رہیگا - اور وہ لوگ مظفر و منصور رہینگے ان لوگوں پر جو کہ ان سے اس دین پر عداوت کرینگے - اور وہ سب قوم قریش سے بارہ بزرگ ہونگے - بخاری اور مسلم نے اس مضمون کو نقل کیا ہے - کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر ابن حجر مکی سے اتنا زیادہ مضمون نقل ہے - (کلھم یجتمع علیہ الناس) یعنے سب آدمی ان بارہ خلفاء کی خلافت پر اجتماع کرینگے - کسی کو ان سے اختلاف نہ ہوگا - علمائے متاخرین سے مولوی خلیل احمد دیوبندی نے ہدایات الرشید میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ جن بارہ خلفاء کی احادیث میں خبر وارد ہوئی ہے - وہ اپنے اعداء پر غالب رہینگے اور دین محمدی کو انکے زمانہ میں عروج ہوگا - اور انکے اوقات میں فتنہ نہ ہوگا - اہل سنت خلفاء ثلاثہ کو باقی خلفاء سے ملا کر بنظر غور و تعمق دیکھیں - کہ باہم مدارج میں کیا فرق رکھتے ہیں - ثلاثہ اور باقی نو خلفاء میں مطلق تفاوت نہیں سب ایک درجہ کے ہیں جس طرح شیخین کے زمانہ میں توسیع سلطنت ہوئی وہی باقی خلفاء کی - ثلاثہ بھی اجتماع سے خلیفہ ہوئے - انپر بھی امت

جمع ہوئی - سیوطی نے ناحق لکھا ہے تعجب آتا ہے - کہ جن تین کے باب میں نہ کوئی
آیت ہے نہ کوئی حدیث اُنکو خلیفہ برحق بتلاتے ہیں - اور جن بارہ کے باب میں
متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں - گو کہ بدل اُنکی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں -
مگر بظاہر آنکھ چراتے ہیں - وہ اولوالعزم دیندار بارہ خلیفہ جنکا مژدہ آنحضرت صلعم
نے اُمت کو دیا تہا - تاریخ الخلفا کے صفحہ ۷ پر مرقوم ہے (۱) ابوبکر (۲) عمر
(۳) عثمان (۴) علی (۵) معاویہ (۶) یزید (۷) عبد الملک (۸) ولید (۹) سلیمان
(۱۰) یزید (۱۱) ہشام (۱۲) عمر ابن عبد العزیز - خلفائے موصوف میں نمبر ۴
کے خلیفہ کو خارج کر کے لکھا ہے کہ بعد وقوع قضیۂ تحکیمین انکی جگہ امیر معاویہ مستقل خلیفہ
ہوگئے - ابن حجر نے شرح بخاری میں اسی قول کو قوت دی ہے - اور لکھا ہے کہ یہ جملہ
خلفاء اپنے اپنے عہد میں ملک کو ترقی دیتے رہے - اگر سب کی فتوحات کو لکھا جائے
تو مضمون بڑھ جائیگا - بنظر خیر و برکت صرف دو بزرگوار خلیفوں کا مختصر احوال
لکھتا ہوں - اگرچہ ان کا حال مصباح الہدایت حصہ اول میں کچھ لکھا جاچکا ہے
مگر بخیال ضرورت یہاں بھی تھوڑا سا لکھدیتا ہوں - وہ ایک تو آپکے پیر و مرشد
امیر معاویہ ہیں - اور دوسرے آپکے خلیفۃ اللہ حضرت ولید ہیں - سیوطی نے
تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے - کہ معاویہ نے سنہ ۴۴ھ میں ملک رخج و سجستان و ودان
وکوزانی وغیرہ فتح کیے - اور سنہ ۴۵ھ میں قیقان اور سنہ ۵۰ھ میں قہستان اور
اسی سال میں اہل شام سے یزید کیلئے بیعت حاصل کی - اور اپنے بعد اُس
ہونہار کو مستقل خلیفہ لوگوں سے تسلیم کرایا - وہ بڑا صاحب صولت و شوکت خلیفہ
تہا - خلفائے ماسبق میں یہ حشمت و صولت یہ رفعت و سطوت جو معاویہ کو
حاصل ہوئی کسی کو نہ تھی - تاریخ مذکور میں معاویہ کی نسبت یہ جملہ لکھا ہوا ہے -
(عن کعب الاحبار ما ملک احد ھذہ الامۃ ما ملک معاویۃ) یعنے
معاویہ کی طرح کسی کو تسلط فی الارض حاصل نہیں ہوا - اُسی تاریخ کے صفحہ ۱۵۲
پر ولید کی نسبت جو آپ کا آٹھواں خلیفہ ہے - بایں عنوان لکھا ہے - کہ
سنہ ۸۷ھ میں بیکند - بخارا - سروانیہ - مطمورہ - قمیم - بحیرۃ الفرسان فتح ہوئے
سنہ ۸۸ھ میں جرثومۃ - طوانہ سنہ ۸۹ھ میں جزیرہ - منورقہ - میورقہ سنہ ۹۱ھ میں نسف
کش - شیرو شی - مداین اور چند قلعے متعلق آذربائیجان سنہ ۹۲ھ میں کل ملک اندلس
شہر ارمائل [illegible] سنہ ۹۳ھ [illegible] بیضا - خوارزم

سمرقند سغد ۹۴ھ میں کابل۔ فرغانہ۔ شاش۔ سندھ وغیرہ ۹۵ھ میں ہوتمان شہر اباب ۹۶ھ میں طوس اور اسی ۹۶ھ میں یہ نامور خلیفہ مر گیا۔ اسی صفحہ پر ولید کی نسبت رقمطراز ہے۔ (واقام الجہاد فی ایامہ وفتحت فیہ فی خلافتہ فتوحات عظیمہ) اسی موقعہ پر یہ بھی لکھا ہے۔ (قال ابن ابی عبلہ رحم اللہ الولید واین مثل الولید افتتح الھند والاندلس وبنی مسجد الدمشق) ابن ابی عبلہ نے کہا۔ خدا رحم کرے ولید پر اور کہاں ہو سکتا ہے کوئی ولید کی طرح اس نے اندلس اور ہند کو فتح کیا۔ اور دمشق میں مسجد بنائی۔ (صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے۔ (قال الذہبی عاش الجہاد فی ایامہ وفتحت فیہ الفتوحات العظیمہ کایام عمر ابن الخطاب) امام ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کے عہد میں جہاد زندہ ہو گیا۔ اور ایسی فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں جیسی کہ عمر ابن الخطاب کے وقت میں ہوئی تھیں۔ جن دو بزرگ (معاویہ و ولید) کا ذکر کیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ آپ کی خوشنودی مزاج کے لئے ان ہر دو بزرگان اہل سنت کے کچھ فضائل بھی بطور قند مکرر بیان کر دوں۔ تاکہ عام طور پر معلوم ہو جائے۔ کہ اہلسنت نے حسب خبر معتبر مندرجہ صدر جو بارہ خلیفہ تجویز فرمائے ہیں وہ کیسے کیسے شمع و چراغ اسلام ہیں۔

حالات امیر معاویہ

نامی صاحب و مظہر صاحب آپکے اس بزرگ کے حالات اسلام کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ کہ خلیفہ برحق کا مقابلہ کیا محض طمع دنیا سے بلا استحقاق جائز میدان جنگ میں ہزاروں بندگان خدا کا خون گرایا۔ منبر نبوی پر بیٹھ کر خاندان رسالت کو برا بھلا کہا۔ امام حسن کو زہر دلوایا۔ انکے مرنے پر اظہار مسرت و بشاشت کیا۔ ام المومنین عائشہ کو ایک گڑھے میں ڈالکر ہلاک کیا۔ وغیرہ وغیرہ دیکھو حصہ اول مصباح الہدایت جس میں تمام کتب سیر و تاریخ کا حوالہ مرقوم ہے۔

حالات خلیفہ ولید

اہلسنت کے بارہ خلفاء میں سے یہ آٹھواں خلیفہ ہے۔ ایسا آٹھوں گانٹھ کمیت یعنی عیب شرعی رکھتا تھا۔ کہ جسکے حالات لکھتے قلم کو حجاب آتا ہے۔ مولوی صدیق حسن خان کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۹۶/۹۷ پر ولید کے متعلق ایک طولانی عبارت لکھتے ہیں۔ جسکا بعض حصہ یہ ہے۔ (از ولید فسق و کفریات

بسیار از آں جملہ ایں است کہ روزے در قصر اُو آمد و دختر خود را
دید کہ نزد دایۂ خود نشستہ است۔ برجست و بکارت او را زائل کرد۔ دایہ
گفت ایں دین مجوس است۔ ایں بیت برخواند۔ بیت

مَن راقب النّاس غمّا۔ و فاز باللذّۃ الجسور

یعنے جو شخص ملامت سے ڈرتا ہے وہ رنج اُٹھاتا ہے۔ اور دلیر و جسور
مرد اور لذت حاصل کرتا ہے۔ پھر اُسی صفحہ پر لکھا ہے۔ (روزے مصحف
را کشاد ایں آیہ برآمد (وخاب کل جبارٍ عنید) گفت مرا بتر سانی
مصحف را بند کرد و تیرے کہ در دست داشت بداں قرآں را زدن و
پارہ کردن گرفت۔ تا آنکہ دریدہ شد۔ بعدہ ایں ابیات بخواند

آتوعد کل جبارٍ عنیدٍ ۔۔۔ فہا انا ذالک جبارٌ عنید
اذا لاقیت ربک یوم حشرٍ ۔۔۔ فقل ربّ مزقنی ولید

ولید قرآن سے خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ تو ہر جبار و سرکش کو ڈراتا ہے پس
آگاہ ہو کہ وہ سرکش میں ہوں۔ جبکہ تو خدا سے ملاقات کرے تو کہدینا کہ مجھ
کو ولید نے پھاڑ ڈالا۔ پھر اُسی موقعہ پر لکھا ہے۔ (روزے اذان شد
نزدش جاریہ بود کہ با وے شراب میخورد۔ بآواز اذاں برخاست و او را
وطی کرد و سوگند خورد کہ غیر آں جاریہ دیگرے ایںوقت با مردم نماز نگزارد
پس آں جاریہ ہمچناں بدمست برخاست و لباس آں ناپاک بر خود پوشیدہ
و تبدیل صورت نمودہ با مردم نماز کرد و ہم چنیں با اُمہات اولاد پدر خود وطی
میکرد) روضۃ الصفا میں دربارہ ولید لکھا ہے۔ کہ یہ دو بیت آنحضرت صلعم کی
نسبت اُس کی طبیعت کا نتیجہ ہیں۔

(تلعب بالخلافۃ ہاشمی۔ بلا حق أتاہ ولا کتاب + فقل للہ یمنعنی طعامی وقل للہ یمنعنی
شرابی) (ایک ہاشمی مراد رسول اللہ) بغیر کسی حق کے خلافت سے کھیلا تھا۔ اسپر کوئی
کتاب آئی تھی۔ کہو خدا سے کہ مجھ کو کہانے اور شراب پینے سے روکدے پھر اُسی
صفحہ پر لکھتے ہیں۔ ہوا و ارادہ کردہ بود کہ بر مکہ معظمہ رفتہ بر بام کعبہ بشرب خمر
پرداز دوستعادت خود را از انچہ بود روشن تر سازد اما پیش از وقوع آں
عزرائیل علیہ السلام بحکم جبار شدید الانتقام بقبض روحش پرداختہ بدرک
الاسفل روانہ ساخت۔

یہ ہیں وہ بارہ خلفاء جو کہ حضرات اہلسنت نے حسب خبر آنحضرت صلعم تجویز فرماکر وقعت اسلام بڑھائی ہے بجملہ فتوحات و ملک گیری جناب ولید حسب تصریح امام ذہبی مندرجہ صدر ہمرتبہ حضرت فاروق اعظم سمجھے گئے۔ اہلسنت نے ایسے بارہ بزرگواروں کو خلیفہ حق مانکر داد اسلام دی اور فرقہ حقہ شیعہ نے اولاد رسولؐ میں سے بارہ امام جو طیب و طاہر ہیں حسب الفرمان الٰہی و ہدایت جناب رسالت پناہی خلیفہ خدا و رسولؐ تسلیم کیا۔ حشر عمر با عمر۔ حشر علیؑ با علیؑ۔

ناصبی صاحب آپ معاویہ و ولید ہمرتبہ حضرت عمر کے ساتھ محشور ہونگے۔ اور ہم امیں ولی مطلق اور خلیفہ برحق جنہے آپ استہزاء غار میں چھپنے والا کہتے ہیں کے جھنڈے کے نیچے یا علیؑ کہتے ہوئے میدان حشر میں آئینگے۔ انشاء اللہ العزیز ہماری اور آپکی اسوقت جبکہ آپ معاویہ کی دُم دبائے ہونگے اور ہم جناب امیرؑ اور انکے فرزند کا دامن تھامے ہوئے قیامت کے میدان میں آئینگے۔ دو دو باتیں ہونگی۔ اہلسنت تین خلفاؤں پر بشارت آیہ کو محدود کرکے سخت ناانصافی کرتے ہیں۔ انکو چاہیے کہ خلفائے دوازدہ گانہ کے منکر کو کافر اعتقاد فرمائیں جیسا کہ ثلثہ کو جانتے ہیں۔ ایسا ہی یزید معاویہ و ولید کو سمجھیں انپر بھی اجماع ہوا۔ یہ بھی مجمع علیہ خلیفہ ہوکر فتوحات میں ہمپایہ و ہمسر عمر سمجھے گئے۔ اگر تابعان یزید و ولید دائرہ خلافت کو کچھ اور وسیع کرنا چاہیں جس طرح آجکل آل انڈیا خلافت کر رہی ہے۔ اور جمعیۃ العلماء مختلف فتاوے شائع فرما رہی ہے یا امام الہند ابوالکلام حسب قضا داد خلافت دے رہے ہیں۔ تو خاندان غزنویہ عباسیہ اور سلجوقیہ و غلامان و تغلقیہ و مغلیہ و سوریہ و لودیہ و عثمانیہ سب کو تحت آیہ خلافت فرماکر فتوے شائع کردیں۔ کیونکہ جو کام ثلثہ سے وقوع پذیر ہوا۔ وہی ان سلاطین سے روئے ظہور لایا۔ بلکہ ان لوگوں نے دامن سلطنت کو اسقدر وسیع کیا کہ قندہار و ہرات سے برہما تک پھیلا دیا۔ سبکے اوقات حکومت میں تمکین دین پوری ہوئی۔ امن و امان بہت اچھا رہا۔ ہزارہا بت خانے مسمار ہوکر مسجدیں بنیں۔ بے عبادت خدا بلا امتزاج شرک کی۔ اگر ذرا غور اور تامل سے دیکھئے تو یزید و ولید وغیرہ دیگر سلاطین مابعد کی حالت حضرات ثلثہ سے بدرجہا بہتر دیر معلوم ہوگی کیونکہ طبقہ آخرالذکر فطرت اسلامی پر پیدا ہوا۔ اور ثلثہ نے مدت تمادی تک بت پرستش کی۔ کافر عورتوں کے دودھ سے نشو و نما پایا۔ تمام حرام اشیا کھاتے پیتے رہے مگر تہ دم تک ہوئے شرک طبیعت سے نہ گئی۔ حسب تسلیم شاہ ولی اللہ صاحب متکلمہ اہلاق

بالا چیونٹی کی چال مشرک خلیفہ اول کے رگ و پے میں گشت لگاتا رہا۔ لہٰذا مسلم فطری اور مسلم تلی میں فرق بیّن ہے تعجب ہے کہ مسلمانان فطری جو کہ مشرکانہ طریق سے فطرتاً بری تھے نعمت استخلاف سے محروم رکھے جائیں اور جن صاحبان نے دائرہ کفر کی گود میں پرورش پائی۔ وہ موحد و خدا پرست کہے جائیں۔ دیدہ باید خیاب نامی صاحب و مسٹر مظہر صاحب اب کیا رنگ اختیار فرماتے ہیں +

حضرات ثلاثہ کا منافق و خارج از ایمان ہونا

ہمارے مہربان مسٹر نامی و مظہر صاحب نے فاروق اعظم اور صدیق میں بڑی عبارت آرائی کر کے ظاہر فرمایا ہے کہ حضرات ثلثہ مومن کامل تھے اور ہمیشہ اسلامی خدمت کرتے رہے۔ حیات آنسرورؐ میں تو جو خدمات حضرات موصوف الصدر سے وقوع پذیر ہوئی تھیں۔ درج رسالہ ہذا کیگئی ہیں۔ اب میں انکے ان حالات پر روشنی ڈالتا ہوں جنکی بنسبت آنسرورؐ خبر دے گئے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ بعد وفات حضور انورؐ منافقین ایسا کھل کھیلے اور اسلام میں وہ خرابی ڈالی جسکا اثر قیامت تک جانیوالا نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ مومنین اور منافقین کا طرز عمل مثل ادائے نماز و روزہ و حج و زکوۃ و جہاد وغیرہ ایک عنوان سے تہا۔ لہٰذا تمیز نہ ہوسکتی تہی کہ کون منافق ہے اور کون مومن حتیٰ کہ خود آنسرورؐ بھی انکو شناخت نہ کرسکتے تہے۔ چنانچہ خداوند تبارک سورہ توبہ کے رکوع سوم میں فرماتا ہے۔ (ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم) (یعنی بعض اہل مدینہ کا دلی نفاق سے بہرا ہوا ہے اے محمدؐ تم انکو نہیں جانتے ہم ان کے دلی حالات سے آگاہ ہیں۔) ارباب نفاق کی یہ کثرت تہی کہ آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ (یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین الخ) ظاہر ہے کہ آنسرورؐ نے منافقین سے جہاد نہیں کیا۔ بلکہ اس امر کو جناب امیرؑ پر موقوف کیا۔ کیونکہ آپ امورات نبوتی میں حسن اعتبار دونی رکھتے تھے۔ البتہ بزمانہ آنسرورؐ قدرت نے اسکے لیے ایک کسوٹی مقرر کردی تہی۔ جس سے منافقین کی شناخت ہوتی تہی۔ محب علیؑ مومن کہا جاتا اور مبغض مرتضویؑ منافق کے نام سے پکارا جاتا۔ صحیح ترمذی میں جابر انصاری اور ابو رجانہ سے روایت ہے کہ عداوت مرتضویؑ بزمانہ آنحضرت علامت نفاق تجویز ہوگئی تہی۔ بعد وفات آنسرورؐ جو شنا اہلبیت علیہم السلام

کے دشمن تھے۔ تو ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ منافق تھے۔ علاوہ بریں ایک
خاص گروہ منافقین کے نام آنحضرت نے حذیفہ کو بتلائے ہوئے تھے۔ چنانچہ
قبل ازیں ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت عمر حذیفہ سے اپنی نسبت دریافت فرمایا کرتے
کہ بھیا میرا نام تو فہرست منافقین میں آپکے یہاں درج نہیں۔ علاوہ ازیں
حضرت عمر کو اپنے نفاق کا بحدے متیقن تھا۔ کہ سوگند کہاتے اور کہتے۔ کہ
میں منافقین میں سے ہوں۔ چنانچہ کتاب مصنفہ میں بروایت امام ذہبی
حضرت عمر نے حذیفہ سے کہا۔ (باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین)
یعنی خدا کی قسم اے حذیفہ میں منافقین سے ہوں۔ اب یہ امر قابل غور ہے
کہ حضرت عمر کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ حذیفہ سے اپنے نفاق کی
جانچ کرایا کرتے۔ اور حسب روایت امام ذہبی واللہ باللہ سے اپنی منافقت
کو موثق فرماتے۔ انشاءاللہ آیا صحاح اہلسنت سے ثابت کرونگا۔ کہ حضرات ثلثہ
بڑے پکے منافق تھے۔ صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ آنحضرت
نے حذیفہ سے فرمایا۔ کہ ہماری وفات سے قریب ایسے لوگ فرمانروائے
ملک اسلام ہونگے۔ جنکے دل شیطان او صورت انسانی ہوگی۔ وہ شاہراہ
حق سے لوگونکو منحرف کرکے بادیہ ضلالت و گمراہی میں بھٹکائینگے۔ انکے
احکام ماننا اور اطاعت کرنا اگرچہ وہ کیسے ہی ظلم کریں۔ اسی طرح ابوذر رض
غفاری کو خبر دی۔ کہ یہ لوگ مال خدا کو کھا جائینگے۔ اور ظلم و بدعت اختیار
کرینگے۔ چنانچہ اسکی تصدیق حکم عثمانی کے باعث حضرت ابوذر کے جلاوطنی
سے ہوتی ہے۔ دیکھو طبری واعثم و روضۃ الصفا وغیرہ کتب سیرۃ و تاریخ اسی
طرح آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی عنقریب وہ لوگ حکومت کرنیوالے
ہیں۔ جو دین سے متنفر ہو کر دنیا کو لپٹ جائینگے۔ میراث کو کھا جائینگے۔ اور صفحہ دنیا
کو تختہ مکاری بنادینگے۔ اسوقت تم کیا کروگے۔ آپنے عرض کی کہ میں ان
مصائب و بلیات پر صبر کرونگا۔ اور جس چیز کو وہ اپنا مایہ ناز کہینگے چھوڑ دونگا۔
(دیکھو کنز العمال جلد ششم ص۶۹) اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے
فرمایا۔ ہمارے بعد ایسے امام ہونگے کہ اگر تم انکی اطاعت کروگے تو کافر بنا دینگے
بصورت انحراف قلع قمع کرینگے۔ دیکھو واقعہ حضرت نویرہ و ابو بکر کہ اس بیچارے کے
انحراف کے سبب کیا گت بنائی گئی۔ الزام ارتداد لگا کر قتل کیا گیا۔ اور اس

مسلمان کی عزت پر آپکے سیف اللہ خالد ولید بلا عدہ شرعیہ چڑھ بیٹھے
(وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون) بخاری شریف میں
آیا ہے (وستحرصون علے الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ)
ترجمہ حضرتؐ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا عنقریب تم لوگ حرص امارت
کروگے۔ اور وہ قیامت میں تم کو ندامت دینے والی ہوگی۔ (ناجی و امی یا
رسول اللہؐ آپکا ارشاد فیض بنیاد کیسا سچا تھا۔ کہ ابھی آپ دفن نہ ہوئے
تھے۔ کہ امارت و حکومت کے لئے سرتوڑ کوششیں شروع ہوگئیں۔ چون
صحابہ حب دنیا داشتند مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند) جن شیاطین
و دنیا پرست لوگوں کی خبر آنسرورؐ نے دی تھی۔ وہ سوائے ثلثہ اور کوئی نہیں۔
اگر ناجی صاحب و مظہر صاحب اپنے مذہب کو مستحکم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ ردّ
مضامین رسالہ ہذا ہے سمجھا دیں کہ جن لوگوں کی خبر احادیث میں وارد ہے
وہ ثلثہ نہ تھے۔ اور تھے۔ اب میں اس بارہ میں آپکو حضرت حذیفہ کا اعتقاد
بھی دکھلاتا ہوں۔ بخاری کی کتاب الفتن میں صفحہ ۹۰۸ پر لکھا ہے (عن حذیفۃ
انما کان النفاق علے عہد النبی فاما الیوم فانما ھو الکفر بعد الایمان) حذیفہ
کہتے ہیں۔ کہ بعہد آنسرورؐ لوگ منافق تھے۔ لیکن اب اُس سے بڑھ کر میدان کفر
کی سیر کر رہے ہیں۔ جناب ناجی صاحب و مظہر صاحب آپکو انصاف کے روح کی قسم دیکر پوچھتا
ہوں۔ کہ جن لوگوں کو آنحضرتؐ نے حسب اندراج بخاری و مسلم و کنز العمال حریص
حکومت دین سے متنفر بندہ دنیا مکار فریبی انسان صورت شیطان سیرت بتلایا
وہ کون لوگ تھے۔ مال بیت المال سے کس نے ستر ہزار درہم اڑائے۔ میراث
جناب سیدہؑ کس کے گلے میں اُتر گئی۔ حضرت امیرؑ نے (یا ابن امی) کہہ کر
کن کے ہاتھوں استغاثہ کیا۔ اور کن کی اوقات حکومت میں صبر سے کام لیا
جناب سیدہؑ کن پر غضب ناک ہوئیں۔ کن کو اپنے جنازہ کی شرکت سے روکا۔ کن
کے ہاتھوں متقدر صحابہ رسولؐ پیٹے اور جلا وطن ہوئے۔ جناب امیرؑ پر وہ
مصیبت کب اور کس طرح پڑی جس کے لئے صبر کا حکم آنسرورؐ نے فرمایا تھا۔
میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر انصاف سے تلاش کرینگے تو ناجی صاحب و مظہر صاحب
سیدھے ثلثہ کے دروازہ پر جا کھڑے ہونگے۔ جسطرح کھوجی چور کے گھر جا کھڑا
ہوتا ہے

ابطال پر انشاء اللہ کسی کو قوت نہ ہوگی۔ لیجیے ایک اور سندی کتاب کا پتہ دیتا ہوں۔ جو بلا توقف ہر جگہ مل سکتی ہے۔ وہ مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ہے بمقام وصایائے آنحضرت صلعم یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ حضور پرنور صلعم نے ہنگام رحلت علی علیہ السلام سے کہا۔ یا علی بعد از من بسے مکروہات بتو خواہد رسید باید دلتنگ نہ شوی وچوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری (نامی صاحب و مظہر صاحب کا فرض ہے کہ ہمیں بتلائیں کہ بعد آنحضرت صلعم وہ کون بزرگوار تھے جو کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے۔ مہربانی فرما کر توجہ فرمائیں۔ جن بزرگواروں نے بلا استحقاق دین کو چھوڑ کر دنیا کو جائے قرار بنایا تھا۔ وہ بالکل دنیا کے بندے تھے۔ دین سے انکو مطلق بہرہ کار نہ تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے انکے اوقات حکومت میں صبر و سکوت سے کام لیا۔ اور انکی بیجا دست اندازی پر کبھی دست تعرض دراز نہ کیا۔ اگر آپ ہزار کوشش کرینگے تو سوائے حضرات ثلثہ اور کوئی دکھائی نہ دینگے۔

بنظر تسکین ناظرین ایک اور صاف اور صریح نشان بتلاتا ہوں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کی خبر مخبر صادق نے دی تھی وہ سوائے حضرات ثلثہ اور کوئی نہ تھا۔ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ جب دجال خروج کریگا تو اسکے رفقا و دمساز وہ لوگ ہونگے جو عثمان کے دوست اور اسکے تابعین میں سے ہونگے۔ عبارت یہ ہے۔ (عن حذیفہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرج الدجال یتبعہ من کان یحب عثمان) جناب نامی صاحب و مظہر صاحب و جمیع اہلسنت بالیقین تابعین و محبین عثمان سے ہیں افسوس ہے کہ اسلام کا اتنا بڑا گروہ جو سواد اعظم کے نام سے ملقب ہو رہا ہے۔ دجال کے گدھے کی دم پر ہاتھ رکھے ہوئے (ھذا امامنا) کہتا ہوا ساتھ ہوگا حضرت عائشہ طلحہ و زبیر طالب خون عثمان ہو کر حضرت امیر علیہ السلام سے برسر مخاصمہ ہوئے تھے۔ لہذا وہ بھی اس گروہ پر شکوہ میں ضرور رونق افزائے محبان عثمانی ہو کر تقویت بخش سنیان ہونگے۔

جناب سرور عالم صلعم کا مشورہ شیخین سے ناخوش ہونا اور انکی رائے سے اظہار نفرت فرمانا

مظہر صاحب نے فاروق اعظم میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم شیخین کے مشورہ پر ہمیشہ کار فرما ہوتے چنانچہ آپ نے فرمایا جس امر میں تم دونو متفق الرائے ہو ممکن نہیں کہ میں اسکے خلاف کروں لہذا ضروری ہوا کہ ناظرین کو دکھایا جاوے کہ ہمارے مخاطبین نے کہانتک لوگوں کو دھوکہ دیا ہے

اور افترا پردازیوں سے کام لینا چاہا ہے۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ اگر مخاطب صاحبان معاویہ کے معصر ہوتے۔ اور اس وقت ..... ابوہریرہ کی طرح فضائل شیخین بیان کرتے۔ تو آج ان کو ضرورت فراہمی چندہ و خوشامد خلائق نہ ہوتی بہرحال من حدیث خاصف النعل مسلمہ فریقین ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قریش کے چند آدمی اپنے گروہ سے فرار کر کے آنحضرت کی پناہ میں آگئے تھے۔ انہوں نے اپنے مفرورین کی واپسی کے لئے بحضور پیغمبر درخواست پیش کی۔ آنحضرت نے ابوبکر سے پوچھا۔ کہ قریش جس امر کی خواہش کرتے ہیں۔ اس میں تمہاری رائے کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ میری دانست میں ان کی درخواست قابل پذیرائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ آپ کے ہمسایہ ہیں۔ یہ سنکر آپ نے عمر سے پوچھا عمر نے بھی وہی مشورہ دیا۔ جو ابوبکر نے دیا تھا۔ حضور انور کو دونوں کی رائے ناپسند ہوئی۔ اور کبیدہ ہو کر فرمایا کہ اے گروہ قریش انشاء اللہ تم چین سے نہ بیٹھو گے۔ تم پر خدا ایسے شخص کو مسلط کریگا۔ کہ جس کے قلب کا امتحان خدا نے کر لیا ہے۔ وہ تمہاری گردن مارے گا۔ یہ سنکر ابوبکر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں۔ آنحضرت نے جواباً فرمایا کہ نہیں۔ پھر عمر نے اپنی نسبت دریافت کیا اس کو بھی نفی میں جواب ملا۔ حضور انور نے فرمایا۔ وہ شخص وہ ہے۔ جو میرے نعلین کے بند ٹھیک کر رہا ہے۔ حجرہ طاہرہ میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ خاصف النعل حضرت امیر علیہ السلام تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ربعی بن خراش و ابو سعید خدری و عبد اللہ بن خطیب سے اور جمع بین الصحاح ستہ و مناقب اخطب الخطباء موفق بن احمد الخوارزمی و کتاب الفضائل علامہ سمعانی و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی و ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے مضمون بالا کو نقل کیا ہے۔ اس جگہ بعض کتب مذکورہ سے ایک ایک دو دو جملہ متعلق بہ واقعہ مذکورہ ملتبند کرتا ہوں۔ متوجہ ہو کر ملاحظہ فرمائیے اور داد انصاف دیجئے۔

عبارت مسند امام احمد حنبل بروایت ربعی بن حراش

(یا معشر القریش لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم امتحن اللہ قلبہ للایمان یضرب رقابکم علی الایمان قیل یا رسول اللہ ابوبکر قال لا قیل عمر قال

لا ولاکن خاصف النعل فی الحجرہ الخ

عبارت دیگر از مسندیہ روایت ابی سعید الخدری

قال صلی اللہ علیہ وآلہ ان منکم من یقاتل علی التاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر انا ہو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ہو یا رسول اللہ فقال لا ولاکنہ خاصف النعل

عبارت سوم مسند رجہ مسند بروایت عبداللہ بن خطیب

قال رسول اللہ لوفد ثقیف حین جاءہ لتسلمن او لابعثن الیکم رجلا منی او قال مثل نفسی فیضرب اعناقکم ولیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم قال عمر واللہ ما اشتہیت الامارۃ الا یومئذ

عبارت کتاب الجمع بین الصحاح ستہ

بعینہ عبارت مسند امام احمد حنبل مندرجہ اول

عبارت مناقب اخطب الخطباء احمد خوارزمی

بعثن الیکم رجلا کنفسی طاعتہ کطاعتی ومعصیتہ کمعصیتی لفصلکم اللہ بالسیف

عبارت کتاب سمعانی و حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی

حتی یبعث اللہ رجلا امتحن اللہ قلبہ بالایمان

عبارت صواعق محرقہ

ابن حجر لکھتے ہیں کہ آنحضرت بعد فتح مکہ بسمت طائف تشریف لے گئے اور خطبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا۔

(اوصیکم لعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمون الصلوٰۃ ولتؤتن الزکوٰۃ او لابعثن الیکم رجلا منی اوکنفسی لیضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی ثم قال ھو ہذا)

واضح ہو کہ سوائے صواعق محرقہ کہیں امتحن اللہ قلبہ بالایمان کہیں کنفسی اور خاصف النعل کہیں رجلا منی وغیرہ بطور اشارات فرمایا گیا ہے مگر یہ روایت صواعق محرقہ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا گیا کہ وہ شخص یہی ہے سو روایات مندرجہ

عندیہ میں چند جملے ہیں جن کی توضیح مناسب ہے۔ تاکہ ناظرین حقیقت الامر پر آگاہ ہو جاویں۔

تبصرہ بر فقرات اول امتحن اللہ قلبہ دوم بعض من رجالکم علی الدین سوم رجلا کنفسی و رجلا منی۔ چہارم طاعتہ کطاعتی۔ پنجم یقاتل علی التاویل۔ ششم بجواب ابوبکر و عمر آنحضرتؐ کا لا و لا فرمانا

(فقرہ اول امتحن اللہ قلبہ للایمان)

قبل ازیں کہ ان فقرات کی توضیح کی جاوے۔ عرض کر چکا ہوں کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابتدائے بعثت آنحضرتؐ سے امورات نبوتی میں حضور انورؐ کے شریک و سہیم رہے۔ جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تبلیغ رسالت میں شریک و سہیم تھے اور کیوں نہ ہوتے۔ کہ آپ بہ نحوائے آیہ مجیدہ (قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم الی آخرہ نفس محمدیہؐ تھے۔ چنانچہ شیخ عطار فرماتے ہیں ؎

خدا نفس پیغمبرؐش خواندہ است
دگر را فضیلت کجا ماندہ است

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ فارسی جو ایک جلیل القدر سنی عالم نے کیا ہوا ہے بلفظہ لکھتا ہوں۔ دار قطنی روایت کردہ کہ علیؑ در روز شوریٰ حجت بر اہل شوریٰ گرفت گفت شما را سوگند میدہم بخدائے تعالیٰ۔ و سوال میکنم کہ ہیچ کدام از شما بہ رسول صلعم در نسب نزدیک تر از منست و غیر از من کسے دیگر و مشابہت کہ گردانید او را رسول صلعم نفس خود و اولاد او را اولاد خود و زبان او را زبان خود گفتند ہیچ کدام از ما این منزلت ندارد) اب صاحبان بصیرت خود انصاف فرما کر سوچیں۔ کہ علیؑ کی موجودگی میں ایرے غیرے پچکلیاں سسرے جانشین پیغمبرؐ بن جاویں۔ اور وہ علیؑ جو ابتدا سے انتہا تک ہر ایک فرائض نبوتی کی تبلیغ میں شریک پیغمبرؐ رہے اسے علیحدہ کر کے کیا جاوے۔ کہ جس قدر تفصیلات و عنایات ایزدیہ بزمانہ

ملائکہ شریک حال مسلمانان تھے۔ یک دم مسدود ہو گئے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

افسوس صد افسوس کہ غصب حقوق مرتضویہ پر ہی قناعت نہیں کی۔ بلکہ وہ علیؑ جس کی نسبت پیغمبرؐ فرمائے (انا و علی من نور واحد یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔ جس کی نسبت ارشاد محمدیہ ہو کہ علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ) وہ علیؑ جسے خدا نفس رسولؐ قرار دے۔ وہ علیؑ جس کی اولاد اولاد رسولؐ قرار پائے۔ چنانچہ طبرانی و حجر مکی نے بروایت جابر انصاری نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ (ان اللہ تعالیٰ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ و جعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالبؑ) ترجمہ:۔ بہ تحقیق خداوند تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی ذریت کو اس کی صلب سے گردانا ہے۔ اور میری ذریت کو علیؑ کی صلب سے قرار دیا۔ اس علیؑ کی نسبت بہ محبت شیخین کہا جاوے کہ اسی سے کل پانچسو حدیث پہنچی۔ اور وہ بھی باسناد ضعیفہ اور اکثر مسائل میں علیؑ سے استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ اغلاط سرزد ہوئے۔ دیکھو ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ آمدم بر سر مطلب (امتحن اللہ قلبہ للایمان) جس کے ایمان کا خدا نے حسب شہادت حضرت ختمی مرتبتؐ امتحان کر لیا۔ اس سے بالاتر نیابت نبوت میں کس کا استحقاق ہو سکتا ہے ہم علمائے سنیہ اور نامی و منظر صاحبان کی دانشمندی پر کہ پنجتن علیؑ کے بارے میں یہ ارشاد فرماویں۔ کہ اس کو دفتر خداوندی سے سند ایمان مل گئی ہے۔ ابوبکر و عمر کو جن کے لیے سرورؐ عالم نے فرمایا ہو۔ کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم میرے بعد کیا کیا احداث فی الدین کرو گے۔ اور تمہارے دلوں میں شرک چیونٹی کی رفتار پر ہے۔ اور وہ خود یوم صلح حدیبیہ بزبان فیض ترجمان سے کہیں۔ کہ جیسا مجھے آج شک پیغمبرؐ کی رسالت میں ہوا ہے۔ کبھی نہ ہوا تھا۔ افضل و برتر و مستحق خلافت سمجھے جاویں۔ بر این عقل و دانش بباید گریست۔ اے گروہ سنیہ جس کے ایمان کی خود رسولؐ اس طرح شہادت دے۔ ذرا انصاف سے جواب دو۔ اسلام میں کون شخص دوسرا اس کے مقابلہ میں کامل الایمان ہے۔ جسے ممتحن حقیقی نے خود

پانچ ایمان عطا فرمایا ہے۔

(فقرہ دوم بعض فی رقابکم علی الدین)

وہ ہتیار ہی کو نہیں مارے گا۔ دین کے لئے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد صاف اس امر کا شاہد ہے۔ کہ علی کی جنگ محض بوجہ اللہ تائید دین مبین کے لئے تھی ایس میں فقط بغیر شائبہ نفسانی نہ تہا۔ اسی واسطے جناب سرور عالمؐ نے اکثر مواقع پر (حربک حربی) فرمایا ہے۔ جو شخص محض ترویج دین کے لئے جنگ کرے۔ وہی مستحق نیابت ہوسکتا ہے۔ نہ کہ وہ کہ توسیعات مملکت و ترقی سلطنت کے لئے قوت جماعت سے لوگوں کے ملک پر چڑہائی کرے۔ یا بباعث اغراض نفسانی جدال و قتال کرے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر نے محض اس لئے بیچارے مالک بن نویرہ صحابی رسولؐ کو جس نے زکوٰۃ دینے سے بدیں وجہ انکار کیا کہ تہیں کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ تم مجھ سے طلب کرو۔ البتہ سچا خلیفہ و نائب رسولؐ مجھ سے طلب کر سکتا ہے۔ اس مرد مسلم پر الزام ردت لگا کر بغرض استحکام خلافت خود خالد بن ولید کے ہاتھوں قتل کرایا۔ اور آپ کے سیف اللہ نے اس مرد مسلم کی زوجہ پر اسی شب بلا عدت شرعیہ پورا کئے سواری گانٹھی۔ ہر چند حضرت عمر و دیگر صحابہ جلیل القدر نے ابوبکر سے کہا۔ کہ خالد کو مالک کے عوض قتل کیجئے اور سزا دیجئے۔ کہ اس نے ناحق ایک مومسلم کو قتل کیا۔ مگر ابوبکر ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور کیوں ہوتے۔ خالد نے جو کچھ کیا تہا۔ ان کی خلافت کے استحکام کے لئے کیا تہا۔ دیکھو طبری جلد ۳ و تاریخ اعثم کوفی و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ حضرت عمر جب خلیفہ ہوئے۔ تو اسی خالد بن ولید کو جس کے قتل کے لئے خلافت ابوبکر میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔ صرف عزل کیا۔ نہ معلوم قتل مالک کا گناہ چند ماہ گذرنے سے جاتا رہا تہا کہ وہی خالد جو واجب القتل تہا۔ اب موقوفی عہدہ و ضبطی مال کے باعث سزائے شرعیہ سے بچ گیا۔ مورخین نے لکہا ہے کہ عمر کو خالد سے زمانہ جاہلیت کی دشمنی تہی۔ اور وجہ عداوت یہ تہی۔ کہ بچپنے میں کشتی کرتے آپکی ٹانگ خالد نے توڑ دی تہی ؎

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

لہذا جو کچھ آپ نے خالد سے سلوک کیا۔ ذاتی عداوت کے باعث تہا نہ شرعیہ

رہے حضرت عثمان انکی حالت کا کیا کہنا۔ آپ نے تو دن دہ اصرافت فی الدین کیا۔ اور اغراض ذاتیہ کے لئے جو چاہا عمل کیا۔ اگر کسی نے ٹوکا یا نصیحت کی بکہ یہ امر خلاف تدین ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہئے۔ فوراً پٹ گیا یا جلاوطن کیا گیا۔ دیکھو کتب تاریخ وسیر

(فقرہ سوم رجلًا کنفسی یرجلاً مثل نفسی یعنی یہ شخص مثل میرے نفس کی ہے یا یہ شخص مجھ سے ہے)

جو شخص حسب شہادت نبویہ و التصدیق الٰہیہ نفس پیغمبر ہو اور جس کو رسول اکرم خلیفہ و خلعت نبی فرمائیں۔ اس کے نائب رسول اور خلیفہ بلا فصل ہونے میں اگر دریغ کریں۔ تو شیخین کے مقلد ہی کر سکتے ہیں۔ اور جو شیخین کے الزامات دور کرنے کے لئے خود ذات حضرت نبوی پر الزام لگانے سے نہ چوکے۔ یہاں تک کہ جب دیکھا کہ حضرات شیخین مرتے دم تک بادہ نوشی سے نہ ٹلے۔ تو آنحضرت صلعم کی نسبت کہدیا کہ معاذ اللہ آپکی مے نوشی کی یادگار میں مسجد فضیخ بنائی گئی۔ دیکھو مصباح الہدایت حصہ اول سنیوں کا بیعنبر)

(فقرہ چہارم طاعتہ کطاعتی ترجمہ اسکی اطاعت میری اطاعت ہے)

جس کی اطاعت کو حضور سرور عالم اپنی اطاعت فرمائیں۔ وہی امام خلق اور خلیفہ بلا فصل رسول ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے (من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ الخ) ہم برین بنا اطاعت علی عین اطاعت خدا ہے۔ چنانچہ اسی کی تشریح و توضیح آیہ مجیدہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) مندرجہ سورہ نسا سے ہوتی ہے۔ چونکہ اس آیہ مبارکہ کا ذکر آگیا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توضیح کردی جائے اور ان غلطیوں کا ازالہ کیا جاوے۔ جو ہمارے سنی بھائیوں نے عمداً لوگوں کو ورطہ ضلالت میں رکھنے کے لئے اختیار کی ہوئی ہیں۔ یا بوجہ کم علمی قرآنی خود ہوئے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ترجمہ آیہ مجیدہ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر واجب ہے کہ خدا اور رسول و اولی الامر کی اطاعت کرو۔ میر سجاد حسین صاحب مرحوم مغفور نے رسالہ بحث اولی الامر مطبوعہ ریاض فیض نگینہ میں علمائے متقدمین سنیہ کے بیان سے ثابت کردیا ہے کہ جب آیہ موصوفہ کا نزول ہوا۔ تو صحابہ نے ان حضور سے پوچھا کہ یا حضرت خدا اور رسول کو تو ہم جانتے ہیں۔ مگر یہ اولی الامر جن کی اطاعت حضور انور کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا علی اور اسکی اولاد۔ مگر بعض علمائے سنیہ نے غایت ایمانداری سے بباعث جوش عداوت خاندان

نبرت محبت اعدائے جگر گوشگانِ رسالتؐ ہر حکمران کو خواہ وہ فاسق ہو یا فاجر
لونڈی ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر اولی الامر تجویز فرمالیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین
بٹالوی محدث نے ملکہ وکٹوریا کو بھی خلعت اولی الامری سے سرفراز کر دیا۔ یہ مقام
غور و تامل ہے۔ اور امید رکھتا ہوں کہ انصاف سے اس استدلال کو ملاحظہ فرمائینگے
اس آیہ مجیدہ میں لفظ اطیعو دو جگہ آیا ہے۔ ایک خدا دوسرا نبی اور اولی الامر
پر بظاہر لفظ اطیعو کے مکرر وارد ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت الہیہ
نبی و اولی الامر و دیگر عامۃ الناس پر یکساں واجب ہے۔ گویا خداوند تبارک
نے اپنی اطاعت اور اطاعت نبی و اولی الامر میں ایک حد فاصل قرار دے لی
ہے۔ دوسرے اطیعو سے رسولؐ اور اولی الامر کے لئے درجہ اطاعت متعین فرمایا
کہ خلائق دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری میں سرمو تفاوت نہ کریں۔ اور ایک ہی
جیسی اطاعت پر کمربستہ رہیں۔ تمام اہل اسلام حضور سرور عالمؐ کو معصوم جانتے
ہیں۔ پس جس گروہ کی اطاعت مقترن بہ اطاعت رسولؐ ہو۔ اس کا معصوم و محفوظ
عن الخطا ہونا ضروری امر ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ اطاعت رسولؐ اور ایک فاسق و فاجر
بادشاہ کی اطاعت یکساں ہو اور اس میں سرمو تفاوت نہ سمجھی جائے۔ اگر بقول انکے
شاہان زمانہ کو اولی الامر سمجھا جائے۔ جو کہ اکثر فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ تو لازم آئیگا
کہ خدا نے ہم کو اطاعت فجار و فساق پر مامور کیا ہے۔ اور پھر اس اطاعت کو عین
اطاعت رسولؐ و خدا قرار دیا ہے۔ اور ایسے حکم سے ترغیب بمعصیت صریحاً لازم آتی ہے
اور یہ نہایت مذموم و قبیح ہے۔ حالانکہ آیہ کریمہ میں اطاعت مطلقہ کا ذکر ہے۔ معلوم
ہوا کہ شاہان زمانہ اولی الامر سے مراد نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس وقت جتنی خلافت
کشیاں مثلاً سلطان عبدالحمید کی معزولی عمل میں آئی ہیں سب کی سب خلاف حکم الہی اطاعت
اولی الامر نہیں کرتیں فافہم و تدبر۔ اگر بقول سنیہ اولی الامر صاحبان سلطنت و حکومت ہیں
تو بظاہر اولی الامر کا مرتبہ خدا و رسولؐ سے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ قانون خداوندی کو بھی طاق
نسیان پر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور قوانین نافذ الوقت کو سر پر اٹھایا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید فرقان
حمید میں جو احکامات منہیات شرعیہ کے لئے نافذ وارد ہوئے ہیں بلحاظ طبیعت ہی
بالکل محو اور تحریرات ہند و ضابطہ فوجداری کی عملداری سے معمولی دفعہ ۳۲۳ ازبر کر ایک بچہ مثلاً

مذہبی اکالیہ بھی مدمقابل کے سر پر ایک پیول مارنے سے تامل کرتا ہے۔ چنانچہ
جیسے دیکھو خدا اور رسول کو بھولا ہوا اور حکام وقت کی تصویر ہر وقت پیش نظر۔ چنانچہ یہ
اپنے تجربہ کی بات ہے کہ بہت سے لوگ مرتے دم بجائے توبہ وانابہ حکام وقت کا نام
لیتے ہوئے اس دنیا سے چل بسے۔ اللّٰھم احفظنا بھوکے محتاج پابند صوم و صلوٰۃ کو ایک
ٹکڑا روٹی کا نہ دیں۔ بلکہ ملازمین سے کھیکر دھکے دلادیں۔ اور ایک پیادہ عدالت یا چپراسی
یا اردلی حاکم آجائے۔ تو اس کی خوشامد میں خدا جانے کیا کیا نہ کریں۔ خلاصہ یہ کہ فرقہ
سنیہ اولی الامر کو حاکم دین سمجھتے ہیں سراسر غلطی پر ہیں۔ دینی و دنیاوی حکومت ایک
طرح کی نہیں ہو سکتی۔ اولی الامر حقیقی وہی ہیں جو رسول کی طرح اہل اسلام کی
ضروریات دینیہ کو پورا کریں۔ حضرات اہل سنت بلا خیال برہمی مذہب انصاف کریں
اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح معاملہ امامت و نیابت رسولؐ کو صاف و واضح
فرمایا ہے۔ دوسری جگہ سورہ نساء میں فرماتا ہے (واذا جاءھم امر من الامن
او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ
منھم) ترجمہ اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی۔ اس کو مشہور کرتے
ہیں اور اگر پہنچاتے رسولؐ تک اور اپنے اختیار والوں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو
ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کے) یہ ترجمہ وہ ہے۔ جو شاہ عبدالقادر
امام المحدثین نے کیا ہوا ہے۔ دیکھو قرآن مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ۔ یہاں مطلب
اولی الامر صاف ہو گیا۔ یعنی اولی الامر وہ لوگ ہیں۔ جو قرآن سے استنباط مطالب
کر سکتے ہیں۔ کلام اللہ سے تحقیقی طور پر وہی حکم نکال سکتے ہیں۔ جو صاحب علم ہونگے
تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ اہلبیتؑ نبوت سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔ نامی احناف
و مسٹر مظہر صاحب فرمادیں کہ سلاطین زمان سے یہ مضمون کیونکر بیان ہو سکتا ہے۔ کیا
سلطان روم و شاہ ایران و بیگم بھوپال و نظام دکن قرآن سے استخراج و استنباط
مطالب اسی طرح کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ رسولؐ خدا فرماتے۔ سلاطین تو درکنار رہے۔ جن
حضرات کو اہلسنت خلیفہ رسولؐ سمجھے اور مانے ہوئے ہیں وہ بیچارے تو مرتے دم
تک (کلالہ) کے معنی نہ سمجھ سکے اور علوم میں محتاج اہلبیتؑ رہے۔ چنانچہ (لولا
علی لہلک عمر) اس پر شاہد صریح ہے۔ مولوی نذیر احمد دہلوی رویائے صادقہ کے صفحہ ۱۵۲

پر قطراز ہیں۔ پیغمبرؐ کے داماد کہو بیٹا کہو۔ بھائی کہو یہی تھے اور چند در چند قرابتوں کے
علاوہ علم و فضل و شجاعت میں کوئی ان کا سر نہ تھا۔ شبلی نعمانی الفاروق کے [illegible] پر لکھتے ہیں
حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیتؑ کے گھر سے نکلے وہ (صاحب البیت ادری
بما فیہا) یعنی گھر والے ان چیزوں سے واقف ہوتے ہیں۔ جو گھروں میں ہوتی ہیں۔ یہ علاوہ
برین کتاب حقیر یہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اولی الامر کن کو بتلایا [illegible]
اپنے اہلبیتؑ اطہار کو۔ علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی کتاب فرائد السمطین میں ایک طولانی
عبارت ارقام کرتے ہیں۔ جس کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ صحابہ نے آنحضرتؐ سے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ آیہ مجیدہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و
آیہ انما ولیکم اللہ و آیہ لم یتخذوا من دون اللہ و رسولہ و لا المومنین عام مومنین کے
حق میں ہے۔ یا خاص کے۔ اس وقت آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی کہ اے رسولؐ جس
طرح تم نے احکام صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و دیگر امور کو واضح کر کے بیان کیا ہے اسی
طرح ان آیات کا مطلب بیان کر دو۔ آنحضرتؐ نے غدیر میں علیؑ کو اپنی نیابت و وصایت
پر نصب فرمایا۔ ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے پوچھا کہ یہ آیات مخصوص بذات علیؑ مرتضویؑ
ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ علیؑ و اولاد علیؑ کی شان میں ان سب کا ورود ہے۔ جو کہ میرے اوصیا
ہیں۔ علیؑ اور اس کے گیارہ فرزند میرے نائب اور وزیر و داعی ہر مومن ہیں۔ قرآن
ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقی نہ
ہوں) یہی مضمون شیخ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے۔ امام فخر الدین
رازی تفسیر کبیر جلد سوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۵۷ سطر ۲ پر بذیل تفسیر آیہ مذکورہ لکھتے
ہیں (ان اللہ تعالیٰ امر بطاعتہ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ہذہ الآیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ
علی الجزم و القطع لابد من یکون معصوماً عن الخطاء ولو لم یکن معصوماً الخ) نتیجہ یہ ہوا کہ
جس شخص کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اس کا بالجزم و القطع معصوم ہونا لازمی
ہے۔ کیونکہ اگر وہ معصوم نہ ہوا تو لازم آ جائے گا کہ خدا نے اہل معصیت کی اطاعت کا
حکم دیا ہے۔ جن سے احکام خطا کا واقع ہونا ایک لازمی اور ضروری امر ہے۔ اب آپ
انصاف سے یک نگاہ دوڑا کر دیکھئے کہ معصوم عن الخطا اور کون ہے۔ آیا وہ شخص
جس کی اطاعت مثل اطاعت رسولؐ ہے۔ یا وہ جن کے قلب میں شرک چیونٹی کی چال

کی طرح ہے۔ اور وہ جو خود کہتا ہے۔ یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین۔ یا وہ بزرگوار
جس کے تابعین دجال کے گدھے کی دم ہاتھ میں لئے ھذا اما منا پکاریں گے فاعتبرو
یا اولی الابصار۔ فقرہ پنجم (من یقاتل علی التاویل) آنحضرت نے قتال کو دو قسم
پر تقسیم فرمایا ہے۔ ایک جہاد علی التنزیل دوم علی التاویل۔ قسم اول آنحضرتؐ کی ذات
مبارک سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ کفار قرآن کو نہ مانتے تھے اور اس کے منزل من اللہ ہونے
میں چون و چرا کرتے تھے۔ لہذا آپ نے اول مواعظ حسنہ اور بدرجہ آخر عند الضرورت
جہاد سے اس کا آسمانی کتاب ہونا ثابت فرمایا۔ قسم دوم کا علاقہ حضرت امیر علیہ السلام
سے ہوا کیونکہ آپ کو مسلمانوں سے جہاد کرنا پڑا۔ وہ لوگ بظاہر کتاب اللہ کو کتاب ربانی
کہتے تھے۔ مگر غلط فہمی سے اس کی تاویل میں پہلو بہ پہلو ہوتے۔ یا اپنی مرضی کے مطابق
معنی قرآن کرتے۔ چونکہ بحکم وما تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم، حضرت امیر
علیہ السلام بطون قرآن پر کماحقہ آگاہی رکھتے تھے۔ بایں وجہ ان غلط کاروں سے جہاد کیا
تاویل بمقابلہ تنزیل دوسرا نمبر رکھتی ہے۔ لہذا حضرت امیرؑ نے وہی کام کیا۔ جو کہ خلیفہ
نبیؐ سے بسبب نمبر دو ہونے کے متعلق ہوتا ہے۔ نہایت صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آپؑ
ہی ہارونی مدارج پر فائز تھے اور ان کی ذات ہی نائب نبیؐ ہونے کا استحقاق رکھتی تھی۔
تبھی تو آپ مامور بہ قتال علی التاویل ہوئے۔ نبیؐ کے مخالف کافر محض تھے۔ اور نائب
نبیؐ کے مخاصم کافر کلمہ گو حضرت امیرؑ نے تین طرح کے کفار سے قتال کیا۔ قاسطین
مارقین ناکثین حضرت طلحہ و زبیر و ام المومنین عائشہ وغیرہا معاویہ خلیفہ پنجم و اہل نہروان
وغیرہ انہیں اقسام ثلثہ کے راس و رئیس ہیں۔ فقرہ ششم بجواب شیخین یعنی حضرت
ابوبکر و عمر آنحضرتؐ کا لا و لا فرمانا۔ احادیث مندرجہ صدر میں مندرج ہے۔ کہ جب حضور
انور نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر قتال کیا۔ اسی طرح وہ شخص
تاویل پر قتال کرے گا۔ اس وقت حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ وہ میں ہوں گا حضورؐ نے ارشاد
کیا (لا) یعنی تو نہ ہوگا۔ حضرت عمر کے سوال پر بھی یہی جواب ملا۔ جن کتابوں کا حقیر نے
حوالہ دیا ہے۔ وہ سب کی سب عربی زبان کی ہیں۔ شاید ہمارے مخاطب صاحبان ان
کے مضامین کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ یا مولوی محمد یار صاحب امام مسجد طلائی یا جانشین
پیر غفار شاہ صاحب سے ترجمہ کرانے کا بار اٹھانا پڑے۔ جس سے ان بزرگواروں کے

تضییع اوقات کا احتمال ہے۔ لہذا ایک ہندی عالم کی کتاب سے حدیث موصوف الصدر کے متعلق حوالہ
قلم کرتا ہوں۔ تاکہ پورے طور پر ملکی عالم کی تحریر سے تشفی ہو جائے۔ مولوی محمد مبین
لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجات مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ کے صفحہ ۹۵ سطر ۹ پر جو
عبارت لکھتے ہیں۔ وہ نقل کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح نے بحوالہ امام نسائی عربی
عبارت لکھ کر حسب ذیل اس کا ترجمہ کیا ہے۔ "آمدند نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مردے چند از قریش و گفتند اے محمد ما از ہمسائیگان و شریکان تو ایم و بدرستیکہ
مے آیند غلامان ما نزد تو و نیست آنہا را رغبت در دین و نہ رغبت بہ فقہ و احکام شرعیہ
بلکہ مے گریزند از ما پس بازگردان آنہا را بجانب ما حضرت فرمود ابی بکر چہ میگوئی۔
ابوبکر گفت راست میگویند۔ پس متغیر گشت چہرہ مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ بعد ازاں فرمود عمر بن خطاب را تو چہ میگوئی۔ گفت عمر راست میگویند پس متغیر
گشت چہرہ مبارک رسول خدا و ناخوش آمد ایں سخن آنحضرت را۔ بعد ازاں فرمود کہ اے
گروہ قریش قسم بخدا ہر آئینہ خدا خواہد انگیخت و امیر خواہد ساخت بر شما مردے از شما کہ
تحقیق امتحان کردہ است۔ خدا دل او را بہ ایمان او ایمان کامل دارد ہر آئینہ او خواہد
زد شما را بر دین عرض کرد ابوبکر منم آں مرد یا رسول اللہ فرمود نہ پس عرض کرد عمر منم آں
مرد یا رسول اللہ فرمود نہ آں مرد کسیست کہ نعل میدوزد و آنحضرت نعل مبارک خود را بعلی
مرتضیٰ علیہ السلام دادہ بود کہ میدوخت آنرا پس اشارہ بذات منظر آیات علی مرتضیٰ فرمود
کہ او ایں کار را شاید و از دیگرے نیاید" ان تحریرات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ حضرت
ابوبکر و حضرت عمر کا ایمان محک امتحان پر کسا ہوا نہ تھا اور وہ ایمان کامل نہ رکھتے تھے اور
ایسے کج رائے تھے کہ انکے مشورہ سے حضرت کی طبع اقدس کو تکدر اور تغیر پیدا ہوتا تھا اور ان
کے مشورہ کو خلاف منشا سمجھتے اور وہ دین پر لڑنے والے نہ تھے۔ بلکہ دنیا طلبی ان کا شیوہ
تھا۔ اگر انصاف سے اس حدیث کے ایک ایک جملہ کو ملاحظہ کریں۔ تو حضرات انصاف
پسند پھر یہ دعویٰ نہ کرینگے کہ آنحضرت ان کے مشورہ پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ یا انکی رائے
کے مطابق کرتے تھے۔ نیز آپکی وہ حدیث جو معاویہ کی کہانی میں گھڑی ہوئی ہے۔ اور آپنے
فاروق اعظم کے صفحہ ۲۷ پر لکھی ہے (جس پر ہم دونو متفق ہو جاویں اس میں کچھ اختلاف
نہیں کر سکتا۔ اس کا اصل ہمارا ثابت ہے۔ اور ۳ھ ایک روز آنحضرت نے شہدائے

بدر کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور کہا اے اللہ میں ان لوگوں کے قوت ایمانی کی شہادت دیتا ہوں - ابوبکرؓ نے عرض کی ہم بھی تو آپ پر ایمان لائے اور جہاد کیا کیا ہم مستحق ان انعامات کے نہیں - آنحضرت صلعم نے جواب میں فرمایا - اے ابوبکر یہ درست ہے مگر نہیں کہہ سکتا کہ میرے بعد کیا کیا بدعات کروگے - (بلیٰ ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی) دیکھو کتاب موطا امام مالک باب الشہدا فی سبیل اللہ رہے حضرت عمرؓ علاوہ حدیث مندرجہ بالا ان کے ایمان کی ایک اور شہادت کافی ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے حضرات شیخین یعنی ابوبکر و عمر کی نسبت قبول کر لیا ہے کہ بعد اسلام لانے کے یہ ہر دو بزرگوار نامدار شراب نوشی فرماتے رہے - دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری - لگے ہاتھوں یہ بھی حضرت نامی صاحب کو دکھا دیں - کہ اکثر قرآن ان کی رائے کے مطابق یا ان کے حق میں بصورت عتاب نازل ہوا ہے - ایک ہی واقعہ کافی ہے - لکھا ہے کہ جب آیہ (یسئلونک عن الخمر) نازل ہوئی - اس پر بھی مسلمانوں نے اپنی پرانی عادت جاہلیت کو نہ چھوڑا پھر یہ آیہ نازل ہوئی (لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ) اس پر بھی ان ائمہ نے یہ اجتہاد کیا کہ عین وقت نماز ممانعت ہے - یا نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھیں اسی اجتہاد کے بموجب اس آیہ کے نزول کے بعد عمل رکھا - چنانچہ ایک موقعہ پر نشہ کی ترنگ میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن بن عوف کے سر کو ایک اونٹ کی ہڈی سے زخمی کر دیا اور پھر یہ اشعار کشتگان بدر کی یادگار میں دلفریب ادا سے تغنی فرمانے لگے - جنمیں سے یہ شعر آپ کے کامل الایمان ہونے کے لئے کافی ثبوت میں ملاحظہ ہوں اشعار (الا من مبلغ الرحمن عنی - بانی تارک فرض الصیامی + فقل للہ یمنعنی شرابی + وقل للہ یمنعنی طعامی) ترجمہ آیا کوئی ہے کہ میرے پیغام کو خدا سے پہنچاوے کہ میں روزوں کے فرض کو چھوڑتا ہوں - کہہ دو خدا سے کہ مجھے شراب پینے سے روکے - اور کہہ دو خدا سے مجھے کھانے سے باز رکھے) ان اشعار کی قبولیت کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلعم کو جب خبر ہوئی - تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے وہی ہڈی لیکر جیسے انہوں نے عبدالرحمن کو مارا تھا - عمرؓ کو مارا - اس واقعہ پر یہ آیہ نازل ہوئی (انما یرید الشیطان الخ) یہ ہے ایک مثال نزول آیات قرآنی کی آپ کی مرضی کے مطابق - دیکھو ربیع الابرار زمخشری و کتاب مستطرف مولفہ

ابن الخطیب شہاب الدین احمد جزری ۔ رہے حضرت عثمان ان کے ایمان کا کیا کہنا ۔ یہی فخر ان کے لئے کیا کم ہے ۔ کہ آنحضرت نے فرمایا ۔ دجال پر ایمان لانے والے حضرت عثمان کے دوست ہونگے ۔ دیکھو قول امام ذہبی ۔ میزان الاعتدال قبل ازیں کہ میں حضرات ثلاثہ کے احداثات فی الدین لکھوں ۔ اس کا لکھنا ضروری ہے کہ خلافت الٰہیہ کیا چیز ہے ۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں جناب احدیت قرآن میں فرماتے ہیں (انی جاعل فی الارض خلیفہ) ہم بنا دیں گے یا جعل کرینگے زمین میں خلیفہ ۔ حضرت ابراہیم علے نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں لکھا ہے ۔ کہ جب آپکو خدا کی طرف سے خطاب ہوا (انی جاعلک للناس اماما) تو آپ نے خواہش فرمائی (ومن ذریتی) یعنی میری ذریت میں بھی عہدہ امامت یا خلافت عطا فرما خطاب الٰہی ہوا (لاینال عہدی الظالمین) یعنی ہمارا عہدہ امامت یا خلافت کسی ایک ظالم کو نہیں ملے گا ۔ اسی طرح حضرت داود علیہ السلام کے قصہ میں وارد ہوا ہے ۔ جس سے ثابت و محقق ہے کہ خلافت ایک عہدہ ہے بجانب خدا ۔ جسے خدا خلیفہ بنا دے ۔ وہ ہو سکتا ہے ۔ پنچائتی خلیفہ ۔ خلیفہ خدا یا خلیفہ رسول کہلانے کا حق نہیں رکھتا ۔ کیونکہ خلیفہ کا کام ہے ۔ احکامات الٰہیہ کو مثل رسول خلائق پر پہنچانا ۔ اور ان کو گمراہی و ضلالت میں نہ پھنسنے دینا (لاینال عہدی الظالمین) کا فرمان واجب الاذعان قابل غور و تامل ہے ۔ ذرا چشم انصاف سے دیکھو کہ جب خدا تبارک کے نزدیک وہ شخص جو کسی قسم کے ظلم کا خواہ وہ کبیرہ ہو یا صغیرہ عمداً مرتکب ہو یا سہواً قابل عہدہ خلافت نہیں ہو سکتا ۔ تو پھر وہ بزرگوار جنہوں نے سالہائے سال بت پرستی کی ہو اور سود و مال حرام کھا کر اور شراب کے مشکوں کے مشکے نوش کئے ہوں ۔ وہ کیسے خلافت الٰہیہ و نیابت نبویہ کے قابل ہو سکتے ہیں ۔ ذرا انصاف شرط ہے ۔ چونکہ خاندان رسالت میں منافقین کے ہاتھوں خلافت نہ رہی اور خود قابض ہو گئے ۔ ان کے متبعین نے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا حضرات متقدمین نے خلافت کے لئے اجماع وصیت و شوری و غلبہ یہ معیار مقرر فرمائے بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر خدا و رسول کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں ۔ تو وہ باعث بدنظمی و تباہی و گمراہی ثابت ہوگا اور پنچائتی خلیفہ باعث نظام عالم و ہدایت خلائق ہوگا

دیکھو تحفہ شاہ عبد العزیز اور یہی اقرار فرمایا کہ اصحاب ثلثہ کی خلافت کے لئے کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ و مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق دہلوی و صواعق محرقہ ابن جوزی و تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی وغیرہ جمیع علمائے متقدمین جن کے اقوال میں سے ایک عالم جلیل القدر امام غزالی کا قول نقل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں (الاصل السابع ان الامام الحق بعد رسول اللہ صلعم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ولم یکن نص رسول اللہ صلعم علی امام اصلا اذ لو کان لکان اولی بالظہور من نصبہ احاد الولاۃ والامراء علی الجنود فی البلاد ولم یخف ذالک فکیف خفی ھذا و اذا ظہر فکیف اندرس حتی لم ینقل الینا فلم یکن ابوبکر اماما الا بالاختیار والبیعۃ) ترجمہ امام حق بعد رسول اللہ صلعم کے ابوبکر تھے۔ پھر عمر پھر عثمان پھر علی علیہ السلام اور کوئی نص رسول کی کسی امام پر موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ہوتی۔ تو اس کو بہ نسبت تقرر حکام و امرائے جیوش کے جو کہ آپکی طرف سے شہروں میں ہوا تھا۔ زیادہ ظاہر ہونا چاہئے تھا۔ جب کہ نصب حکام و امرائے لشکر پوشیدہ نہ رہا۔ تو یہ نصب کیسے پوشیدہ ہو گیا اور اگر ظاہر تھا۔ تو جلدی کیونکر مٹ گیا ہم تک اس کی خبر نہ پہنچی پس ابوبکر فقط اختیار و بیعت سے امام ہوئے تھے۔ دیکھو احیاء العلوم امام غزالی جلد اول رکن رابع۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث مروی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت نص و استخلاف سے واقع نہیں ہوئی۔ (عن ابن عمر قال حضرت ابی حین اصیب فاثنوا علیہ وقالوا جزاک اللہ خیرا فقال راغب و راھب قالوا استخلف فقال اتحمل امرکم حیا و میتا لوددت ان حظی منہا الکفاف لا علی ولا لی فان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابوبکر وان اترککم فقد ترککم من ھو خیر منی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خلاصہ ترجمہ ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میرے باپ زخمی ہوئے تو میں ان کے پاس حاضر ہوا اور لوگ بھی جمع تھے۔ سب نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ پس میرے باپ نے کہا۔ کہ دو طرح کے لوگ ہیں۔ کچھ رغبت کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ڈرنے والے۔ (یعنی یہ تعریف خوف سے ہے یا غرض سے) پھر لوگوں

نے کہا۔ کہ آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر کیجئے۔ کہا کیا میں تمہارے امور کا بار زندگی میں اٹھاؤں گا۔ اور بعد مرنے کے بھی۔ کاش خلافت سے بقدر کفاف میرا حصہ ہوتا جس سے مجھے نہ فائدہ ہوتا نہ نقصان۔ اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر جاؤں۔ تو مجھ سے بہتر شخص نے ایسا کیا تھا۔ یعنی ابوبکر نے۔ اور اگر چھوڑ دوں۔ تو مجھ سے افضل نے چھوڑ دیا تھا۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ امام نووی اس حدیث کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں (وفی ہذا الحدیث دلیل علی ان النبیؐ لم ینص علی خلیفۃ وھو اجماع اہل السنۃ وغیرہم) یعنی یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ آنحضرتؐ نے کسی خلیفہ کی نص نہیں فرمائی۔ اور اسی پر اجماع اہل سنت وغیرہ ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ بنظر اختصار ہدیہ ناظرین کرتا ہوں (جمہور اہل سنت و معتزلہ و خوارج کا یہ قول ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی پر نص نہیں کیا تھا اور ان کی موید ہے۔ وہ حدیث جو بزاز نے اپنی سند میں حذیفہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہ کریں گے۔ فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں اور تم اس کی نافرمانی کرو۔ تو تم پر عذاب نازل ہو گا۔ ان اقوال و روایات سے صریحاً ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت بیعت سے واقع ہوئی نہ کہ نص٭ قرآن و احادیث سے نص پیش کرتے ہیں۔ محبت شیخین کے ایسے دلدادہ ہیں کہ قرآن کے معنی حسب الخواہش بناتے اور گھڑتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ (من فسر القرآن برایہ فقد کفر) اس کا مآل کیا ہے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ تکذیب حضرات شیخین ہی لازم آتی ہو۔ مگر کسی طرح ان کی خلافت منصوص بنائی جائے۔ چنانچہ آیہ مبارکہ استخلاف کو شیخین کی خلافت کے لئے دلیل قرار دیکر پیش فرماتے ہیں۔ یہ کل گھبراہٹ کا اور ہاتھ پیر مارنے کا باعث یہی ہے۔ کہ فرمان واجب الاذعان حضرت رسالتؐ کی نافرمانی کی گئی۔ اور آپ نے جو اطاعت ثقلین کا حکم دیا تھا۔ اسے بالائے طاق رکھ کر اپنے بنائے ہوئے خلفا کی خلافت کی پاسداری میں پڑ گئے۔ اگر ایسا نہ کرتے اور اطاعت فرمان حضرت نبویہ پر کمر ہمت چست باندھتے تو کاہے کو یہ روز سیاہ دیکھنا پڑتا۔ یہاں تک کہ اسلام حقیقی کو سلام کرنا پڑا۔ چونکہ آپ کا دعویٰ ہے۔ کہ خلافت

٭ قرآن اور احادیث سے۔ مگر سبحان اللہ ما اعظم شانہ چودہ سو برس کے بعد ایسے حضرات پیدا

ابوبکر صاحب آیہ استخلاف کے مطابق اور نص قرآنی سے ثابت ہے۔ یہ استدلال آپ
کا اہل اسلام کے اجماع اور روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ اسی سے آپ کے دعویٰ
کا بطلان واضح و لائح ہے۔ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ مگر آپ کے مزید اطمینان کے
لئے مختصراً عرض کرتا ہوں۔ کہ آیہ استخلاف سے خلافت راشدہ کا حق ثابت ہونا
بالکل ناممکن ہے اور اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ کوئی حدیث نبوی ایسی موجود
نہیں۔ جس سے بالصراحۃ یا بالکنایہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ آیہ استخلاف کا حضرت
ابوبکر یا جملہ حضرات ثلاثہ کی خلافتوں سے تعلق ہے۔ اس لئے آپ کا یہ دعویٰ
کہ آیہ مذکورہ میں یہی خلافتیں مراد ہیں۔ تفسیر بالرائے ہے۔ جس کا مآل کار حدیث
(من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار) میں مذکور ہے۔ امید ہے
کہ آپ بھی اس سے غافل نہ ہوں گے۔ وجہ دوم آیہ مبارکہ میں عام اہل ایمان
کو مخاطب کرکے پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایماندار و نیکو
کار ہیں۔ ان سے ہم نے وعدہ استخلاف کیا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ وہ مستحقین
خلافت الٰہیہ معمولی ایمان والے نہ ہوں گے۔ بلکہ عامہ مومنین ان کے ایمان و صلاح
اعمال کے مقابلہ میں مومن نہ کہے جائیں گے اور انکے اعمال بمقابلہ ان مومنین کے کسی شمار میں نہ
اگر آپ ابوبکر صاحب عمر صاحب وغیرہ کی خلافت کو آیہ استخلاف کے مطابق دکھانا چاہتے ہیں۔ تو
پہلے انکا ایسا مومن صالح ہونا ثابت کرنا چاہئے کہ خلفاء اللہ کی لائن میں جگہ پا سکیں جہاں تک
اس مرتبہ کا ایمان تو درکنار معمولی ایمان کا بھی ثابت کرنا ناممکن ہے۔ حضرات ثلاثہ اپنے
ایمان و اعمال کے اعتبار سے خلفاء ہونا تو درکنار کہاں مخاطبین آیہ کے زمرہ میں داخل ہو سکیں تو غنیمت
سمجھنا چاہئے۔ استقرائے حالات و تتبع روایات سے ایسی کوئی شکل دکھائی نہیں دیتی کہ وصف ایمان و صلاح اعمال
ممدوح کی ذات پر صادق آسکے بلکہ بیشمار وجوہات سے سلب نظر آتا ہے۔ ایسی چند وجوہ یہ ہیں (۱)
خود آنحضرت کی شہادت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر میں شرک خفی موجود تھا اگر کسی کو شک ہو تو یہ روایات موجودہ ملاحظہ
ہو۔ اخرج البخاری فی الادب المفرد من معقل بن یسار قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی رسول اللہ فقال
یا ابابکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر وہل الشرک الا من جعل مع اللہ الٰہا آخر فقال النبی صلعم
والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل) ترجمہ بخاری نے ادب مفرد میں معقل بن یسار سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ہمراہی ابوبکر حاضر خدمت رسول ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم میں شرک
چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے۔ پس ابوبکر نے کہا کہ آخر شرک

یہی تو ہے کہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا جاوے۔ پھر ہم کب ایسا کرتے ہیں جو ہم میں شرک موجود ہو گا تو آنحضرتؐ نے فرمایا قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور تم لوگوں میں شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی موجود ہے۔ دیکھو تفسیر در منثور علامہ سیوطی جلد ۴ صفحہ ۵۰۔

(۲) آپ کے ممدوح اپنے نفاق کے خود مقر تھے۔ چنانچہ یہ روایت ملاحظہ ہو:۔ (عن عثمان النهدی عن حنظلة الاسدی وکان من کتاب النبیؐ انه مر بابی بکر وهو یبکی فقال مالک یا حنظلة قال نافق حنظلة یا ابا بکر نکون عند رسول الله یذکرنا بالنار والجنة کانا رای عین فاذا رجعنا الی الازواج والضیعة نسینا کثیرا قال فوالله انا کذالک) ترجمہ عثمان نہدی سے روایت ہے وہ حنظلہ اسدی سے روایت کرتے ہیں جو کاتب تھا آنحضرتؐ کا کہ ایک مرتبہ وہ روتا ہوا ابوبکر کے پاس سے گذرا ابوبکر نے کہا اے حنظلہ کیوں روتے ہو کیا ہوا ہے اس نے کہا کہ ابوبکر حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ جب ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں اور جب آپ جنت و نار کو یاد دلاتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مگر جب وہاں سے اپنے عیال اور زمین میں آتے ہیں تو اکثر باتیں بھول جاتی ہیں۔ ابوبکر نے کہا دیکھو بھائی کیا پوچھتے ہو خدا کی قسم میں بھی ایسا ہی (منافق) ہوں۔ دیکھو صحیح ترمذی جلد دوم صفحہ ۸۴۔

(۳) آپ نے جنگ احد میں راہ فرار اختیار کی اور بعد میں خود اس کا اقرار بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ روایت ملاحظہ ہو (عن عائشة قالت کان ابوبکر اذا ذکر یوم احد بکی ثم قال ذاک کان کله یوم طلحة ثم انشا یحدث قال کنت اول من فاء یوم احد یتنحی حاجة) ترجمہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب ابوبکر احد کے دن کا ذکر کرتے تو رونے لگتے اور فرماتے تھے کہ وہ دن تو سارا طلحہ کا تھا۔ پھر کہتے تھے کہ میں احد کے دن سب سے پہلے واپس آگیا تھا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۷۴ اور قرآن مجید وفرقان حمید کی یہ آیت (وما اصابکم یوم التقی الجمعان

بما ذلك اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا) صاف لفظوں میں بتا رہی ہے
ہیں کہ جنگ احد میں جو مصیبت شکست اہل اسلام پر نازل ہوئی اس سے مومنین
و منافقین کی تمیز مقصود تھی۔ نیز آیۂ (ما کان اللہ لیذر المومنین علی
ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب) کے متعلق تفسیر درمنثور
میں یہی روایت موجود ہے (واخرج عبد الحمید وابن المنذر وابن
ابی حاتم عن مجاھد فی ھذہ الآیۃ قال میّز بینھم یوم احد
المنافق من المومن) ترجمہ عبد الحمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن
ابی حاتم نے مجاہد سے اس آیت کے متعلق روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا
تعالیٰ نے جنگ احد کے دن اصحاب میں سے مومن کو منافق سے تمیز کر دیا۔
جس سے معلوم ہوا کہ جنگ احد میں مومنین و منافقین کی تمیز کی گئی۔ یعنی جو اس
نازک وقت میں رسولؐ کے ساتھ ثابت قدم رہا وہ طیب و مومن
ٹھہرا اور جس نے راہ فرار اختیار کی وہ خبیث و منافق قرار پایا۔ پس اب
آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جب آپ کے حضرات ثلثہ ثابت قدم رہنے والوں
میں سے نہ تھے۔ حضرت ابوبکر با قرار خود سب بھاگنے والوں سے پہلے لوٹ
آئے اور حضرت عمر نر کوہی کی طرح پہاڑوں پر پھاندتے پھرے اور حضرت
عثمان برابر تین دن تک غائب رہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ تو اب
یہ بزرگوار مومن و طیب قرار دیں گے یا کچھ اور جو کچھ آپ ان کو قرار
دیں۔ مجھے بھی ضرور اس سے آگاہ فرما دیں از حد ممنون و مشکور رہوں گا
حضرت ابوبکر و عمر و حضرت عثمان صرف جنگ احد میں ہی نہیں بھاگے بلکہ
جنگ حنین و خیبر میں بھی یہ صورت پیش آئی۔ جیسا کہ تفسیر کبیر امام فخر الدین
رازی و شرح تجرید ملا علی قوشجی و دیگر کتب معتبرہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔
بخوف طوالت اس کی تفصیل سے قاصر ہوں۔ جناب سامی صاحب و منظور صاحب
آپ بحمد اللہ خود صاحب فہم و فراست ہیں جنگ حنین نے ان کے فرار کا چٹ
واقعہ علمائے مورخین کی کتابوں میں ملاحظہ فرما دیں اور خود ہی انصاف سے
فرما دیں کہ آپ کے ممدوحین کے حالات و واقعات آیۂ استخلاف کے

منطبق ہوتے ہیں یا اس نص قرآن دیا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین
کفروا زحفا فلا تولوہم الادبار ومن یولہم یومئذ دبرہ الا
متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وما
واہ جہنم وبئس المصیر (ترجمہ اے ایمان والو جب تم سے کفار کا جنگ
میں مقابلہ ہو تو ان کی طرف پشت نہ پھیرو اور اس شخص کے سوا جو لڑائی کی غرض
سے کترا لئے یا اپنی کسی جماعت کے پاس پہنچنے کے لئے جو کوئی اس دن کفار کی
طرف پشت پھیرے گا وہ یقیناً خدا کے غضب میں آ گیا اور اس کا ٹھکانا
جہنم ہے ۔ (۱۲) حضرات شیخین نے معاملہ فدک میں جناب سیدہ کو ناراض و
غضبناک کیا اور جو شخص اس کا باعث ہو وہ بنا بر احادیث صحیحہ مومن نہیں
رہ سکتا ۔ جس کا ذکر آپ کے رسالہ الفدک کے جواب میں بالتفصیل کرونگا ۔
نیز آپ کے بیعت کے معاملہ میں جو ظالمانہ برتاؤ جناب امیر علیہ السلام و جناب
فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کیا وہ ایسا معمولی باعث اذیت طرز عمل نہ تھا ۔
جو خاتمہ ایمان و اعمال صالحہ کے لیے برق خرمن سوز کا کام نہ دیتا یہی وجہ
تھی کہ خود خلیفہ صاحب آخر وقت تک کف افسوس ملتے رہے اور بحالت حسرت
و اندوہ عالم فانی سے سفر کر گئے ۔ جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے (عن
عبد الرحمان ابن عوف ان ابا بکر الصدیق قال لہ فی مرض موتہ
انی لا آسی علی شیء الا علی ثلاث فعلتہن وددت انی لم افعلہن و
ثلاث لم افعلہن وددت انی فعلتہن وثلاث وددت انی سالت
رسول اللہ عنہن فاما اللاتی فعلتہا وددت انی لم افعلہا
وددت انی لم اکشف بیت فاطمہ وان کانت اغلقت علی
الحرب انتہی بقدر الحاجۃ) عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ
ابوبکر صدیق نے مرض موت کی حالت میں کہا کہ مجھے اور تو کسی شے کا افسوس
نہیں ہے ۔ البتہ ان تین باتوں کا افسوس ہے جن کو میں نے کیا اور کاش نہ
کیے ہوتا ۔ اور ان تین باتوں کا جن کو میں نے نہ کیا اور کاش کیے ہوتا اور تین
باتوں کا جن کو اگر رسول خدا سے پوچھ لیتا تو خوب تھا ہیں وہ تین امور جن کا

میں مرتکب ہوا اور کاش نہ ہوا ہوتا ان میں سے ایک یہ ہے کہ کاش میں نے
خانہ فاطمہ کو نہ کھلوایا ہوتا۔ اگرچہ وہ لڑائی ہی کے لئے کیوں نہ بند ہوتا۔
دیکھو کنز العمال جلد سوم صفحہ ۱۳۵ خباب نامی صاحب آپنے فاروق اعظم کے
صفحہ ۱۶ سطر ۱۹-۲۰ میں لکھا ہے کہ یہ سب الزامات بعد میں گھڑے گئے اور
ان کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں) اب آپ خود انصاف کریں کہ آپ بڑے راستی ہیں
یا حضرت صدیق۔ غالباً حضرت ابوبکر کی صداقت کے تو آپ قائل ہوں گے۔
اپنی نسبت جو کچھ تجویز کریں پہلے اس احقر کو بھی ضرور مطلع کردیں۔ اب ذرا تامل
فرمایئے تیسری وجہ میں حضرت عمر کی شہادت بھی اس امر میں پیش
کروں گا۔ پھر آپ پر انصاف کو منحصر رکھوں گا۔ خواہ آپ اس وقت اپنی
تکذیب کریں یا حضرات شیخین کو کاذب کہیں۔ کتاب الامامہ والسیاست ابن
قتیبہ صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ بہ نظر اختصار درج کرتا ہوں لیکن وہ
باتیں جن کو میں نے کیا اور کاش نہ کئے ہوتا یہ ہیں کہ میں علی کے گھر کو چھوڑ دیتا
اگرچہ وہ جنگ کے لئے ہی بند کیوں نہ ہوتا یہی وہ مطاعن ہیں جن کے تصور سے
آپ کو اختلاج قلب ہوتا ہے اور مکمل سراسیمگی کی حالت میں آپ نے لکھدیا کہ یہ
الزامات بعد میں گھڑے گئے۔ الی آخرہ (تیسری وجہ ۳) اگر آیہ استخلاف
میں وعدہ اللہ کا تعلق حضرات ثلاثہ سے ہوتا تو ضروری تھا کہ جب وہ آیہ نازل
ہوا تھا اسی وقت سے لوگوں کو اس کا علم ہو جاتا کہ آنحضرت کے بعد یہ حضرات
مسند آرائے خلافت ہوں گے اور بہت کچھ تمکین واقتدار ان کو حاصل ہوگا پھر
بعد میں جو حالات وواقعات رونما ہوتے ان کو وعدہ ہائے الہیہ پر منطبق کرلیا
جاتا جس طرح پروردگار عالم نے اہل اسلام سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا تھا اور
لوگوں کو اسی وقت سے علم یقینی حاصل ہوگیا تھا کہ ایک نہ ایک روز مکہ فتح ہو جائیگا
نیز وہ تمام پیشگوئیاں اور مواعید الہیہ جو حشر ونشر اور اس کے متعلقات کے
بارے میں ہیں ان سب کی خبر اہل اسلام کو نزول آیات سے ہی ہوگئی تھی اور
آج تک فلاں بعد فلاں ان کے منتظر چلے آتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ
حضرات شیخین کی خلافتوں کا علم عامۃ الناس کو کیا ہوتا خود حضرات ثلاثہ کو

کبھی مطلقاً اس کی خبر نہ تھی اور تمام عمر یہ یقین نہ کر سکے کہ ان کی حیثیت خلیفہ
رسول کی ہے یا محض دنیاوی بادشاہت کی اور سوائے کے میدان کو خلیفہ
ہونا چاہیے۔ یا کسی اور کو جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے (قال
قال عمر ابن الخطاب واللہ ما ادری خلیفۃ انا ام ملک فان
کنت ملکا فہذا امر عظیم فقال قائل یا امیر المومنین ان
بینہما فرقا قال ما ھو قال الخلیفۃ لا یاخذ الا حقا ولا
یضعہ الا فی حق وانت بحمد اللہ کذالک والملک یعسف الناس
فیاخذ من ھذا ویعطی ھذا فسکت عمر) راوی کہتا ہے کہ عمر صاحب نے
کہا کہ بخدا میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا ایک بادشاہ جیسے اور دنیا
کے بادشاہ ہوتے ہیں اگر میں فقط بادشاہ دنیا کی حیثیت رکھتا ہوں تو یہ ایک امر
عظیم ہے۔ پس ایک کہنے والے نے کہا یا امیر المومنین خلیفہ اور بادشاہ
میں فرق ہے۔ عمر نے کہا وہ کیا۔ کہا خلیفہ اموال ناس کو حق سے لیتا ہے اور
ایسے ہی مواقع میں صرف کرتا ہے جو حق ہوں۔ اور آپ بحمد اللہ ایسا ہی کرتے
ہیں اور بادشاہ لوگوں کے اموال لیتا ہے ایک سے لے کر دوسرے کو دے دیتا
ہے۔ یہ سن کر عمر خاموش ہو گئے۔ دیکھو تاریخ الخلفا مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲ افسوس
بیچارے مجیب کو بھی آیہ استخلاف کے نص صریح ہونے کی خبر نہ تھی کہ بجائے اس امر کے
جیسے آپ کو خلیفہ ہونے کا یقین دلایا کہہ دیتا کہ حضور بھلا آپ کی خلافت میں
شک کی گنجائش کہاں۔ اس منصب پر آپ کے تقرر کا فرمان تو خدائی گزٹ
میں شائع ہو چکا ہے۔ آخر آیۂ استخلاف آپ کے سوا کسی اور کے لئے ہوا ہے

(۲) اخرج عبد الرزاق والعدنی وابن المنذر والحاکم عن عمر
قال لان اکون سالت النبی صلعم عن ثلاث احب الی من
حمر النعم عن الخلیفۃ بعدہ وعن قوم قالوا اقر بالزکوٰۃ من
اموالنا لا نؤدیہا الیک احل قتالہم وعن الکلالۃ (عبد الرزاق
عدنی ابن المنذر حاکم ان سب نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ اگر میں
تین باتوں کو رسول خدا سے پوچھ لیتا تو میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ

زیادہ محبوب ہوتیں (۱) آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا (۲) اُس قوم سے لڑنا جائز ہے یا نہیں جو کہیں کہ ہم اپنے اموال میں زکوۃ کے وجوب کا اقرار کرتے ہیں لیکن تم کو نہ دیں گے۔ یہ ارشاد عمری اُس جنگ کے متعلق ہے جو ان لوگوں سے واقع ہوئے جو حضرت ابوبکر کو خلیفہ برحق نہ سمجھنے کے باعث زکوۃ ان کو دینا جائز نہ سمجھتے تھے حضرت عمر کو اس میں شک تھا کہ وہ جنگ حق تھی یا ناحق۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ آپ بدولت حضرت ابوبکر کو خلیفہ حق نہ جانتے تھے (۳) کلالہ کن لوگوں کو کہتے ہیں اس منہ پر دعوے حسبنا کتاب اللہ دیکھو تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۲۴۹ کس قدر حیرت ہے کہ حضرت عمر تو تمام عمر فیصلہ نہ کر سکے کہ بعد رسُول ان کو اور ان کے پیشرو کو خلیفہ ہونا چاہیئے تھا یا نہیں اور یہ خلافتیں حق تھیں یا ناحق اور حضرت نامی آج چودہ سو برس قریب کے بعد ان کو نص قرآنی سے ثابت کر بیٹھے ہیں مقولہ مدعی سست گواہ چست کا مفہوم اس تصفیہ سے خوب سمجھ میں آسکتا ہے کاش آیۂ استخلاف سورۂ بقر میں واقع ہوتا تو حضرت عمر کو یہ شک لاحق نہ ہوتا کیونکہ ان کا حسب ارشاد حافظہ سارے قرآن کو نہ سہی لیکن سورۂ بقر کے حدود اربعہ کو بخوبی محیط ہو چکا تھا یا حضرت نامی صاحب اس موقع پر تشریف فرما ہوتے تو عرض کرتے کہ جہاں پناہ آپ کو خلیفہ کے متعلق رسُول سے نہ پوچھ لینے کا کیوں افسوس ہے کیا حضور کو معلوم نہیں کہ برسوں گذرے آپ کے پیشرو اور خود آپ کے نام بھی خلافت کی رجسٹری ہو چکی ہے۔ سورۂ بقر میں تو نہیں ایک دوسری سورۂ میں استخلاف نص صریح موجود ہے۔ علاوہ بریں میں نے آپ کی خدمت گذاری کو مدنظر رکھتے ہوئے علاوہ آیۂ استخلاف کے اور بہت آیات قرآنی اور احادیث نبوئی کو آپ کی اور آپ کے پیشرو کی خلافت کے ثبوت میں لکھے ہیں۔ ذرہ گھبرانے کا موقعہ نہیں حضور ان کو ملاحظہ فرما کر ان پر استدلال کر لیا کریں اور آئندہ ذرا فکر نہ فرما دیں اور ذرا بھر شک کو طبیعت میں جگہ نہ دیں۔ مگر کیا کیا جاوے کہ شک آپکی طبیعت میں مثل ایک عنصر کے داخل ہے ابھی تھوڑے روز گذرے کہ آپنے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسُول کی رسالت میں شک فرمایا۔ آج آپ

اپنی خلافت میں شک کرتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی محل شک و شبہ کرنے کا ہے
جب سے قادیان کی نورمشہ نبوت و خلافت قائم ہوئی ہے بباعث نمک خوار
قدیمی ہونے کے میرے جذبات خیر طلبی دوسروں سے کچھ زیادہ ہی اثر دکھلایا
کہ میں نے قادیان کی امداد و نصرت طلب کی اور میرزائی خادم حسین کو امداد اگ
بلا کر اس سے استمداد لی تاکہ اجماع و شوریٰ و غلبہ استخلاف کے حدود سے بڑھکر
آپ حضرات خلفاءؓ آپ کی خلافتوں کو نص قرآنی سے بھی ثابت کر دوں لیکن
بے ضرورت شک کا اظہار کرکے مجھے بدنام اور اپنے تئیں رسوائے خاص و عام
کئے دیتے ہیں۔ آج تو آپ کو اپنی خلافت میں ہی شک ہے اگر حیات مستعار باقی
رہ جاتی تو کچھ دنوں تک سوفسطائیوں کی طرح اپنے وجود کا بھی یقین آپ کو نہ رہتا۔
چوتھی وجہ کتب احادیث میں متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے (انکم ستحر
صون الیٰ آخرہ) ترجمہ۔ عنقریب تم لوگ امارة کی حرص کروگے اور وہ تمہارے لئے قیامت
کے دن حسرت وندامت کا باعث ہوگی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۹۱۔ چونکہ یہ
پیشگوئی رسولؐ کی ہے اس لئے اصحاب حرص امارت و ریاست میں ضرور گرفتار
ہوئے ہوں گے اور وہ اُن کے لئے سراسر باعث ندامت و حسرت ہوئی ہوگی
اگر ایسا نہ ہو تو کہنا پڑے گا کہ رسولؐ کی پیشگوئی محض غلط اور جھوٹی تھی اور اس
کے لئے دیگر مدعیان اسلام کی طرح اُمید ہے کہ آپ بھی تیار نہ ہوں گے۔ پس یہ
بتانا چاہیئے کہ وہ کونسی امارت تھی جس کی حرص میں اصحاب کرام مبتلا ہوئے اور
وہ ان کے لئے حسرت و ندامت بن گئی۔ کیا وہ حضرات ثلاثہ ہی کی امارت نہ
تھی جس کو آپ خلافت راشدہ سے تعبیر کرتے ہیں اور نص قرآنی ثابت کرنا چاہتے
ہیں۔ جب تک آپ اس امارت کو نہ بتا دیں گے جس کے لئے آنحضرتؐ کی پیشگوئی کا تعلق
ہے اُس وقت تک دنیا یہی سمجھے گی کہ آنحضرتؐ نے انہیں حضرات ثلاثہ کی خلافت
کے لئے یہ پیشگوئی فرمائی ہے اور یہی وہ امارت ہے جو حرص کرنے والوں کے لئے
آخرت سے پیشتر دنیا میں حسرت و ندامت کا موجب بنی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ
حسرت بھرا ارشاد (لوددت ان خطی منہا الکفاف لا علی ولا لی)
تو آپ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب عبدالرحمنؓ بن عوف والی روایت ہیں جس کا بعض

حصہ سابقہ مذکور ہوا۔ حضرت ابوبکر کا یہ کلام ندامت و حسرت ملاحظہ فرمایئے
((وددت انی یوم سقیفۃ ساعدۃ کنت قذفت الامر فی
عنق احد الرجلین ابی عبیدۃ بن الجراح او عمر فکان امیرا
وکنت وزیرا)) کاش میں بروز سقیفہ امر خلافت کو ابوعبیدہ جراح یا
عمر ان میں سے کسی کے گلے میں ڈال دیتا۔ وہ امیر ہوتے میں وزیر۔ دیکھو کنزل العمال
جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ تعجب ہے کہ آپ نے آیہ استخلاف کے نص ہونے کا خواب تو دیکھا
اگرچہ تعبیر کے اعتبار سے اضغاث احلام کی ایک فرد ہی نکلا۔ لیکن احادیث رسول (ص)
میں ایسی نص صریح نظر نہ آئی جس کے ہر لفظ خلافت راشدہ پر بالمطابقت دلالت
کرتے ہیں جو کچھ آنحضرت (ص) نے فرمایا وہی ہو کر رہا۔ ایسے خیار و بزرگوار صحابہ
حرص امارت میں گرفتار ہوئے اور حسرت و ندامت کا بار گراں اٹھائے ہوئے
عالم آخرت کو سفر کیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالجملہ حدیث
مذکورہ کے ہوتے ہوئے آیہ استخلاف کا خلفائے ثلثہ کی خلافتوں کے لئے نص قرار پانا
کسی طرح ممکن نہیں جو خلافت و امارت سراسر حسرت و ندامت بن گئی وہ خلافت
الٰہیہ نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن اس سے مزاج مبارک کو زیادہ مکدر نہ فرمایئے۔
کیونکہ اگر نص قرآنی ہاتھ نہ آئی تو کیا ہوا ایسی بے داغ نص حدیث تو کہیں نہیں
گئی اب کیا چاہیئے خلافت راشدہ کا منصوص ہونا بہرحال ثابت ہے خواہ
حدیث سے ہو یا کسی طرح۔ پانچویں وجہ اس سے انکار نہیں کہ آپ کے خلفائے
راشدین کے عہد میں بہت سے ممالک فتح ہوئے لیکن اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ ان کو تمکین فی الدین حاصل ہو گئی تھی اور ان کے فتوحات ((لیمکنن
لہم دینہم الذی ارتضی لہم)) کے مصداق تھے۔ محض چند ممالک پر اور
وہ بھی چند روزہ غلبہ ہو جانے کا نام تمکین فی الدین نہیں رکھا جا سکتا۔ جبکہ
بہ حیثیت مجموعی عالم میں دین اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ حاصل نہیں ہوا اور تمام
عالم تو در کنار جن ممالک پر بظاہر غلبہ اسلامی دکھائی دیتا تھا وہ بھی ایسا نہ تھا
جو ((لا یشرکون بی شیئا)) کا مصداق ہوتا بلکہ ادیان باطلہ کے پیرو
ہمیشہ تعداد میں اہل اسلام سے زیادہ رہے اور اس سبب سے یہ خوف برابر باقی

رہنے کہ سیادتِ اسلام کا ظاہری غلبہ مقہوریت و مغلوبیت سے بدل جائے۔ چنانچہ آخر کار
ایسا ہی ہوا کہ جن ممالک پر اہلِ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تھا ان میں سے اکثر
ایسے نظر آتے ہیں کہ بہت قلیل مدت میں وہاں اسلام کا نام بھی باقی نہ
رہا اور رفتہ رفتہ آج اہلِ اسلام و بلادِ اسلام جس تباہی و بربادی کی حالت
میں ہیں اور غیر مسلم اقوام ان پر غلبہ پا رہی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ خدا نہ کرے
کہ اس سے بھی بدتر حالت دیکھنی پڑے۔ پھر کیا کوئی عاقل یہ کہنے کی جرأت
کر سکتا ہے کہ تمکین فی الدین سے یہی چند روزہ غلبہ مراد ہے۔ جو بہت جلد
سراسر مغلوبیت سے بدل گیا اور پروردگارِ عالم نے ایسے ہی تمکین کا وعدہ
فرمایا تھا جو چند محدود ممالک سے متجاوز نہ ہو سکی اور چند دنوں بھی اس
کی ایک حالت باقی نہ رہی۔ اور وعدہ امن کے کیا یہی معنی تھے کہ تھوڑی مدت بھی
باطل پرستوں کے ہاتھوں غریب اہلِ اسلام کو بے خوف بیٹھنا نصیب نہ ہوا یہاں
تک کہ اس پر اسے نام امن کا بھی اثر باقی نہ رہا اور (لا یشرکون بی شیئا)
کا یہی مطلب تھا کہ وہ بلاد بھی جن کو بلادِ اسلامیہ سے تعبیر کرتے تھے ہمیشہ کفر اور
شرک کا مرکز بنے رہیں۔ تا اینکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد رسومِ اسلامی
وہاں سے محو ہو جائیں۔ جو صاحب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس دینی تمکین کا وعدہ
خداوند عالم نے کیا اس سے وہی غلبہ و اقتدار مراد ہے جو اہلِ اسلام کو چند
دنوں کے لئے ممالکِ کفر پر حاصل ہو گیا تھا۔ ان کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ عارضی غلبہ
و اقتدار محض اہلِ اسلام کا تھا نہ کہ دینِ اسلام کا۔ یعنی تھوڑے سے مسلمانوں
نے اپنی دنیاوی طاقت سے بلادِ کفار مفتوح کئے اور جب تک ہو سکا ان پر
قبضہ قائم رکھا۔ لیکن ان کو تمکین فی الدین حاصل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کے
معنی یہ ہیں کہ دینِ اسلام کے مقابلہ میں ادیانِ باطلہ روئے زمین سے مٹ جاویں
شرک و کفر کے آثار محو ہو جاویں۔ مگر ایسا خلفائے ثلثہ کے عہد سے اب تک
کبھی نہیں ہوا۔ پس ان کے یا دیگر سلاطینِ اسلام کے محدود فتوحات اور عارضی
غلبہ و اقتدار کو اس تمکینِ دینی کا مصداق سمجھنا جس کے عطا کرنے کا خداوندِ عالم
جیسے ملک الملوک نے اپنے با ایمان صالح الاعمال بندوں سے ان کے ایمان و اعمال

صالحہ کی جزا میں وعدہ فرمایا ہے بہت بڑی غلطی ہے۔ اس لئے کہ ایسی محمول سلطنت و تمکین ان مومنین صالحین کے لئے باعث مسرت و قابل فخر نہیں ہو سکتی اور نہ ان کے ایمان و صلاح اعمال کی جزا کہی جا سکتی ہے۔ جبکہ ان کے ساتھ ہی سلاطین کفار کی حدود سلطنت اور دینی تمکین و اقتدار ان سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔ پس عقل سلیم یہی حکم کرنے پر مجبور ہے کہ آیہ استخلاف میں تمکین دینی و دینی غلبہ و اقتدار مراد ہے جس کو کمال تاکید و اہتمام کے ساتھ پروردگار عالم نے تین مواقع پر ان الفاظ میں ذکر کیا ہے (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ) یعنی خداوند تبارک و تعالے نے اپنے رسول اکرم صلعم کو ہدایت و دین حق کے ساتھ اس لئے مبعوث فرمایا کہ اس کے دین کو جملہ ادیان پر غالب فرمائے اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کونسا دن ہوگا کس کا عہد میمنت عہد ہوگا کہ یہ غلبہ دین اسلام کو حاصل ہوگا۔ اہل ایمان کس امن و راحت میں ہوں گے۔ مندرجہ ذیل احادیث کو دیکھنا چاہیئے (عن ابی ھریرۃ انہ قال ھذا وعد من اللہ بان یجعل الاسلام غالبا علی جمیع الادیان وتمام ھذا انما یحصل عند خروج عیسیٰ وقال السدی ذالک عند خروج المہدی علیہ السلام لا یبقی احدا الا دخل فی الاسلام او ادی الخراج) ابوہریرہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ دین اسلام کو جمیع ادیان پر غالب کرے گا اور یہ غلبہ اس وقت ہوگا جبکہ عیسےٰ خروج کریں گے اور سدی نے کہا کہ یہ غلبہ ظہور مہدی علیہ السلام کے وقت حاصل ہوگا۔ اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جو دین اسلام میں داخل نہ ہو جاوے یا خراج ادا کرنا قبول نہ کرے چونکہ خروج عیسےٰ و ظہور مہدی علیہ السلام دونوں امر ایک ہی وقت میں ہوں گے۔ اس لئے ہر دو قول کا مقصود ایک ہے دیکھو تفسیر کبیر امام رازی جلد ۴ صفحہ ۲۶ طبع (۲) (اخرج سعید ابن منصور و ابن المنذر و البیہقی فی سننہ عن جابر فی قولہ لیظہرہ علی الدین کلہ قال لا یکون ذالک حتی لا

یبقی یھودی ولا نصرانی صاحب ملۃ الا الاسلام حتی تامن الشاۃ الذئب والبقرۃ الاسد والانسان الحیہ حتی لا تقرض الفارۃ جرابا وحتی توضع الجزیۃ ویکسر الصلیب و تقتل الخنزیر و ذالک اذا نزل عیسے ابن مریم علیہ السلام

سعید بن منصور سے ابن المنذر و بیہقی نے جابر سے قول خدا تعالی (لیظہرہ علی الدین کلہ) کی بابت روائت کی ہے انہوں نے کہا کہ جب یہ غلبہ دین اسلام کو ہوگا تو یہودی ہو یا نصرانی کوئی صاحب ملت باقی نہ رہیگا سوائے اہل اسلام کے اور اس وقت وہ دور ہوگا کہ بکری بھیڑیئے سے بے خوف ہوگی اور گائے شیر سے اور انسان سانپ سے یہاں تک کہ چوہے بھی کسی زنبیل کو نہ کاٹینگے۔ اس وقت عام جزیہ معین ہوگا۔ صلیب شکستہ اور خنزیر مقتول ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ عیسے ابن مریم علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے (اور یہی وقت ظہور مہدی علیہ السلام ہوگا) تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۱

(۳) عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلعم تتنعم امتی فی عہد مہدی لم تتنعم مثلہا قط یرسل السماء علیہم مدرارا ولا تدع الارض شیئا من نباتہا الا اخرجتہ رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر فصول المہمہ ابن صباغ مالکی صفحہ ۳۱۷

ابی سعید خدری آنحضرت سے روائت کرتے ہیں کہ میری اُمت کو مہدی کے عہد میں جس قدر نعمات حاصل ہوں گی وہ کبھی حاصل ہوئی ہونگی۔ بارش موسلادھار برسیگی اور زمین کی سبزی کو بے اُگائے نہ چھوڑے گی۔ میں نے بہ نظر اختصار چند احادیث کو یہاں نقل کیا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ہر ایک شخص بشرطیکہ فہم مستقیم و عقل سلیم رکھتا ہو۔ اس امر کا بخوبی فیصلہ کرے گا کہ آیہ استخلاف بحق قائم آل محمد کے متعلق ہے۔ اور آپ ہی وہ خلیفۃ اللہ ہیں کہ جن کے عہد میں خوف امن سے بدل دیا جاوے گا اور آثار کفر و ضلالت یکسر مٹا دیں گے چونکہ ہر ایک خلیفہ اللہ کے لئے مخصوص آیات و علامات کا سند کے طور پر خداوند عالم کی طرف سے عطا ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے خلیفۃ اللہ

ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس لیئے اس آخری خلیفہ
خدا کا ظہور بھی مخصوص علامات سے ہوگا اور آپکی خلافت محض زمین والوں
کے لیئے نہ ہوگی۔ بلکہ جمیع ارض و سما کے لیئے۔ جن میں طیور و وحوش بھی شامل ہوں
گے۔ اور فی الاصل خلیفہ خدا کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ پیر اس کلام کی تصدیق
کے لیئے بیحد شہادتیں موجود ہیں (۱) وعن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ
صلعم یخرج المہدی و علےٰ راسہٖ عمامۃ فیہا ملک ینادی
ھٰذا الخلیفۃ اللہ المہدی فاتبعوہ (رواہ الحافظ ابی
نعیم الطبرانی وغیرھما) فصول المہمہ صفحہ ۳۱۹ عبد اللہ ابن عمر آنحضرت
سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا نے جب مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو
ایک ٹکڑہ ابر کا آپکے سر پر بلند ہوگا۔ اس میں ایک ملک پکارتا ہوگا کہ
یہ خلیفہ خدا مہدی ہے۔ تم لوگ اس کی متابعت کرو (۲) المہدی من
ولدی وجہہ کالکوکب الدری اللون لون العربی والجسم جسم
اسرائیلی یملاء الارض عدلاً کما ملئت جوراً یرضی بخلافتہ
اہل السماء و اہل الارض والطیر فی الجو) صواعق محرقہ ابن حجر مکی
مطبوعہ مصر صفحہ ۹۸ (ترجمہ مہدیؑ میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکتے تارے
کی طرح روشن ہوگا۔ اس کا رنگ اہل عرب کا رنگ ہوگا۔ اس کا جسم بنی اسرائیل
کا سا ہوگا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ اس
کی خلافت پر اہل آسمان و زمین سب کے سب راضی ہوں گے۔ یہاں تک کہ
فضا میں طیور بھی) جناب ناجی صاحب۔ جبکہ بدلائل قویہ ثابت ہوگیا کہ آیۂ استخلاف
کا خلافت راشدہ مصنوعہ اخیار پر نص ہونا ممکن نہیں۔ مگر پھر بھی بپاس
خاطر والا چند ایک اقوال حضرت ابوبکر و حضرت عمر شہادت میں پیش
کرتا ہوں کہ یہ خلافت منصوصہ نہ تھی۔ حضرت ابوبکر اپنی خلافت
کے زمانہ میں اکثر فرماتے (اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم و علی فیکم)
مجھے چھوڑ دو چھوڑ دو علی کی موجودگی میں میری کوئی ضرورت نہیں۔ جو ابوبکر
ابوبکر کا خلافت سے استعفا دینا بالکل بیطل و بیخ کن خلافت تھا لہذا آپکے

راستباز و صادق القول عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ میں قطعی انکار کر دیا
کہ ہماری کتابوں میں یہ جملہ موجود نہیں جیسے ہمارے عالم نے تشئید المطاعن میں جو
تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے فضل بن روزبہان کی ابطال الباطل اور امام
غزالی کی سر العالمین و سبط ابن جوزی کی خواص الامہ سے ثابت کر دیا کہ یہ شبہ
ابوبکر نے استعفا کی عبارت یہی کہی تھی۔ کہ جب علیؑ موجود ہیں تو میری کیا ضرورت
ہے۔ اگر بقول آپ کے خلافت حضرت ابوبکر حسب وعدۂ خداوندی تھی اور
صحابہ نے جائز طور پر اجماع کیا تھا تو وہ کبھی خلافت الٰہیہ سے مستعفی نہ ہوتے
شاہ عبدالعزیز بھی عجیب راستبیان تھے جس جگہ دیکھا تھا کہ مذہب کو اس بات
سے ضرر پہنچے گا صاف انکار کر جاتا تھا۔ اقالہ بیعت کے واقعہ ایسے جلیل القدر
فضلاء حنفیہ کے نام عرض کئے گئے تسلیم فرمائیں۔ مگر عبدالعزیز بجز انکار دبی زبان
سے بھی اقرار نہ کرے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ عزیز دہلوی نے فرقہ سنیہ کو اس طرح
ہاتھ پیر باندھ کر مغالطہ کے بھنور میں دھکا دیا ہے کہ عاجز غوطے پر غوطے کھاتے
ہیں مگر کنارے نہیں لگتے۔ اگر کوئی سنی دار و گیر یوم عقبیٰ سے خوف کھا کر عبدالعزیز
کے پنجہ سے نکلنا چاہے تو تشئید المطاعن کو ابتدا سے انتہا تک بچشم انصاف
دیکھ جاوے تو پھر اگر خانہ سنیت کو پھونک کر شیعہ نگری میں نہ آ جاوے
تو میرے ذمہ یہ اقالہ بیعت کا واقعہ وہ ہے جس سے شاہ عبدالحق صاحب نے
جنہیں سر خیل محدثین ہند مانا گیا ہے۔ تحریر فرمایا ہے دیکھو رسالہ اعتقادیہ
المعروف بہ تکمیل الایمان صفحہ ۱۱۵ سے لیکر صفحہ ۱۱۶ تک مشرح لکھا ہے اور دکھلایا
ہے کہ ابوبکر کی خلافت کے لئے خدا اور رسول کا کوئی حکم نہ تھا۔ یہی دلیل لائے
ہیں کہ اگر وہ کسی حکم سے مسند آرائے خلافت ہوئے ہوتے تو تنزل از مقام و
تجہیز علی را چہ معنی دارد) یعنی نہ منبر سے نیچے آتے اور نہ علی کے اختیار کرنے
کی مومنین کو ہدایت فرماتے چونکہ ان سے یہ افعال روئے ظہور لائے نظر بر آں
سمجھا گیا کہ وہ غیر سند یافتہ خلیفہ تھے۔ دوسری شہادت اور لیجئے حضرت عمر
نے ایک روز بزمانہ حکومت خود سر منبر فرمایا (الا ان بیعت ابی بکر
کانت فلتۃ وقی اللہ المومنین شرھا فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ)

مختصر مطلب یہ ہے کہ بیعت ابوبکر بے غور و تامل ناگہانی طریقہ سے واقع ہو گئی تھی۔
خدا نے اس کے بُرے نتائج سے خلقت کو بچایا جو کہ بے فکر و غور کام کرنے سے
پیدا ہو جاتے ہیں۔ آئندہ اگر کسی نے ابوبکر کی طرح حصول خلافت میں مبادرت
کی تو اس کا قتل کرنا ضروری ہے۔ دیکھو باب دہم تحفہ شاہ عبدالعزیز۔ یہاں جناب
سنی جو حضرت عمر کو سچا جانتے ہیں بجائے خود سوچیں اور سمجھیں کہ اگر آپکی بنائی
ہوئی خلافت حسب وعدہ خداوندی واقع ہوئی تھی تو حضرت عمر نے اس
کو مادۂ شرارت کیوں قرار دیا۔ تعجب ہے کہ بقول نامی صاحب خدا ابوبکر کو
ایوان خلافت کی سیر کرائے اور حضرت عمر فرما دیں کہ نہیں وہ بلا دربانوں کی اجازت
کے خود بخود ایوان خلافت میں گھس گئے۔ اگر آئندہ کوئی اس طرح دراز گھس آئے
تو اسے باہر کرکے فوراً اسے بھی پیشتر قتل کر دو۔ جناب نامی صاحب مجھے سخت
افسوس ہے کہ آپ نہ ہوئے کہ حضرت عمر کو سمجھاتے کہ حضرت ہم تو آپکی خلافت
کو خلافت الٰہیہ بنا رہے ہیں اور آپ ہماری تمام محنت اکارت کر کے اپنی خلافت
کی بنیاد کو بھی اکھیڑ رہے ہیں۔ چنانچہ انہیں امورات کو دیکھ کر عموماً اہل سنت اس
عقیدہ کے دیکھے جاتے ہیں جو امامت و خلافت کے لئے حکم خدا و رسول کو غیر
ضروری بلکہ باعث مفاسد سمجھکر اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ چند لوگوں کے
اجماع سے خلیفہ ہو جاتا ہے۔ ان کی تردید میں ان کے اعتقاد کو توڑنے کے لئے
عرض کرتا ہوں کہ بعض خدا شناس و اہل معرفت نے یہ سمجھ کر عہدہ امامت کا عطا
کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ سلطنت کو چھوڑ دیا اور اپنے آبا و اجداد پر نفرین
کی کہ بلا استحقاق محض چار آدمیوں کی گٹھ جوڑ کر لینے سے خلیفہ کہلائے گئے۔
وہ تارک سلطنت یزید کا بیٹا معاویہ ہے۔ دیکھو ترجمہ فارسی صواعق محرقہ
صـ ۳۲۱ کہ معاویہ بن یزید نے سلطنت کو چھوڑا و وجہ ترک خلافت بیان
کرد کہ امر خلافت عہدیست از جانب خدا و رسول او بہ اختیار احدے
نیست مگر خدا تعالیٰ ہر کرا لائق امر خلافت کردہ است لیں او خلیفہ میشود نہ
آنہا است کہ اختیار مردمان باشد ہر کسرا کہ مے خواہند خلیفہ نمایند و در امام
دین مانند امامت و نبوت بید قدرت اوست ہر کرا خواہد قابلیت ایں امر بود است

چنانکہ مہتر داؤد خواست کہ بعد او فرزندش پیغمبر شود خدا تعالی فرمود کہ اے
داؤد نبوت و امامت اختیار من است بدستیکہ معاویہ جد بس نزع کرد،
در این امر بکسیکہ از خدا و رسول دین و دنیا را حق داشتے بود از دست
علی ابن ابی طالب دستیکہ او وفات یافت در قبر رہن ذنوب گشت ابن جعفر
نامی صاحب و مسٹر مظہر صاحب خصوصاً و دیگر اہل سنت عموماً ارشاد فرماویں کہ اس
جلیل القدر بادشاہ نے جو سلطنت عظیم سے یہ کہکر استعفا دے دیا کہ امامت
خدا و رسول کے ہاتھ ہے نہ کہ ہمارا آدمیوں کے اختیار ہیں ایسا فعل اس سے کیوں سرزد
ہوا۔ آیا اس کو خبط عقل ہو کر اس کی عقل زائل ہو گئی تھی یا آنکہ منجانب قدرت
اس کو یہ ہدایت ہوئی تھی سو دبیگہ زمین کوئی اپنے قبضہ سے علیحدہ نہیں کر سکتا چہ جائیکہ
ملک وسیع کی بادشاہت معاویہ بن یزید نے محض سلطنت ہی کو نہیں چھوڑا بلکہ
حضرت امیر علیہ السلام کو منجانب خدا اور رسول علیہ السلام حق دار بہ حکومت اسلام تبلایا۔
اور آپ کے پیر و مرشد اور اپنے دادا معاویہ کو ناحق کا جھگڑالو اور بالآخر
جہنم نشین ظاہر کیا۔ دیکھیے ذرا اپنی ہی حالت کو آپ کے سسرال کے پاس
کچھ زمین تھی ہمیشہ سے آپ کے اسلاف رواج کے پابند تھے کبھی بھولے بھی شرع
مقدس کا نام نہ لیا تھا اب جو آپ نے دیکھا کہ سوائے آپکی زوجہ کے اور کوئی
اولاد صاحب زمین کی نہیں رہا جاتا تو آپ کو کچھ ملتا نہیں شرعاً مل سکتا
ہے۔ لہذا اشتہار چھپوا کر شریعت کے احکام لوگوں کو دکھلانے لگے کہ خیر خدا کرے
آپکو زمین مل جاوے یا کوئی سی صورت ہو۔ الغرض مسٹر مطلب شاہ صاحب نے
حسب اقتراح صدر تحریر فرمایا ہے کہ اگر خدا کسی کو مقرر کرے تو اس سے ضد لازم
آجاوے اور فرزند یزید کہتا ہے کہ خلافت خدا کے قبضہ قدرت میں ہے وہ دیوے
یا نہ دے۔ ان دو مختلف القول میں سے حضرت نامی و مسٹر مظہر کس کو سچا تبلاویں گے
و اصحاب رائے ارباب خرد ہو کہ ہر شخص اپنے حقدار و غیر ذی حق ہونے کا بجائے
خود پورا یقین رکھا کرتا ہے۔ حضرات شیخین کے بعض واقعات کچھ ایسے ہیں
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی متیقن نہ تھے کہ ہماری خلافت از جانب رب العزت
ہے۔ بلکہ ان کو اپنے خلیفہ جائز ہونے اور نہ ہونے میں اس درجہ تذبذب تھا کہ

قطعی فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ ہم کیا چیز ہیں بلکہ ان کا ذہن رسا ہی ہدایت کرتا تھا
کہ اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھیں۔ چنانچہ تاریخ الخلفا مطبوعہ مطبع محمدی واقع
لاہور کے صفحہ ۹۵ پر جو عربی عبارت ہے اس کا اردو میں ترجمہ ہے۔ ابن سعد نے
نادان سے بسلسلہ سلمان نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے سلمان سے
پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ بجواب سلمان نے کہا کہ اگر آپ نے مسلمانوں
سے ایک درہم بطور ناجائز حاصل کر کے غیر شرعی ضرورتوں میں صرف کیا ہے
تو آپ بادشاہ ہیں اور اگر ہر معاملہ میں احکام خداوندی پر عامل ہو کر مسلمانوں
سے اخذ اموال کیا ہے تو خلیفہ رسول ہیں۔ یہ امتیازی بات سن کر حضرت عمر
رونے لگے حضرت نامی صاحب و حضرت مظہر صاحب توجہ فرماویں کہ جو شخص
خدا کی طرف سے خلیفہ ہو اس کو لوگوں سے اس بات کی جانچ کر لینے کی
کیا ضرورت تھی کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ سلمان نے جو سلطنت و خلافت
کی معیار بتلائی تھی اس کو سن کر حضرت عمر کا رونا صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی
ذات کو ایسا ہی بادشاہ جانتے تھے جیسا کہ سلاطین دنیا اندھا دھند لوگوں کا
مال مار کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اس سے یہ بھی پایا گیا ہے کہ صحابہ جلیل الشان
بجائے خود متیقن نہ تھے کہ خلافت شیخین برضائے صمدالہیہ واقع ہوئی ہے ورنہ
جس وقت ہچکیاں لے کر حضرت عمر رو رہے تھے حضرت سلمان ان کے آنسو
رومال سے پونچھ کر کہتے کہ حضور کیوں قلب نازک کو صدمہ دیتے ہیں۔ آپ نے
ایک پائی بھی کسی مسلمان کی ناروا طریقے سے نہیں لی۔ خدام دولت فی الواقع خلیفہ
ہیں۔ قرآن مجید کی ایک بڑی آیہ استخلاف سے آپ کی خلافت کی تائید میں
حضرت نامی صاحب لاہوری استدلال فرما رہے ہیں۔ مقام تامل ہے جبکہ
خود حضرت عمر اپنے جائز خلیفہ ہونے میں متردد تھے۔ نیز دیگر صحابہ بھی انکی
خلافت پر یقین نہ رکھتے تھے اور فرزندان رسول اُن کو غاصب جانتے تھے چنانچہ
جناب امام حسن علیہ السلام نے ایک روز ابوبکر کو منبر رسول پر دیکھ
کر فرمایا اے ابوبکر اُتر آ میرے باپ کی جگہ سے۔ اور اسی طرح حضرت امام
حسین علیہ السلام نے عمر کو منبر پر دیکھ کر فرمایا کہ اے عمر اُتر آ میرے باپ کے

منبر سے دیکھو صواعق محرقہ باب گیارہواں مقصد پانچواں اور تاریخ الخلفاء جلال
الدین سیوطی بمقام ذکر خلافت ابوبکر و عمر و محب طبری کی کتاب ریاض النضرہ باب
اول فصل بارہواں و ابن شہر آشوب کی کتاب مناقب اور خطیب بغدادی کی تاریخ
المخطب ازالۃ الخفاء جبکہ یہ حالت صحابہ و اہلبیت نبوت کی تھی تو ہمارے حضرت
نامی صاحب و مسٹر مظہر صاحب پر کونسی غیر معمولی وحی نازل ہوئی جس سے مقصود
آیہ استخلاف شیخین کو جانتے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست برہان نادرست
کی شکل نمایاں ہیں صادق آتی ہے۔ اہل سنت نے خواہ مخواہ ان کو آسمان عزت
کا آفتاب بنا رکھا ہے۔ وہ بیچارے تو اپنے آپکو مومن بھی نہ جانتے تھے۔ کتب اہل سنت
میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز حضرت حذیفہ سے جن کو حسب تسلیم صاحب تحفہ
علم المنافقین تھا حضرت عمر بہ اصرار دریافت فرمایا کرتے کہ میرا نام تو آنحضرت
نے بذیل منافقین آپکی یادداشت میں نہیں لکھایا۔ حضرت حذیفہ نے جواب دیا
کہ میں امین اسرار رسالت ہوں کشف راز نبوی نہیں کر سکتا (انت اعلم بنفسک)
حضور اپنے اعمال و افعال سے خوب واقف ہیں۔ آئینہ خیال میں دیکھ لیجئے اگر آپ لیلۃ
العقبہ میں شریک جماعت منافقین تھے تو بلاشک آپ سندی منافق
ہیں بصورت دیگر آپکے کھرے مسلمان ہونے میں شک کرنا خود نامسلمان ہونا ہے
چنانچہ آخرکار حضرت عمر نے خود اقرار کر لیا اور کہا باللہ انا من المنافقین[1]
عمر صاحب کا استفسار اور حضرت حذیفہ کا استتار اور خود حضرت عمر کا اقرار
نہایت شک دلانے والا ہے۔ تہذیب اسلام یہی ہے کہ مومنین [illegible] ظن واسیء
نہوں۔ چنانچہ کہا گیا ہے وظنوا بالمومنین خیرا یعنی مومنین کی
طرف گمان نیک کرنا چاہئے۔ اگر درحقیقت عمر صاحب شریک جماعت منافقین
ہو کر درپے آزار و ہلاکت نبوی نہ ہوئے تھے اور حسب عقیدہ مسٹر نامی و مظہر صاحب
نبی کے سچے جان نثار اور یار وفادار تھے تو ان کو حضرت نبوی کی طرف بدگمانی
کیوں۔ کیا معاذ اللہ آنحضرت ایسے تھے کہ حضرت عمر جیسا یار غار کا نام حذیفہ
کی فہرست منافقین میں لکھوا دیں۔ حضرت عمر کا یہ خیال بد صاف بتلا رہا ہے

---

[1] ملاحظہ میزان الاعتدال علامہ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۶۵

کہ وہ رتبہ رسالت و نبوت سے ہرگز واقف نہ تھے اور نہ اُن کو یہ معلوم تھا کہ مومنین
کو باہم کیسا رہنا چاہیے اور آپس میں کیسے صاف خیالات رکھنے چاہییں۔ حذیفہ کا
خشک جواب اور بھی دریائے تحیر میں غوطے دے رہا ہے۔ اگر فی الواقع ان کی
فہرست میں حضرت خلافت پناہ کا نام درج نہ تھا تو صاف کہدیتے کہ حضور
کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ نبی کے خسر ہیں ان کے مصاحب خاص ہیں۔ بلا آپ کے
مشورہ کے آپ کچھ نہ کیا کرتے تھے۔ چند موقعہ پر رسول خدا کی رائے رد ہوئی اور حسب
صوابدید و منشائے حضور والا نزول وحی ہوا۔ آپ کے غلام حضرت افلح بھی بباعث
خدمتگذاری خاصہ حضور منافق نہیں ہو سکتے وہ اور ہی لوگ ہیں جو مبتلائے مرض
نفاق ہیں۔ اتنا کہدینے میں حذیفہ پر کوئی الزام خلاف رازداری عائد نہیں ہو سکتا
تھا جرم افشائے راز تبھی قائم ہوتا جو کسی ایسے شخص کو اطلاع دیتے جس کا نام
فی الواقع ان کی فہرست میں درج ہوتا۔ حذیفہ کے گول مول جواب دینے سے معلوم ہوا
کہ ان کی پاکٹ بک میں ضرور بذیل منافقین ان کا نام نامی درج تھا۔ حضرت
عمر کا وہم کچھ ایسا بڑھا ہوا تھا کہ ذرا ذرا باتوں سے ان کی طبیعت میں کھٹک پیدا
ہو جاتی تھی۔ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں بہ صفحہ ۴۰۸ شفیق و ابو وائل
و مسروق کی چند روایتیں لکھی ہیں جن کو راویانِ موصوف نے حضرت ام المومنین
ام سلمہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ ان روایات کا یہ
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے بعض اصحاب ایسے ہوں گے کہ جن کو میں نہ قیامت
میں دیکھ سکوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھیں گے۔ حضرت عمر نے حضرت ام سلمہ رض سے
پوچھا کہ آپ قسم کھا کر فرمائیں کہ کیا میں بھی انہی کی ذیل میں ہوں۔ جو کہ رسول خدا صلعم
کو نہ دیکھ سکیں گے معظمہ نے جواب دیا کہ اے عمر نہ میں تجھ کو اُن سے خارج بتلا
سکتی ہوں نہ اُن میں داخل کہہ سکتی ہوں۔ تعجب ہے کہ حضرت ام سلمہ رض نے بھی حضرت
عمر کو اطمینان نہ دلایا۔ افسوس ہے آپ کے بعد حضرت عمر عجب تشویش و تذبذب
میں منصب فرمائے ملک نقاہوئے۔ قبر میں بھی ان کو یہی بے چینی ہوگی کہ دیکھو
بایدیہ روز بازپرس کیا ہو۔ تعجب ہے جو شخص اپنے من میں دعوائے خلیفہ و
بادشاہ ہونے میں مذبذب تھا اس کو حضرت نامی و مسٹر مظہر کہہ سکتی آسمانی خلیفہ

بتلائے دیتے ہیں۔ اگر بپاس خاطر حضرت نامی و منظر صاحب ہم تسلیم بھی کرلیں کہ حسب
وعدہ استخلاف ثلاثہ خلیفۃ اللہ تھے تب بھی ان کو کوئی فائدہ اس خلافت سے
پہنچا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد دوم مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر
صفحہ ۱۸۳ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ عثمان و مقتل عمر میں حضرت عمر کا قول
کہ آپ فرماتے ہیں "وددت ان ذالک کفاف لا علیّ ولا لی" ترجمہ
میں اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ پس از وفات یہ خلافت مجھ کو نفع پہنچائے نہ نقصان
سوائے ازیں کتاب حج الکرامہ فی آثار القیامہ مطبوعہ شاہجہانی واقع بھوپال کے صفحہ ۱۹۶
پر بھی مضمون بالا درج ہے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ خلیفہ صاحب اپنے اعمال و کردار
کی جزا یا سزا سے ہرگز نہ بچیں گے۔ بھلا یہ کب ممکن ہے کہ جو شخص بہ نیابت نبی مہمات
خلائق کو انجام دے دیتہ اور وراثت کے مقدمات فیصلہ کرے۔ شریعت کے قوانین
بتلائے مسجد میں بیٹھ کر فصل قضایا کرے۔ سزائے تازیانہ و قید و جلا وطنی و پھانسی کے دام
پر مہر لگائے۔ تمام حقوق بندگان خدا کا ذمہ دار ہوا وہ پھر پاداش اعمال سے محفوظ
رہے۔ حضرت نامی و منظر صاحب کو ذرا عقل سلیم سے کام لینا چاہیئے۔ ہرگاہ یہ
خلافت الٰہی جلیل المرتبہ تھی کہ عمل صالح کے معاوضہ میں عطا کی گئی تھی تو حضرت
عمر نے یہ خواہش کیوں کی تھی کہ یہ خلافت ان کے لیئے آخرت میں غیر موثر و بے
نتیجہ رہے کیا عنایات و تفضلات ایزدیہ کی یہی قدر و منزلت کی جاتی ہے جو
حضرت عمر نے کی۔ حضرت نامی و منظر صاحب اگر اچھی کتاب تواریخ و سیر پر امعان
نظر ملاحظہ فرمائیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر اپنی ذات مبارک کے لیے لفظ
خلافت کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ تاریخ الخلفاء مطبوعہ میمنہ مصر کے صفحہ ۵۳ و ۵۴ پر لکھا
ہے۔ ابن عساکر معاویہ بن قرہ سے ناقل ہے کہ ابوبکر اپنے زمانہ میں خلیفہ رسول لکھے جاتے
تھے لوگوں نے ان کو کہا کہ ہم نے حضور کو اپنا امیر بنایا ہے پس آپ ہمارے امیر ہیں۔ عمر نے
کہا اس میں مضائقہ نہیں۔ تم مومن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ لہٰذا مجھ کو امیر المومنین
کہا کرو۔ یہ واقعہ بالکل تیار ہے کہ آپ اپنی خلافت کو من عنداللہ و عندالرسول
نہ جانتے تھے۔ دیگر صحابہ سے کہتے کہ بھائیو ابوبکر صاحب سے غلطی ہوئی جو انہوں نے
اپنے آپ کو خلیفہ رسول لکھایا وہ تو بروئے آیہ استخلاف خلیفۃ اللہ تھے۔ لہٰذا

[illegible]

ہیں ایسے شخص کا خلیفہ ہونا نہیں چاہتا جس نے اس درجہ لیست فطرتی کو گوارا کیا کہ خدا کو چھوڑ کر غیرؐ کا خلیفہ بنا۔ مجھ کو آج سے خلیفۃ اللہ کہا کرو۔ امر واقعی یہ ہے کہ لوگ ایسے بااقبال تھے کہ گھر بیٹھے بلا زحمت عہدے پائے۔ کوئی صدیق بنا کوئی فاروق بنا کوئی ذوالنورین کہلوایا کوئی خلیفہ رسولؐ پکارا گیا کوئی بہ تجویز خود امیرالمومنین بن بیٹھا جو لقب پسند خاطر ہوا اس کو اختیار کر لیا۔ شائد اگر کچھ دنوں اور زندگی وفا کرتی تو فرعون و شداد کی طرح دعوی الوہیت کرتے یا کم از کم میرزائے قادیانی کی طرح درجہ رسالت و نبوت پر ہی فائز ہو جاتے۔ اگرچہ ابن تیمیہ نے حضرت یزید خلیفہ ششم اہل سنت کو بھی مانا ہے نہ معلوم ان کے خیال میں حضرات ثلثہ اس حساب سے کونسے درجہ الوہیت پر فائز تھے۔ اب ہمارے سرتاج نامی صاحب و مظہر صاحب زبردستی چاہتے ہیں کہ شیعہ ایسے بے سر و پا خلفا کو منصوب کردہ خداوندی سمجھیں نعوذ باللہ۔ ہم تو یہی کہے جائیں گے کہ یہ لوگ چار بھلے مانسوں کے مقرر کئے ہوئے معتبر ضرور تھے۔ ہم سچ کہتے ہیں حضرت ثلثہ نے کبھی مسلمانوں سے یہ استدعا نہ کی تھی کہ ہم بہ روئے آیۂ استخلاف مسند خلافت کو دبائے ہوئے ہیں۔ وہ بزرگوار تو ایسے صاف گو راست باز تھے کہ غائت دینداری سے علی الاعلان برسرِ عام اپنی اندرونی اور کچی حالت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ کی پہلی فصل باب اول میں اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے کہ ابوبکر نے فرمایا ایہا الناس آگاہ ہو کہ مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے جو کہ راہ صواب سے ہٹا کر مجھے خراب راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ اگر تم لوگ مجھے راستی پر دیکھو تو میری اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اگر کجی پر میری رائے دیکھو تو مجھ کو سیدھے راہ پر لاؤ۔ تحفہ کے صفحہ ۲۲۸ پر شاہ صاحب نے بھی مضمون بالا کو نقل کیا ہے۔ اگر بقول اہل سنت خلفا کے جمیع اعمال صالح تھے اور ان کا دین پسندیدہ تھا تو کبھی خلیفہ صاحب ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالتے۔ یہ امر صحیح ہے کہ ان حضرات کی حکومت بلا حکم نبوی محض دھینگا مشتی سے بہ تقویت

مخالفین اہل بیت وقوع پذیر ہوئی تھی۔ جس کی خبر بہ تفصیل تمام تر
پہلے سے آنحضرتؐ دے گئے تھے۔ جناب باری نے ان کو خواب
میں آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کے منبر پر لوگ بندروں
کی طرح سے اُچھل کود کر کے خلائق کو صحیح راستہ سے ہٹا کر بادیۂ
غوایت و ضلالت کی سیر کرائیں گے۔ اہل سنت اس حدیث کو
تسلیم فرما کر کہتے ہیں کہ جو لوگ مثل میمون حرکات ناہموار کرنے
والے تھے وہ قوم بنی امیہ تھی۔ حضرات شیخین اس سے مراد نہ
تھے۔ حقیر عرض کرتا ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہمارا اس میں بھی
کوئی ہرج نہیں۔ حضرت عثمان و امیہ معاویہ و یزید و عبدالملک و ولید و
غیرہم جو کہ خلفائے دوازدہ گانہ ہیں عند السنیہ معدود ہیں
یہ کل بنی امیہ ہیں۔ اگر حضرت نامی و مظہر صاحب مناسب سمجھیں تو
بہ مشورہ حضرات اہل سنت ان سب اولاد امیہ کے لئے کوئی خاص
امتیازی نشان ٹوپی کا یا کچھ اور مقرر کرا دیں۔ تاکہ شناخت میں
دقت واقع نہ ہو۔ ہمارے نزدیک تو حضرات شیخین اور ان کے
دمساز بنی امیہ اس حدیث نبوی کے تحت میں داخل ہیں۔ صحیح بخاری
جلد چہارم صہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر کتاب الفتن حدیث دوم اور
کتاب التفسیر سورۃ الانبیاء و تیسیر الباری پارہ ۱۹ صہ ۱۷
اور صحیح مسلم جلد دوم صہ ۲۵۰ میں جو چند احادیث متعلق بہ حوض
وارد ہوئی ہیں۔ وہ تمام بندروں کی دم کا پتہ دینے والی ہیں
ان کا خلاصہ و صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا
میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا۔ فرشتگان عذاب میرے ان
اصحاب کو جن کا میں شناسا ہوں گا پکڑ کر لا دیں گے۔ میں
کہوں گا اے فرشتو! تم ان کو پکڑے لئے جاتے ہو یہ تو
وہ لوگ ہیں جو گھنٹوں پہر میرے گرد بیٹھے رہتے تھے میں
ان کو خوب پہچانتا ہوں۔ بجواب ملائکہ عرض کریں گے یا رسول اللہ

آپؐ کے بعد ان لوگوں نے ڈھونڈ مچا کر زمین کی دھول آسمان پر پہنچا دی تھی۔ احداث بدعات سے شریعت کا کایا پلٹ دیا حضرتؐ فرما دیں گے کہ اچھا ان بدشعاروں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ ان احادیث حوض سے بخوبی تمام واضح ہو گیا کہ منبر نبویؐ پر مثل بوزینہ جست و خیز کرنے والے اور احداث بدعات سے دین نبویؐ کو پلٹ کر حوض کوثر پر موجب کشاں پہنچنے والے آنحضرتؐ کی جان پہچان والے حضرات ہوں گے وہ بزرگوار سوائے شیخین و حضرت عثمانؓ و معاویہ یا ان کے اتباع کرنے والوں کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ آنحضرتؐ نے کسی بات کو چھپایا نہیں۔ ظاہر کر کے فرمایا تاکہ امت میں جھگڑا اور اختلاف نہ ہو۔ سب سے بڑا محدث بدعت آپ نے حضرت ابوبکر کو فرمایا ہے۔ اکثر کتب اہل سنت خصوصاً موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ ایک روز حضورؐ نے شہدائے احد کے حق میں فرمایا خدایا میں ان ذبیحان راہ خدا کے حسن انجام و خاتمہ بخیر ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ ہم بھی تو مثل ان شہیدوں کے ہیں۔ ہمارے لئے بھی آپ دعا فرما دیں۔ جناب نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھ کو معلوم نہیں میرے بعد تم دین میں کیا کیا احداث کرو گے۔ یہ سن کر آپ کے بڑے میاں حضرت ابوبکر رونے لگے۔ تاریخ واقدی و مشکوٰۃ شریف میں یہ مضمون درج ہے۔ علاوہ بریں اگر غور کیا جاوے اور چشم انصاف سے دیکھا جاوے تو آپ کے حضرات بنی امیہ حدیث حوض کے اصل اصول قرار نہیں پا سکتے۔ وہ لوگ تو تابع خلفائے اولین ہیں۔ جو راہ پہلوں نے نکالی اسی کو ان پچھلوں نے اپنا شعار قرار دے کر عمل کیا۔ البتہ ان کے خیالات اور منصوبوں اور چشمپوشیوں کو ترقی دے کر درجہ تکمیل پر پہنچایا۔ جو بنیاد وہ قائم کر گئے

تھے۔ اس کو مضبوط و مستحکم کر دیا۔ میں ایک اور علامت بتلاتا ہوں جیسے کہ ہم تینوں پورے طور پر امتیاز پا سکتے ہیں۔ حدیث حوض و شہدائے احد کے وقت کا ارشاد اور بندروں والی خبر کا نتیجہ سب مل ملا کر یہ پتہ بتلاتا ہے کہ مراد آپ کے اخبار کی یہ تھی کہ بد شعار ایسی راہ پر لوگوں کو چلا ئیں گے جو کہ ہمارے طریقہ کے خلاف ہوگی۔ اس راستہ پر گام فرسا ہونے والے منزل مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے۔ پل صراط سے گر کر قعر جہنم میں جا رہیں گے۔ پس ضرور ہوا کہ حوض کوثر پر روکے جانے والے کسی ناجائز طریقہ کے بانی ہوں۔ بنی امیہ جن میں معاویہ یزید و عبدالملک و ولید وغیرہم داخل ہیں کسی سنت یا سیرت کے موجد نہیں۔ ان کا جاری کیا ہوا مسئلہ کوئی اہل سنت میں معروف نہیں۔ البتہ اہل سنت کے مذہب میں سوائے سنت الٰہیہ و احکام رسالت پناہی ایک شاخ سوم معروف بہ سیرت شیخین ہے۔ جس پر عمل کرنے سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بوقت مجلس شورائے عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے انکار کر دیا۔ دیکھو تاریخ طبری واقدی واعثم کوفی وغیرہا۔ بحمد اللہ تعالےٰ بہ آسانی پتہ لگ گیا کہ حوض کوثر پر جو لوگ رد کئے جاویں گے وہ حضرت رسول ص کے نہایت شناسا اور ہر وقت کے پاس رہنے والے حضرات شیخین ہوں گے۔ بنی امیہ کے سر پر جو علمائے سنیہ یہ بلا ڈالتے ہیں ممکن نہیں یہ بھی واضح ہو کہ یہ احادیث معمولی نہیں۔ جن کا انکار کر دیا جاوے۔ بلکہ نہایت صحیح و قابل اعتبار ہیں۔

امام نووی نے کتاب منہج شرح صحیح مسلم کی جلد دوم صفحہ ۲۴۹ و صفحہ ۲۵۰ پر لکھا ہے کہ احادیث حوض صحیح ہیں۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے اور ان کی تصدیق کرنی عین ایمان ہے۔ سوائے ظاہری معنی کے ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیثیں متواتر النقل ہیں۔ کیونکہ ایک جماعت صحابہ نے بلا اختلاف ان کو نقل کیا ہے۔ آؤ ذرا ان احادیث

کو قرآن مجید و فرقان حمید سے بھی تطابق کریں۔ جب ہم نے قرآن
سے ان احادیث کا موازنہ کیا تو ہمیں سورہ محمد میں یہ ارشاد باری دکھائی
دیا:- (فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی
الارض وتقطعوا ارحامکم لسلے آخر تک)

ترجمہ:- یعنی اے حاضرین دربار محمدی کیا تم عنقریب متولی امر
اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد برپا کرو گے اور درپے قطع رحم ہو گے
لعنت خدا اس پر جو ایسا کرے) صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ
قریب بہ زمانہ وفات آنحضرت صلعم نے اصحاب کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ
پڑھا۔ ازاں بعد تنبیہاً سنا دیا آیۂ موصوفہ بالا سنا دو عید شدید
مندرجہ آیۂ مبارکہ سے صحابہ کو خوف دلایا۔ دوسرے مقام پر اپنے بعد
آنے والی حکومتوں کے حالات سے باخبر فرمایا۔ چنانچہ صحیح مسلم
جلد دوم کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے بعد ہمارے
عنقریب ایسے آدمی جلوہ فرمائے حکومت ہوں گے جن کے دل شیطان کے
اور صورتیں انسان کی ہوں گی۔ وہ خلائق کو راہ ناصواب پر ڈالیں گے

اب حضرت نامی و مشہور صاحب بلا خیفہ مذہب انصاف سے
فرمائیں کہ اگر آیۂ (فھل عسیتم) مذکورہ بالا کا تعلق صحابہ موجود الوقت
سے نہ تھا تو حضور انور نے اپنے صحابان خاص کو اس کے نتائج و مفاد سے
کیوں متنبہ فرمایا اور اپنے بعد کے حکام کو کس لئے ہم مزاج شیطان ہونے
کا خطاب دیا۔ معلوم ہوا کہ بعد آنحضرت صلعم جو لوگ بہ محرومی اہل حق
داران ناروا طریقہ سے پامال کن مسند اسلام ہوئے وہی نبدر
تھے۔ اور وہی حوض کوثر پر روکے جاویں گے۔ انہی کو خدا اور
رسول نے مفسد و قاطع رحم و شیطان سیرت فرمایا۔

اگر آپ کے نزدیک ان احادیث نبویہ و فرمان الہیہ کی کوئی
اور مراد ہو تو ضرور مجھے بھی اس سے مطلع فرمایئے۔ کیونکہ مجھے
تحقیق حق منظور ہے۔ تعصب کو عین جہالت جانتا ہوں اور امر حق کے قبول

نہ کرنے والوں کو ابوجہل تصور کرتا ہوں۔ لہذا ہر فرد بشر کو لازم ہے کہ جادۂ مستقیم کا متلاشی ہو اور جہاں تک ہو سکے راہ حق کو ہاتھ سے نہ دے۔ جہالت ابوجہلی کو اپنی میراث نہ بنادے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

گذارش واقعیہ

اس جلد کو یہاں پر ختم کر کے امید رکھتا ہوں کہ اس کا بقیہ حصہ اشاعت آئندہ میں حاضر خدمت ہوگا۔ مگر قبل ازیں کہ یہ رسالہ عجائب و ذخیرہ نادرہ مکمل ہو کر آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرے انجمن ہذا کی خدمات کو ملحوظ فرما کر اس کی امداد و اعانت میں ہر ایک طرح کی سعی و کوشش فرما دیں۔ خصوصاً قلمے دورمے۔ کیونکہ آجکل معاندین نے ہر ایک طرف سے سر اٹھایا ہے۔ جب تک آپ صاحبان امداد نہ فرما دیں گے کام چلنا مشکل ہوگا۔ اُمید کہ اس مختصر تحریر کا آپ کے دلوں پر ضرور اثر ہوگا۔ اور اس ناچیز کی گذارش رائیگاں نہ جاویگی۔ اب اصل مدعا عرض کرتا ہوں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبان فہم و ذکا و مالکان عقل رسا

سے التماس ہے کہ بعد وفات حسرت آیات حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم جب حضرات خلفا نے خلافت وصیت آنسرور
اتباع ثقلین سے بیخبر ہوکر مخالفت پکمر باندھی سب سے پہلے جس
بزرگوار نے بغرض اظہار حق مناظرہ فرمایا۔ وہ خود جناب امیر علیہ
السلام تھے۔ جن کے جواب سے ہمارے حضرات اہل سنت کے
صدیق نے لاجواب ہوکر کہا کہ یا علیؑ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ
امر خلافت میں مجھ سے موافقت نہ کریں گے تو میں ہرگز یہ
بار نہ اٹھاتا۔ اب جبکہ سب نے اس امر میں متفق الرائے ہوکر
مجھے خلافت کی مسند پر بٹھایا ہے اگر آپ اُن سے موافقت
نہیں کرتے تو تشریف لے جائیے۔ مجھ کو آپ سے تعرض
نہیں۔ چنانچہ رسالہ ہذا میں اس مناظرہ کا ذکر کتب معتبرہ
تواریخ و سیر سے لکھا گیا ہے۔ دوسری بزرگوار مناظرہ کرنے
والی بغرض انکشاف جور و ظلم اعدا و اظہار حقوق خود جناب
رسول خدا کی اکلوتی دختر سیدہ صلوات اللہ علیہا تھیں جن کو
اس صدمہ جانکاہ نے اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ کم از کم ایک
سال تک اپنے پدر گرامی کی مفارقت میں دل کی بھڑاس نکالتیں
یہاں تک کہ آپ حضرات شیخین سے فرما گئیں کہ میں تمہارے
ظلم و جور کی شکائت اپنے خدا اور پدر بزرگوار سے کروں گی اور
ہمیشہ تمہارے حق میں بددعا کرتی رہوں گی۔ یہاں تک کہ
رات کو دفن ہوئیں اور شیخین کو شرکت جنازہ بھی آنحضرت کے
جنازہ کی طرح نصیب نہ ہوئی۔ اس کے بعد ان ظالم اعدا کا
وہ پودا جو انہیں کے ہاتھوں حضرات ثلاثہ لگا گئے تھے میدان نینوا
میں خاندان نبوت کے خون سے سینچا گیا۔ اور وہ پھل لایا کہ
ششماہہ بچے تک ہدف تیر بنا اور وہ سبط پیغمبر جو زیب آغوش
مطہر نبوی تھا بے غسل و کفن زمین ماریہ کے ریگ گرم پر پڑا رہا۔ کاش اس ظلم کا یہاں پر ہی خاتمہ ہو جاتا۔ مگر اعدائے خاندان

رسالت کہاں پیچھا چھوڑنے لگے تھے۔ فدائیان حضرت ثلاثہ وجان
نثاران یزید و معاویہ کو یہ بھی چشم زدن گوارا نہیں کہ کوئی مظلومان
خاندان نبوت کی حکایت اور ظالموں کے ظلم کی شکایت زبان
پر لاوے رہ گئے ہر دور وہر عصر میں کبھی پرچم بنی امیہ اور
کبھی علم بنی عباسیہ اٹھائے۔ محبان اہل بیت علیہم السلام کے درپے
آزار و تکلیف رہے۔ جب قادر مطلق نے شوکت عمریہ و دولت
یزیدیہ کا خاتمہ کیا تو ان کے پیروؤں نے طعن سنان لسانی
سے ہر ایک طرح کی ایذا دہی شروع کی۔ مگر محبان حیدر
کرار نے بھی اپنے مولا کے اتباع میں صبر سے ہر ایک طرح
کی تکالیف برداشت کیں اور کبھی ذوالفقار حیدری سے
کرار غیر فرار کے متبعین نے وہ وہ دفاعی حملے کئے کہ اعدائے
دین اپنے پیشروؤں کی طرح بزکوہی بنے ہوئے اچکتے بھاگتے
حضرت عثمان کی طرح مدتوں دکھائی نہ دئے۔ مگر جب کبھی موقع
پایا بالفحوائے نیش عقرب نہ از پئے کین است۔ مقتضائے طبیعتش
این است بغرض ایذا رسانی مومنین گرگٹ کی طرح کئی رنگ
بدلتے ہوئے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ آجکل شہر لاہور میں جہاں
سالہا سال سے تمام حضرات اہل سنت و مومنین باہم شیر و شکر
تھے حضرات معاویہ شاہی نے بلباس اہل سنت جاول کر کے وہ
گل کھلایا کہ توبہ بھلی۔ وہی پرانی پرانی باتیں جن کے سینکڑوں
بلکہ ہزاروں جواب دئے جا چکے ہیں اور آج تک ان کا
جواب نہیں ہو سکا یہاں تک کہ مومنین کرام نے بارہا ہزار روپے
کا اشتہار انعامی دیا کہ بھائیو جھگڑنے لڑنے سے کیا فائدہ
امر مابہ النزاع یعنی ایمان ثلثہ ثابت کر کے یہ روپیہ لو یہاں
تک کہ رؤسائے امروہہ نے ایک لاکھ روپیہ کا انعامی اشتہار
دیا مگر جواب برخواست کا عمل رہا اور خوارجین کچھ مدتوں ساکت

ہے۔ اب ان کے نچے چیلے چانٹے بنام بناء دائرۃ الاصلاح ومعین الاسلام پیدا ہو گئے اور وہی تحفہ عزیزیہ جس کی لاکھوں دھجیاں اڑ چکی ہیں پھر ہاتھ میں لے کر میدان میں آکودے ہیں۔ آخر الامر مجبور ہو کر بغرض رفاع اس احقر نے جناب میرزا عبدالتقی صاحب قزلباش اور جناب میر سجاد حسین صاحب مرحوم وغیرہ کی تحریرات میں سے مناسب مواقع چھانٹ کر حضرت ناصی ومنظر صاحب کو وہ دندان شکن جواب دیئے ہیں کہ انشاءاللہ قیامت تک ان سے جواب نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ رسالہ ہذا کی پہلی جلد جسے شائع ہوئے ایک سال گذر چکا ہے لاجواب پڑی ہوئی ہے۔ کبھی بیچارے ناصی سیالکوٹ پناہ لے جاتے ہیں کبھی معوان رامپوری سے طلب اعانت کرتے ہیں۔ کبھی ثنائے مولوی ثناءاللہ امرتسری رطب اللسان ہوتے ہیں۔ شاید وہ ان کی فریاد کو پہونچیں۔ مگر وہی ڈھاک کے تین پات۔ الحمدللہ اس کا نتیجہ ایسا دل خواہ ظاہر ہوا۔ کہ جس کی حد نہیں۔ اکثر گم گشتگان بادیہ ضلالت نے راہ ہدایت اختیار کی۔ (جن کی فہرست مختلف مواقع پر دی جا چکی ہے) یہاں تک کہ بعض بانیان دائرۃ الاصلاح کی طبیعت اصلاح کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ چنانچہ سراج الدین صاحب خادم کے استفسارات واستفسار نے تو وہ گہرے زخم بلکہ ناسور ان کے دلوں میں ڈال رکھے ہیں۔ جن زخموں کو رفو کرانے کے لئے بیچارے میاں ناصی کو حضرات رفوگر کی احتیاج لاحق ہو رہی ہے۔ یہاں تک آپ بھی گئے ہیں کہ بے سر تار کے الاپنے لگے۔ آخر الامر ایک استاد سر تار والا ملا تو سہی مگر اس بیچارے کی سارنگی بھی بغیر تربوز کے گنددھار الاپتے الاپتے بزکوہی کی طرح پہاڑی کی طرف رجوع کر گئی۔ اب یہ دل چلے ناصی کبھی حیرت زدہ ہو کر حسرت کی چوکھٹ پر جھکاتے

ہیں۔ کبھی پنجابی پیغمبر کی دہلیز پر سجدہ کرنے کے لئے خادم کی طرح ہاتھ باندھے دکھائی دیتے ہیں کہ شاید یہاں ہی سے مرہم عیسیٰ اُن کے زخم ناسور کے لئے مل جاوے۔ اب تو بیچارے از گیسو رانده و از انسو درمانده کی حالت بنے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ میں بھی منتظر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جلد اول مصباح الہدایت کا کیا جواب شائع ہوتا ہے۔ اب اس جلد دوم حب الوعدہ میں حضرت ثلثہ کی جان نثاری اور اتباع مصطفوی جن پر حضرت نامی و جناب منظر صاحب کو بڑا ناز تھا پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے آئندہ اس جلد دوم کے دوسرے حصہ میں حضرات ثلثہ کا احداث بدعات اور خلاف احکام اللہ و سنت نبویہ پر عمل کرنا اور مورخین نصاریٰ کی رائے ان کی خلافت ضالہ پر قلمبند کروں گا۔ جیسے ناظرین کرام کو ان کے حالات سے پوری آگاہی حاصل ہوگی۔ پھر اس کے بعد جلد سوم میں مسئلہ تحریف قرآن پر مکمل روشنی ڈالی جاویگی۔ اور دکھایا جاویگا کہ تحریف قرآن کے کون قائل ہیں سنی یا شیعہ اور متعہ و تقیہ کو قرآن و حدیث و تاریخ و سیر سے ثابت کیا جاوے گا تاکہ مخالفین کو یارائے دم زدن باقی نہ رہے اور نجات النبی کا پورا جواب دیا جاوے گا۔ تاکہ ان کے جھوٹھ و افترا کا پول ناظرین پر اچھی طرح کھل جاوے۔ انشاء اللہ العزیز

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

خادم المومنین

سلطان علی درانی عفی عنہ

LAHORE

جواہر ریزے

انجمن کے پاس اس وقت مندرجہ ذیل کتابیں برائے فروخت موجود ہیں۔ امید ہے کہ مومنین ان کی خریداری سے اپنی قومی انجمن کی امداد فرمائیں گے۔ کتابیں ملک بھی خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

- خلافت الہیّہ حصہ اوّل ۱۰ ار
- حصہ دوم ۱۰ ار
- الحق الجلی فی تحقیق اہل بیت النبی ۸ ر
- دعوتِ حق بجواب دعوت صلح ۵ ر
- سبیل الرشاد ۱ر
- عبرت بجواب امامت ۲ ر
- ماہیہ معاویہ الجواب حضرت معاویہ ۴ ر
- اصلاح الفساق درمذمت زنا و شراب ۳ ر
- اظہار حق ۴ ر
- مصباح الہدایت حصہ ۱ ۸ ر
- تنقید الکلام ۲ ر

تحفۃ الاحباب فی تنقید الالقاب۔ قیمت . . . . ۵ ر
خاموش بدزبان بجواب خاموش نوحہ خواں . . . . ۳ ر
تعزیہ حسینؑ۔ جواز تعزیہ داری مظلوم کربلا میں مدلل رسالہ ۵ ر
ابن عفان کی یادگار رحش ملوکب پر مزار۔ بہت پُرلطف رسالہ ہے ۳ ر
اصلاح الاعتقاد فی عصمۃ الانبیاء وعن الاجتہاد۔ قیمت ۴ ر
ذلت الاشقیاء۔ دائرہ الاصلاح کے رسالہ نمبر ۲۰ کا جواب۔ قیمت ۴ ر

سیکرٹری جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور